

قومی نصاب ۲۳-۲۰۲۲ء کے مطابق
ماڈل درسی کتاب

اُردو

جماعت نہم کے لیے

قومی نصاب کونسل
وفاقی وزارت تعلیم و پیشہ وارانہ تربیت حکومت پاکستان



نیشنل بک فاؤنڈیشن

بطور

وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ، اسلام آباد



© 2024۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن بطور دفاتی ٹیکسٹ بک بورڈ، اسلام آباد
جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ یہ کتاب یا اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی شکل میں
نیشنل بک فاؤنڈیشن کی باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر شائع نہیں کیا جاسکتا۔

ماڈل درسی کتاب: اردو
جماعت نویں کے لیے



مولفین

پروفیسر احمد اقبال، ڈاکٹر شفقت علی جنجوعہ، ڈاکٹر فردوس کوثر، پروفیسر گل ناز، پروفیسر سلمیٰ اعوان، جاوید اقبال راجا

زیر نگرانی

ڈاکٹر مریم چغتائی

ڈائریکٹر، قومی نصاب کونسل

دفاتی وزارت تعلیم و پیشہ ورانہ تربیت، حکومت پاکستان

آئی آر سی ممبران

حاکم خان، بحر، یگانہ اسلام آباد، ڈاکٹر حمید اسحاق قریشی، دفاتی تعلیمی ادارہ جات (کینٹ اگیڈریشن) راولپنڈی، آصفہ ڈاکٹر، دفاتی تعلیمی ادارہ جات (کینٹ اگیڈریشن) راولپنڈی، رضوان ناہید، دفاتی تعلیمی ادارہ جات (کینٹ اگیڈریشن) راولپنڈی، شاکرہ نسیم، فیڈرل ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن اسلام آباد، کنیت فاطمہ بخش، فیڈرل ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن اسلام آباد، نسیم الماس، فضائیہ سکول اینڈ کالج اسلام آباد، نسیمہ مختار، آری، پبلک سکول اینڈ کالج راولپنڈی، مریم جیل، آری، پبلک سکول اینڈ کالج راولپنڈی

آئی ٹی سی ڈبلیو-1 ممبران

ڈاکٹر محمد سہیل سرور، پنجاب کرکٹ کیمپ اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، حکومت پنجاب، لاہور، زاہدہ بخش
ڈاکٹر میٹریٹ آف کرکٹ کیمپ، اسسٹنٹ اینڈ ڈائریکٹر، حکومت سندھ، جامشورو، محمد زکریا، محکمہ تعلیم، گلگت بلتستان، صابر خان پانیزئی، ادارہ نصابیات و توسیعی تعلیم، حکومت بلوچستان، کوئٹہ، فائزہ علی شاہ،
بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ، کوئٹہ، تاج ولی خان، علامات نصابیات و تربیت اساتذہ حکومت خیبر پختونخوا، ایف ایف، راجہ محمد عارف خان، محکمہ تعلیم آزاد جموں و کشمیر، مظفر آباد

ڈیزائنر

سہیل بن عزیز

انتظامیہ

نیشنل بک فاؤنڈیشن

TEST
EDITION

اشاعت اول۔ طبعیت اول: مارچ 2024 | صفحات: 130 | تعداد: 174000

قیمت: -/215 روپے

کوڈ: STU-495، آئی ایس بی این: 978-969-37-1587-3

طابع: محمود برادر زہر، راولپنڈی

نیشنل بک فاؤنڈیشن کی دیگر مطبوعات کے بارے میں معلومات کے لیے رابطہ کیجئے، ویب سائٹ: www.nbf.org.pk یا فون: 051-9261125
یا ای میل: books@nbf.org.pk اور اس درسی کتاب کے بارے میں اپنی رائے دینے کے لیے ہمیں ای میل کیجئے: nbftextbooks@gmail.com

پیش لفظ

اُردو برائے جماعت نہم قومی نصاب ۲۳-۲۰۲۲ء کے مطابق تیار کی گئی ہے۔ جماعت ہشتم کی سطح کے بعد زبان و بیان میں قدرے رفعت اور طرز بیان میں ادبیت کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نظم و نثر اور زبان کے دیگر اصول و اسالیب کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے۔ مشقی سلسلے میں بھی نصابی حاصلات کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، چنانچہ نویں جماعت کی درسی کتاب کی تیاری کے دوران ان پہلوؤں کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اس میں پاکستانی اُردو کے جدید تقاضوں کی طرف بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ جنہیں اگلی جماعتوں میں بہت حد تک پورا کیا جائے گا۔ خاص طور پر نثر کی مختلف اصناف، صحافتی اُردو، دفتری اُردو، عدالتی اُردو، سائنسی اور تکنیکی اُردو، کمپیوٹر اور موبائل فون کی زبان کے بہت سے ایسے پہلو ہیں، جن سے طلبہ کو روشناس کرانے کی ضرورت ہے۔ یاد رہے کہ ہمیں زبان کا استعمال سکھانا ہے۔ اساتذہ کو زیادہ زور اسی پہلو پر دینا ہو گا۔ خاص طور پر کمپیوٹر ٹیکنالوجی، موبائل فون اور ویب سائٹس کے حوالے سے اُردو کو جو حیثیت حاصل ہے، اسے تدریس کا حصہ بنانا ہو گا۔ یہ ذمہ داری اُردو کے اساتذہ پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے روزمرہ اسباق میں کس طرح سے ان پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ لائبریری سے طلبہ کے ربط و ضبط اور شوق کی ترویج کے لیے کہیں کہیں اضافی معلومات اور سرگرمیاں دی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں بھی اساتذہ کی رہنمائی درکار ہو گی۔ اسباق، منظومات اور غزلیات کے آخر میں طلباء و طالبات کی رہنمائی کے لیے اضافی معلومات کی غرض سے مصنفین اور شعرا کا مختصر تعارف بھی دے دیا گیا ہے اور اساتذہ کرام کی رہنمائی کے لیے سبق کے آغاز میں حاصلاتِ تعلیم بھی درج کر دیے گئے ہیں۔

معیار کی رفعت، تدریسی حاصلات، ذہنی رسائی اور اسلوب کی پیروی ہمارا نصب العین ہے۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن نے موثر تدریسی مراحل کو مد نظر رکھتے ہوئے اور خصوصی کاوشیں بروئے کار لاتے ہوئے مواد اور مثالوں سے اس درسی کتاب کو شائع کیا ہے۔ اس ضمن میں تمام رفقا کی مساعی لائق تحسین ہیں۔

حتی الامکان کوشش کی ہے کہ کتاب غلطیوں سے پاک ہو۔ حکومت پاکستان کی ہدایات کے مطابق کتابوں میں اس بات کو بھی یقینی بنایا گیا ہے کہ مختلف حوالوں سے وزارت مذہبی امور کی جانب سے حضور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے جو نوٹیفکیشن جاری ہوتے رہے ہیں ان پر بھی مکمل طور پر عمل کیا جائے۔ ان کی روشنی میں درستی کر دی گئی ہے۔ تاہم پھر بھی آپ سے درخواست ہے کہ اگر اس کتاب میں کسی قسم کی لسانی اور علمی نوعیت کی غلطیاں ملیں تو ہمیں ان سے آگاہ فرمائیں اور مزید بہتری کے لیے اپنی تجاویز پیش کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں ان کی درستی کی جاسکے۔ اس کے لیے ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہو گا۔

ڈاکٹر راجہ مظہر حمید

نیچنگ ڈائریکٹر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

فہرست اسباق

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
حصہ نثر		
۱۔	اخلاقی حسنہ (سیرت نگاری)	05
۲۔	کتبہ (افسانہ)	12
۳۔	بھیڑیا (پشتواوب۔ افسانہ)	22
۴۔	آرام و سکون (ڈراما)	28
۵۔	گلیم اور مرزا ظاہر وار بیگ (ناول: توبہ النصوح)	37
۶۔	نام دیو مالی (خاکہ)	46
۷۔	ابتدائی حساب، (طنز و مزاح)	52
۸۔	لڑی میں پروئے ہوئے منظر (سفر نامہ)	61
۹۔	اپنی مدد آپ (مضمون)	68
حصہ نظم		
۱۔	حمد	76
۲۔	نعت	80
۳۔	جاوید کے نام	86
۴۔	محنت کی برکات	90
۵۔	کرکٹ اور مشاعرہ (طنز و مزاح)	94
۶۔	پیام لطیف (سندھی زبان کی شاعری)، تعارف و انتخاب: پروفیسر امجد اقبال	99
حصہ غزل		
۷۔	فقیرانہ آئے صدا کر چلے	104
۸۔	سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا افسانہ کیا	109
۹۔	غم ہے یا خوشی ہے تو	113
۱۰۔	کاش طوفاں میں سفینے کو کتنا اہوتا	117
	فرہنگ	121

اخلاقِ حسنہ



یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- مختلف سببی ذرائع سے کہانی، نظم، واقعہ، تقریر، اعلان، خطبہ، گفتگو، خبر، ڈراما، ہدایت اور فیچر وغیرہ سن کر عمدہ سامع کے طور پر تیز رفتار سماعت کا مظاہرہ کر سکیں۔
- ذرائع ابلاغ سے خبروں، ڈراموں اور فیچروں میں اٹھائے گئے اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی نکات وغیرہ سن کر اہم نکات مع تبصرہ و تشریح بیان کر سکیں۔
- اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی امور وغیرہ سے متعلق اپنی گفتگو میں موزوں الفاظ و تراکیب پر مشتمل روزمرہ اور با محاورہ زبان استعمال کر سکیں۔
- لائبریری کی درجہ بندی اور فہرست کی ترتیب کو سمجھتے ہوئے اس کو استعمال کر سکیں۔
- مفہوم پر قرار رکھتے ہوئے متفرق طریقوں سے عبارت یا جملوں میں تبدیلی کرتے ہوئے انھیں مزید آگے بڑھا سکیں۔
- مضمون نویسی کے مختلف انداز (بیانیہ، مدلول، بحثی اور تفصیلی) کو مد نظر رکھتے ہوئے مختلف موضوعات کو قلم بند کریں۔
- کسی بھی رسمی وغیر رسمی تحریر (کالم، خبر، رپورٹ، تبصرہ، تذکرہ، تجزیہ وغیرہ) کی جزئیات کو سمجھتے ہوئے اس پر تنقید و تبصرہ کر سکیں۔
- مختلف حروف (اضافت، شرط، استنبہام، چار) کی نشان دہی کر سکیں۔

پڑھیں



عقائد اور عبادات کے بعد تعلیمات نبوی کی کتاب کا تیسرا باب اخلاق ہے۔ اخلاق سے مقصود باہم بندوں کے حقوق و فرائض کے وہ تعلقات ہیں جن کو ادا کرنا ہر انسان کے لیے مناسب بلکہ ضروری ہے۔ انسان جب اس دنیا میں آتا ہے تو اس کی ہر شے سے تھوڑا بہت اس کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی تعلق کے فرض کو بہ حسن و خوبی انجام دینا اخلاق ہے، اس کے اپنے ماں باپ، اہل و عیال، عزیز و رشتہ دار، دوست و احباب سب سے تعلقات ہیں بلکہ ہر اس انسان کے ساتھ اس کا تعلق ہے جس سے وہ محبت، وطن، قومیت، جنسیت یا اور کسی نوع کا علاقہ رکھتا ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر حیوانات تک سے اس کے تعلقات ہیں اور ان تعلقات کے سبب سے اس پر کچھ فرائض عائد ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ دنیا کے سارے مذہبوں کی بنیاد اخلاق پر ہی ہے، چنانچہ اس عرصہ ہستی میں جس قدر پیغمبر اور مصلح آئے، سب کی یہی تعلیم رہی کہ سچ بولنا اچھا ہے اور جھوٹ بولنا بُرا ہے۔ انصاف بھلائی اور ظلم برائی ہے۔ خیرات، نیکی اور چوری بدی ہے لیکن مذہب کے دوسرے ابواب کی طرح اس باب میں بھی محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی بعثت تکمیلی حیثیت رکھتی ہے، خود آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ (مشکوٰۃ: ۵۰۹۶)

چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی بعثت کے ساتھ ہی اس فرض کو انجام دینا شروع کر دیا۔ ابھی آپ ﷺ کو اسلام مکہ ہی میں تھا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو اس نئے پیغمبر کے حالات اور تعلیمات کی تحقیق کے لیے مکہ بھیجا۔ انھوں نے واپس آکر اس کی نسبت اپنے بھائی کو جن الفاظ میں اطلاع دی وہ یہ تھے:

ترجمہ: میں نے اس کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دیتا ہے۔

حبشہ کی ہجرت کے زمانے میں نجاشی نے جب مسلمانوں کو بلوا کر اسلام کی نسبت تحقیقات کیں، اس وقت حضرت جعفر طیار ؓ نے جو تقریر کی، اس کے چند فقرے یہ ہیں:

”اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، ہم سایوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، زبردست زیر دستوں کو کھا جاتے تھے، اس اثنا میں ایک شخص ہم میں پیدا ہوا، اس نے ہم کو سکھایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں، بچ بولیں، خوں ریزی سے باز آئیں، قبیضوں کا مال نہ کھائیں، ہم سایوں کو آرام دیں، عقیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں۔“

اسی طرح قیصر روم کے دربار میں ابوسفیان نے جو ابھی تک کافر تھے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاحی دعوت کا جو مختصر خاکہ کھینچا اس میں یہ تسلیم کیا کہ وہ خدا کی توحید اور عبادت کے ساتھ لوگوں کو یہ سکھاتے ہیں کہ ”وہ پاک دامنی اختیار کریں، بچ بولیں اور قربت کا حق ادا کریں۔“ قرآن مجید نے جاہ جاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ:

ترجمہ: یہ پیغمبر ان پڑھ جاہلوں کو پاک و صاف کرتا اور ان کو کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔

اسلام میں اخلاق کو جو اہمیت حاصل ہے، وہ اس سے ظاہر ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جو دعائیں لگتے تھے، اس کا ایک فقرہ یہ بھی ہوتا تھا: ترجمہ: اور اے میرے خدا! مجھ کو بہتر سے بہتر اخلاق کی رہنمائی کر، تیرے سوا کوئی بہتر سے بہتر اخلاق کی راہ نہیں دکھا سکتا اور برے اخلاق کو مجھ سے پھیر دے، اور ان کو نہیں پھیر سکتا لیکن تو۔

اسلام میں اخلاق ہی وہ معیار ہے جس سے باہم انسانوں میں درجے اور رتبے کا فرق نمایاں ہوتا ہے، فرمایا: ترجمہ: تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

ایک اور حدیث میں ہے:

ترجمہ: (قیامت کی) ترازو میں حسن خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہوگی کہ حسن اخلاق والا اپنے حسن خلق سے ہمیشہ کے روزہ دار اور نمازی کا درجہ حاصل کر سکتا ہے۔

اس بشارت نے اخلاق حسنہ کی نعمت کو تمام انسانی نعمتوں سے بالا تر بنادیا۔ ایک اور حدیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: اللہ کے بندوں میں اللہ کا سب سے پیارا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

ان کے علاوہ کثرت سے ایسی حدیثیں ہیں جن میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ فلاں فلاں اوصاف و اخلاق ایمان کے لوازم اور خصوصیات ہیں، جس قدر ان لوازم اور خصوصیات میں زیادتی اور کمی ہوگی گویا اسی قدر اس ایمان کے منشا میں زیادتی و کمی ہوگی، یعنی ہمارے یہ ظاہری اخلاق ہماری اندرونی ایمانی کیفیت کا معیار اور پیمانہ ہیں، ہمارے دل کے اندر کا ایمان ہمارے گھر کا چراغ زیر دامن ہے جس کی چمک دمک اور روشنی کا اندازہ اس کی باہر نکلنے والی شعاعوں سے کیا جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ ایمان کی ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں جن میں سے ایک حیا ہے۔

۲۔ ایمان کی بہت سی شاخیں ہیں جن میں سب سے بڑھ کر توحید کا اقرار ہے اور سب سے کم درجہ یہ ہے کہ تم راستے سے کسی تکلیف کی چیز کو ہٹا دو تاکہ تمہارے دوسرے بھائی کو تکلیف نہ ہو۔

۳۔ جس میں یہ تین باتیں ہوں اس نے ایمان کا مزہ پایا: حق بات کے سامنے جھگڑنے سے باز رہنا، مزاحمت کے باوجود جھوٹ نہ بولنا اور یقین کرنا کہ جو کچھ پیش آیا وہ ہٹ نہیں سکتا تھا۔

۴۔ تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہے۔

۵۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہیں اور مومن وہ ہے جس پر لوگ اتنا بھروسہ کریں کہ اپنی جان و مال اس کی امانت میں دے دیں۔

۶۔ ایک شخص آکر پوچھتا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ کون سا اسلام سب سے بہتر ہے، فرمایا: (بھوکوں کو) کھانا کھانا اور جانے ان جانے ہر ایک کو سلامتی کی عادی (سلام کرنا)

۷۔ ایک شخص پوچھتا ہے کہ اے خدا کے رسول ﷺ! اسلام کیا ہے؟ فرمایا: اچھی بات بولنا اور کھانا کھانا، پھر پوچھا: ایمان کیا ہے؟ فرمایا: صبر کرنا اور اخلاقی جواں مردی و کھانا۔

۸۔ مومن وہ ہے جو دوسروں سے الفت کرتا ہے اور جو نہ دوسرے سے الفت کرتا اور نہ کوئی اس سے الفت کرتا ہے، اس میں کوئی بھلائی نہیں۔

۹۔ مومن نہ تو کسی پر طعن کرتا ہے نہ کسی کو بد عادتیتا ہے اور نہ گالی دیتا ہے اور نہ بد زبان ہوتا ہے۔

۱۰۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر وہ ظلم کرے اور نہ اس کو گالی دے جو اپنے کسی بھائی کی مدد میں ہو گا خدا اس کی مدد میں ہو گا جو کسی مسلمان کی کسی مصیبت کو دور کرے گا تو خدا اس کی مصیبت دور فرمائے گا۔

۱۱۔ جو صاحب ایمان ہے اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

۱۲۔ بے ایمان (منافق) کی پہچان تین ہے: بولے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف کرے، اس کو امانت سپرد کی جائے تو خیانت کرے۔

چوں کہ نبی اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہمارے لیے دنیا و آخرت میں کام یابی کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں آپ ﷺ کے ارشادات پر عمل کریں۔

(سیرت النبی ﷺ)

سید سلیمان ندوی

علامہ سید سلیمان ندوی نومبر 1884ء میں موضع دینہ ضلع عظیم آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ماجد کا نام ابوالحسن تھا۔ حصول تعلیم کے لیے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں چلے گئے۔ اسی زمانے میں علامہ شبلی نعمانی نے مولانا ندوی صاحب کو اپنے حلقہ تلمذ میں شامل کر لیا۔ یہاں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اسی ادارے سے وابستہ ہو گئے۔ سید صاحب نے کچھ عرصہ دارالعلوم میں تدریسی خدمات انجام دیں جبکہ کچھ عرصہ تک ”الہلال“ میں مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ کام کیا۔ اس کے بعد وہ کن کالج پونا میں دو سال تک فارسی کے اسٹنٹ پروفیسر رہے۔ 1941ء میں جب علامہ شبلی نعمانی کا انتقال ہوا تو سید صاحب دکن کالج پونا میں لکچرار تھے۔ علامہ صاحب نے ان کو وصیت کی تھی کہ سب کام چھوڑ کر سیرۃ النبی ﷺ کی تکمیل اور اشاعت کا فرض ادا کریں۔ چنانچہ سید صاحب نے ملازمت ترک کر دی۔ سیرۃ النبی ﷺ کی تصنیف و تالیف کو بڑی خوش اسلوبی سے پانچہ جلدیں تک پہنچایا اس کی وجہ سے علمی دنیا میں ان کا نام دور دور تک مشہور ہو گیا۔ سیرت کی چھ جلدوں میں ابتدائی پونے دو جلدیں ان کے

استاد شبلی نعمانی کی ہیں جب کہ بقیہ سوانحارکت میں انھوں نے خود مرتب کیں۔ سید سلیمان ندوی کو تاریخ اور ادب سے خاص لگاؤ تھا۔ انھوں نے سیرت، سوانح، مذہب، زبان و ادب کے مسائل پر تحقیقی کام کیا اور ماہنامہ ”معارف“ جاری کیا اور اس کے ذریعے دین و ادب کی محسوس خدمت کی۔ 1950ء میں ندوی صاحب پاکستان آگئے اور کراچی میں آباد ہوئے۔ ندوی صاحب ایک بلند پایہ عالم، مؤرخ، مصنف اور مدبر تھے۔ ان کی تصانیف میں سیرت النبی ﷺ، صوم تا ششم، خطبات مدراس، عرب و ہند کے تعلقات، عربوں کی جہاز رانی، سیرت عائشہ، حیات شبلی، خیام اور نقوش سلیمان شامل ہیں۔ علامہ سلیمان ندوی کو شعر و سخن کا بھی شوق تھا۔ ان کا شعری مجموعہ ”ارمغان سلیمان“ کے عنوان سے شائع ہوا۔ ان کی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے ان کو ”نشان سپاس“ سے نوازا۔ نومبر 1953ء کو مولانا دارغانی سے کوچ کر گئے اور مالک حقیقی سے جا ملے۔ مولانا کی آخری آرام گاہ اسلامیہ کالج کراچی کے مقب میں واقع ہے۔

مشق



۱۔ درست جواب کو منتخب کریں۔

i۔ ہر مذہب کی بنیاد کس چیز پر رکھی گئی ہے؟

الف۔ تصوف ب۔ اقربا پروری ج۔ اخلاق د۔ مال و اسباب

ii۔ دنیا کی خوش حالی اور امن و امان کا دار و مدار ہے:

الف۔ معاشی ترقی پر ب۔ سیاسی ترقی پر ج۔ سیاسی ترقی پر د۔ اخلاقی ترقی پر

iii۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو مکہ مکرمہ بھیجا کہ وہ:

الف۔ خانہ کعبہ کی صورت حال معلوم کرے۔ ب۔ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کو دیکھے

ج۔ اہل قریش کے رسم و رواج معلوم کرے۔ د۔ اخلاقی حسنہ کی تعلیم حاصل کرے۔

iv۔ قیامت کے روز سب سے وزنی نیکی ہوگی:

الف۔ نماز ب۔ اخلاق ج۔ روزے د۔ زکوٰۃ

v۔ ایک حدیث مبارکہ کے مطابق کامل مومن بننے کے لیے ضروری ہے کہ:

الف۔ جو اپنے لیے پسند کرے وہی دوسروں کے لیے۔ ب۔ ہمیشہ اپنے مہمانوں کی خاطر مدارت کرے۔

ج۔ کسی پر طعن نہ کرے اور بددعا نہ دے۔ د۔ دوسروں سے الفت رکھے اور گالی نہ دے۔

۲۔ سبق کے متن کے مطابق درج ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

الف۔ اخلاق کا مقصد کیا بیان کیا گیا ہے؟

ب۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں کیا تقریر کی؟

ج۔ ابوسفیان نے قیصر روم کے دربار میں کس چیز کا اعتراف کیا؟

د۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں میں سب سے پیارا کون ہے؟

۴۔ حضرت ابو ذرؓ کے بھائی نے آپ کو نبی اکرم ﷺ کے بارے میں کیا بتایا؟

۵۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی بعثت کا کیا مقصد بیان فرمایا؟

۶۔ یہ حیثیت مجموعی سید سلیمان ندوی کا اسلوب بیان کیسا ہے؟

۷۔ ایک طالب علم اونچی آواز میں روانی کے ساتھ درج ذیل اقتباس پڑھے۔ باقی طلبہ توجہ سے سنیں اور اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

”اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے،

ہم سایوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، زبردست زیر دستوں کو کھا جاتے تھے، اس اثنا میں ایک

شخص ہم میں پیدا ہوا، اس نے ہم کو سکھایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں، بچ بولیں، خوں ریزی سے باز

آئیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہم سایوں کو آرام دیں، عقیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں۔“

۸۔ مصنف نے سبق کے کس حصے میں تعلیمات نبوی ﷺ کا خلاصہ بیان کیا ہے؟ اس خلاصے کے چند اہم نکات لکھیں۔

۹۔ لائبریری کی کتابوں کی درجہ بندی اور فہرست

لائبریری میں کتابوں کی درجہ بندی مختلف انداز سے کی جاتی ہے اور کسی بھی لائبریری کے لیے یہ درجہ بندی نہایت اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ کتابوں یا

دیگر مواد کو کسی خاصیت کی بنا پر الگ الگ کر دیا جاتا ہے۔ جیسے مختلف علوم کی کتب کو ایک خانے میں، مذہبی کتب، افسانوی، غیر افسانوی، شاعری کی کتب

بھی الگ الگ خانوں میں رکھی جاتی ہیں۔ لائبریری میں موجود مصادر اور کتب کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

عمومی انسائیکلو پیڈیا، لغات، سوانح عمریاں، حوالہ جاتی کتب، تحقیقی مقالات، رسائل و اخبارات، نایاب کتابیں، فہارس، مخطوطات

❖ اپنے سکول کی لائبریری میں افسانوی اور غیر افسانوی کتابوں کی درجہ بندی کرتے ہوئے پچیس پچیس کتابوں کی فہرست تیار کریں۔

۱۰۔ مضمون نویسی:

اردو نثر میں مضمون کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ کسی موضوع پر اپنے افکار و خیالات اور جذبات کو مربوط اور مدلل انداز میں لکھنا اور اپنی رائے کا اظہار کرنا

مضمون نویسی کہلاتا ہے۔ مضمون لکھتے وقت کچھ اصول و ضوابط کا خیال رکھنا پڑتا ہے جن کو پیش نظر رکھتے ہوئے علمی، ادبی، سیاسی، مذہبی، سنجیدہ یا مزاحیہ

موضوعات کا احاطہ تحریر میں لایا جاسکتا ہے۔ مضمون تین حصوں پر مشتمل ہوتا ہے:

(i) تمہید یا تعارف (ii) اصل مضمون / نفس مضمون / متن (iii) اختتام یا ذاتی رائے

مضمون کئی زاویوں اور انداز سے لکھا جاسکتا ہے۔ دلیل والا مضمون: تحقیقاتی مواد، اعداد و شمار اور مضمون نگار کی ذاتی رائے پر مشتمل ہوگا۔ بڑے پیمانے پر

کی گئی تحقیقات پر مشتمل اس مضمون کی زبان سیدھی سادی زبان استعمال ہوتی ہے۔ وضاحتی مضمون میں کسی موضوع پر وضاحت کے ساتھ غیر جانب

داری کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ وضاحتی مضمون کا مقصد کسی موضوع پر رائے بنائے بغیر اس کا تجزیہ کرنا ہوتا ہے۔ یہ کسی خاص شعبے میں مضمون نگار کی

مہارت کا اظہار ہوتا ہے۔

موازنہ اور تضاد مضمون دو پہلوؤں پر بحث کرتا ہے، مماثلت اور فرق کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ اس مضمون میں ایک پیرا گراف مماثلت اور ایک پیرا

گراف اختلاف پر بحث کے لیے مختص کیا جاتا ہے۔ وجہ اور اثر مضمون میں بتایا جاتا ہے کہ چیزیں اس طرح کیوں ہیں؛ وہ کیسے وقوع پذیر ہوئیں؛ اور آگے کیا

ہوگا۔ اس قسم کا مضمون لکھتے وقت واقعات کے دو مجموعوں کے درمیان ایک منطقی تعلق پیدا کیا جاتا ہے۔

بیانیہ مضمون ایک کہانی بتاتا ہے اور عمومی طور پر ذاتی نوعیت کا ہوتا ہے۔ یہ مضمون باہمی تجربے کو پھیلانے کے لیے رقم کیا جاتا ہے۔ اس مضمون نے مختلف قسم کے چیلنجز کی کھوج لگانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ وضاحتی مضمون ایک مختصر قسم کا مضمون ہوتا ہے اور عام طور پر ایک صفحے کو محیط ہوتا ہے۔ جہاں ادب، کتاب، ناول، افسانے، ڈرامے یا شاعری کی وضاحت کی جاتی ہے۔ جب کہ تفصیلی مضمون میں کسی بھی موضوع پر حتی المقدور تمام تفصیلات لکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان تفصیلات کو مختلف پیراگرافوں میں ایک مربوط انداز میں تحریر کیا جاتا ہے۔ بحثی مضمون میں مضمون نگار اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ وہ موضوع کے دو مقامات، پہلوؤں اور زاویوں سے آگاہ ہے۔

۷۔ درج ذیل موضوعات پر تفصیلی مضمون تحریر کریں۔

الف۔ بہترین طالب علم کے اوصاف

ب۔ اچھے تعلیمی ادارے کی خصوصیات

۸۔ اپنے دوست کو خط لکھنا یا میل تحریر کریں جس میں اُسے اپنے ہاں مدعو کریں کہ وہ موسم گرما کی کچھ تعطیلات آپ کے ساتھ گزارے۔

۹۔ حروف کی اقسام

حروف اضافت: ایسے حروف جو ایک اسم کا تعلق دوسرے اسم سے ظاہر کریں۔ مثلاً: کا، کی کے

حروف استفہام: ایسے حروف جو سوال پوچھنے کے لیے استعمال ہوں۔ مثلاً: کیا، کون، کیوں

حروف بیان: ایسے حروف کسی وضاحت کے لیے استعمال کیے جائیں۔ استاد نے کہا کہ سب کھڑے ہو جاؤ۔ اس مثال میں ”کہہ“ حرف بیان ہے۔

حروف جار: وہ حروف جو کسی اسم کو فعل سے ملاتے ہیں۔ مثلاً: کتاب میز پر رکھ دو۔ اس مثال میں ”پر“ حرف جار ہے۔ اسی طرح کو ”سے“ تک نے ساتھ وغیرہ حروف جار ہیں۔

حروف شرط:

وہ حروف جو کسی شرط کے لیے استعمال ہوں۔ مثلاً: اگر محنت کرو گے تو کامیابی ملے گی۔

اگر، اگرچہ، جب، جب تک، تا وقتیکہ، جوں ہی، حروف شرط ہیں۔

❖ درج ذیل حروف کی نشان دہی کریں۔

کی، جب تک، کہاں، کہ، کو، پر، اگر، کے

۱۱۔ مفہوم کو برقرار رکھتے ہوئے متفرق طریقوں سے عبارت یا جملوں میں تبدیلی کر کے مزید آگے بڑھانے کے لیے درج ذیل دو عبارت پڑھیں جن کا مفہوم ایک ہی ہے۔

عبارت ۱: ایک آدمی نے مہاڑی سے گرتے ہوئے درخت کی ایک شاخ مضبوطی سے تھام لی اور موت کے خوف سے نہ چھوڑی لیکن سخت مایوسی کے عالم میں شاخ ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ خوش قسمتی سے نیچے پانی کی ایک ندی تھی جس میں گرنے سے اُسے بہت معمولی چوٹیں آئیں۔

عہدات ۲: ایک شخص رات کی تاریکی میں جنگل میں ایک پہاڑی رستے پہ سفر کر رہا تھا۔ اچانک پاؤں پھسلنے سے وہ بلندی سے گر پڑا۔ گرتے گرتے اس نے ایک درخت کی شاخ پکڑ لی۔ وہ شاخ کو کافی دیر تک تھامے لٹکا رہا کہ اگر شاخ چھوٹ گئی تو نیچے گر کر مر جاؤں گا۔ آخر جب کوئی چارہ نظر نہ آیا تو انتہائی مایوسی کے عالم میں شاخ چھوڑ دی۔ خوش بختی کی بات یہ رہی کہ اس درخت کے نیچے صاف شفاف پانی کی ایک ندی بہہ رہی تھی۔ وہ آدمی اس میں جا کر۔ پانی میں گرنے کے باعث اُسے کوئی بڑی چوٹ نہ آئی اور وہ بچ گیا۔

سرگرمیاں



- ۱۔ اپنی پسند کے کسی مقامی اردو اخبار میں سے کوئی رسمی و غیر رسمی تحریر (کالم، خبر، رپورٹ، تبصرہ، تذکرہ، تجزیہ) وغیرہ غور سے پڑھیں، اس کی جزئیات کو سمجھیں اور اپنے ساتھی طلبہ کے ساتھ مختلف زاویوں، پہلوؤں سے اس پر تنقید و تبصرہ کریں۔
- ۲۔ اپنے کسی پسندیدہ ٹی وی چینل پر کوئی ایسا پروگرام، ڈراما یا خبر وغیرہ دیکھیں سنیں جس میں کسی اخلاقی، معاشی، معاشرتی یا ثقافتی پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہو اس کے بعد درج ذیل جدول مکمل کریں۔

ٹی وی چینل کا نام	پروگرام کا نام	وقت اور تاریخ	پروگرام کی نوعیت		
			معاشی	معاشرتی	ادبی
					اخلاقی

کوئی سے چار اہم نکات لکھیں۔

الف:..... ب:.....

ج:..... د:.....

آپ کی رائے:.....

س۔ کلاس میں دو طلبہ ایک خاکے کی صورت میں ”گاہک اور دکان دار بن کر“ ایمان داری اور سچائی کے اخلاقی موضوع کو عملی نمونے کے طور پر پیش کریں۔ اس سلسلے میں استاد محترم / استانی صاحبہ سے رہنمائی بھی لی جاسکتی ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

”سیرت النبی ﷺ“ کی جلد اول کا تعارف کرائیں کیوں کہ وہ شبلی نعمانی کی تحریر کردہ ہے۔ ”سیرت النبی ﷺ“ جلد اول پر استحصانی و تنقیدی گفتگو بھی کریں تاکہ طلبہ خود بھی کسی تحریر کے متعلق تنقیدی و استحصانی بحث میں حصہ لے سکیں۔





یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نظم / نثر کو فہم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالات (بر اور است، باد و اسط، کثیر الہمت) کے جوابات دے سکیں۔
- منثور / منظوم کلام سے متعلق اشارات اور اہم نکات سن کر ان کی فہم کا تجزیہ کر سکیں۔
- مباحثوں، مذاکروں میں موضوع کے حق یا مخالفت میں حصہ لے سکیں۔
- مختلف منظوم / منثور اصناف ادب پڑھ کر مصنفین کے طرز تحریر کی شناخت کر سکیں۔
- کہانی / مضمون / افسانے / ڈرامے کو پڑھ کر اس کے اجزا (پیرا گراف، اس کے کرداروں کا تعارف، ابتدا، منظر کا بیان، اختتام) کو شناخت کر سکیں۔
- کسی بھی نظم یا نثر کو پڑھ کر اس کے اہم نکات کا خلاصہ لکھ سکیں۔
- کسی بھی نظم / نثر کو پڑھ کر قاری کے نقطہ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے مرکزی خیال تحریر کر سکیں۔
- پڑھے گئے متن کے کسی حصے کو دہراتے ہوئے حوالوں اور دلائل کے ساتھ اظہار رائے کر سکیں۔
- مختلف حروف (عبدالست، تشبیہ، حسین، انبساط، نظیرین) کی نشان دہی کر سکیں۔

پڑھیں



شہر سے کوئی ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر پُر فضا باغوں اور پھلوں میں گھری ہوئی قریب قریب ایک ہی وضع کی بنی ہوئی عمارتوں کا ایک سلسلہ ہے جو دور تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ عمارتوں میں کئی چھوٹے بڑے دفتر ہیں جن میں کم و بیش چار ہزار آدمی کام کرتے ہیں۔ دن کے وقت اس علاقے کی چہل پھل اور گہما گہما عموماً گروں کی چار دیواریوں ہی میں محدود رہتی ہے۔ مگر صبح کو ساڑھے دس بجے سے پہلے اور سہ پہر کو ساڑھے چار بجے کے بعد وہ سیدھی اور چوڑی چنگی سڑک جو شہر کے بڑے دروازے سے اس علاقے تک جاتی ہے ایک ایسے دریا کا روپ دھار لیتی ہے جو پہاڑوں پر سے آیا ہو اور اپنے ساتھ بہت سا شمس و خاشاک بہا لایا ہو۔

گرمی کا زمانہ، سہ پہر کا وقت، سڑکوں پر درختوں کے سائے لمبے ہونے شروع ہو گئے تھے مگر ابھی تک زمین کی تپش کا یہ حال تھا کہ جوتوں کے اندر تلوے ٹھکے جاتے تھے۔ ابھی ابھی ایک چھڑکاؤ گاڑی گزری تھی۔ سڑک پر جہاں جہاں پانی پڑا تھا بخارات اٹھ رہے تھے۔ شریف حسین کلرک درجہ دوم، معمول سے کچھ سویرے دفتر سے نکلا اور اس بڑے پچانک کے باہر آکر کھڑا ہو گیا جہاں سے تانگے والے شہر کی سواریاں لے جایا کرتے تھے۔ گھر آئے ہوئے آدمی راستے تک تانگے میں سوار ہو کر جانا ایک ایسا لطف تھا جو اسے مہینے کے شروع کے چار پانچ روز ہی ملا کرتا تھا اور آج کا دن انہی مبارک دنوں میں سے ایک تھا۔ آج خلاف معمول تنخواہ کے آٹھ روز بعد اس کی جیب میں پانچ روپے کا نوٹ اور کچھ آنے پیسے پڑے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ اس کی بیوی مہینے کے شروع ہی میں بچوں کو لے کر میکے چلی گئی تھی اور گھر میں وہ اکیلا رہ گیا تھا۔ دن میں دفتر کے حلوائی سے دو چار پوریاں لے کر

کھالی تھیں اور اوپر سے پانی پی کر پیٹ بھر لیا تھا۔ رات کو شہر کے کسی سٹے سے ہوٹل میں جانے کی ٹھہرائی تھی۔ بس بے فکری ہی بے فکری تھی۔ گھر میں کچھ ایسا اٹنڈ تھا نہیں جس کی رکھوالی کرنی پڑتی۔ اس لیے وہ آزاد تھا کہ جب چاہے گھر جائے اور چاہے توساری رات سڑکوں پر گھومتا رہے۔

تھوڑی دیر میں دفاتروں سے کلرکوں کی ٹولیاں لٹختی شروع ہوئیں اور ان میں ٹائپسٹ، ریکارڈ کیپر، ڈسکچجر، اکاؤنٹنٹ، ہیڈ کلرک، سپرنٹنڈنٹ، غرض ادنیٰ و اعلیٰ ہر درجے اور حیثیت کے کلرک تھے۔ اور اسی لحاظ سے ان کی وضع قطع بھی ایک دوسرے سے جدا تھی۔ مگر بعض ٹائپ خاص طور پر نمایاں تھے۔ سائیکل سوار آدمی آستینوں کی قمیص، خاکی زین کے ٹیکر، اور چنبل پہنے، سر پر سولا ہیٹ رکھے، کلائی پر گھڑی ہاندھے، رنگ دار چشمہ لگائے، بڑی بڑی توندوں والے بابو، چھاتہ کھولے، منہ میں بیڑی، بغلوں میں فالتوں کے گھسے دبائے۔ ان فالتوں کو وہ قریب قریب ہر روز اس امید میں ساتھ لے جاتے کہ جو گتھیاں وہ دفتر کے غل غپاڑے میں نہیں سلجھا سکے۔ ممکن ہے گھر کی ایک سوئی میں ان کا کوئی حل سُوجھ جائے۔ مگر گھر پہنچتے ہی وہ گرمی کے کاموں میں ایسے الجھ جاتے کہ انھیں دیکھنے تک کا موقع نہ ملتا اور اگلے روز انھیں یہ مفت کا بوجھ جوں کا توں واپس لے آنا پڑتا۔

بعض منچلے تانگے، سائیکل اور چھاتے سے بے نیاز، ٹوپی ہاتھ میں، کوٹ کاندھے پر، گریبان کھلا ہوا، جسے مٹن ٹوٹ جانے پر انھوں نے سیفی پن سے بند کرنے کی کوشش کی تھی اور جس کے نیچے سے چھاتی کے گھسے ہال سپنے میں تڑب تڑ نظر آتے تھے۔ نئے رنگروٹ سستے، سِلے رلائے، ڈھیلے ڈھالے بد قطع سوٹ پہنے، اس گرمی کے عالم میں واسکٹ اور نکٹائی کا لریک سے لیس، کوٹ کی بالائی جیب میں دو دو تین تین فونٹین پن اور پنسلیں لگائے خراماں خراماں چلے آ رہے تھے۔

گوان میں سے زیادہ تر کلرکوں کی مادری زبان ایک ہی تھی مگر وہ لہجہ بگاڑ بگاڑ کر غیر زبان میں باتیں کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اس کی وجہ وہ طمانیت نہ تھی جو کسی غیر زبان پر قدرت حاصل ہونے پر اس میں باتیں کرنے پر آکساتی ہے بلکہ یہ کہ انھیں دفتر میں دن بھر اپنے افسروں سے اسی غیر زبان میں بولنا پڑتا تھا اور وہ باہم بات چیت کر کے اس کی مشق بہم پہنچا رہے تھے۔

ان کلرکوں میں ہر عمر کے لوگ تھے۔ ایسے کم عمر بھولے بھالے اور ناتجربہ کار بھی جن کی ابھی مسیں بھی پوری نہیں بیگی تھیں اور جنھیں ابھی سکول سے نکلے تین مہینے بھی نہیں ہوئے تھے اور ایسے عمر رسیدہ، جہاں ویدہ گھاگ بھی، جن کی ناک پر سالہا سال عینک کے استعمال کے باعث گہرا نشان پڑ گیا تھا اور جنھیں اس سڑک کے ہمارے چڑھاؤ دیکھتے دیکھتے پچیس پچیس، تیس تیس برس ہو چکے تھے۔ بیشتر کارکنوں کی پیٹھ میں گدی میں ذرا نیچے خم سا آگیا تھا اور کند آستروں سے متواتر داڑھی مونڈتے رہنے کے باعث ان کے گالوں اور ٹھوڑی پر بالوں میں جڑیں پھوٹ نکلی تھیں جنھوں نے بے شمار ننھی بکھنسیوں کی شکل اختیار کر لی تھی۔ پیدل چلنے والوں میں بہتیرے لوگ بخوبی جانتے تھے کہ دفتر سے ان کے گھر کو جتنے راستے جاتے ہیں ان کا فاصلہ کتنے ہزار قدم ہے۔ ہر شخص افسروں کے چڑچڑے پن یا ماتحتوں کی نالائقی پر نالاں نظر آتا تھا۔

ایک تانگے کی سواریوں میں ایک کی کمی دیکھ کر شریف حسین لپک کر اس میں سوار ہو گیا۔ تانگہ چلا اور تھوڑی دیر میں شہر کے دروازے کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ شریف حسین نے اکنی نکال کر کوچوان کو دی اور گھر کی بجائے شہر کی جامع مسجد کی طرف چل پڑا۔ جس کی سڑھیوں کے گرد گردہر روز شام کو کہنہ فروشوں اور سست مال بیچنے والوں کی دکانیں سجا کرتی تھیں اور میلہ سالکا کرتا تھا۔ دنیا بھر کی چیزیں اور ہر وضع اور ہر قماش کے لوگ یہاں ملتے تھے۔ اگر مقصد خرید و فروخت نہ ہو تو بھی یہاں آکر لوگوں کو چیزیں خریدتے، مول تول کرتے دیکھنا بہ جائے خود ایک پُر لطف تماشا تھا۔

شریف حسین لیکچر باز حکیموں، سنیا سیوں، تعویذ گندے بیچنے والے سیانوں اور کھڑے کھڑے تصویر اتار دینے والے فوٹو گرافروں کے

جگھٹوں کے پاس ایک ایک دو دو منٹ رکتا، سیر دیکھتا اس طرف جانکا جہاں کباڑیوں کی دکانیں تھیں۔

یہاں اسے مختلف قسم کی بے شمار چیزیں نظر آئیں۔ ان میں سے بعض ایسی تھیں جو اپنی اصلی حالت میں بلاشبہ صنعت کا اعلیٰ نمونہ ہوں گی مگر ان کباڑیوں کے ہاتھ پڑتے پڑتے یا تو ان کی صورت اس قدر مسخ ہو گئی تھی کہ پہچانی ہی نہ جاتی تھی یا ان کا کوئی حصہ ٹوٹ پھوٹ گیا تھا جس سے وہ بے کار ہو گئی تھیں۔ چینی کے ظروف اور گل دان، ٹیبل سپ، گھڑیاں، جلی ہوئی بیڑیاں، چوکھٹے، گراموفون کے گل پُرزے، جراحی کے آلات، ستار، ٹھس بھرا ہرن، پتیل کے لمڑھینگ، بدھ کا نیم قد مجسمہ۔۔۔۔۔

ایک دکان پر اس کی نظر سنگ مرمر کے ایک کٹڑے پر پڑی جو معلوم ہوتا تھا کہ مغل بادشاہوں کے کسی مقبرے یا بارہ دوری سے اکھاڑا گیا ہے۔ اس کا طول کوئی سوا فٹ تھا اور عرض ایک فٹ۔ شریف حسین نے اس کٹڑے کو اٹھا کر دیکھا۔ یہ کٹڑا ایسی نفاست سے تراشا گیا تھا کہ اس نے محض یہ دیکھنے کے لیے کہ بھلا کباڑی، اس کے کیا دام بتائے گا، قیمت دریافت کی۔

”تین روپے!“ کباڑی نے اس کے دام کچھ زیادہ نہیں بتائے تھے۔ مگر آخر اسے اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اس نے کٹڑا رکھ دیا اور چلنے لگا۔

”کیوں حضرت چل دیے؟ آپ بتائیے کیا بیچے گا!“

وہ رک گیا۔ اسے یہ ظاہر کرتے ہوئے شرم سی آئی کہ اسے اس چیز کی ضرورت نہ تھی اور اس نے محض اپنے شوقی تحقیق کو پورا کرنے کے لیے قیمت پوچھی تھی۔ اس نے سوچا دام اس قدر کم بناؤ کہ جو کباڑی کو منظور نہ ہوں۔ کم از کم وہ اپنے دل میں یہ تو نہ کہے گا کہ یہ کوئی لنگا ہے جو دکان داروں کا وقت ضائع اور اپنی حرص پوری کرنے آیا ہے۔

”ہم تو ایک روپیہ دیں گے۔“ یہ کہہ کر شریف حسین نے چاہا کہ جلد جلد قدم اٹھاتا ہو کباڑی کی نظروں سے اوجھل ہو جائے مگر اس نے اس کی مہلت ہی نہ دی۔

”اجی سنیے تو کچھ زیادہ نہیں دیں گے؟ سو روپیہ بھی نہیں۔۔۔ اچھالے جائیے۔“

شریف حسین کو اپنے آپ پر غصہ آیا کہ میں نے بارہ آنے کیوں نہ کہے۔ اب ٹوٹنے کے سوا کوئی چارہ ہی کیا تھا۔ قیمت ادا کرنے سے پہلے اس نے اس مرمیں کٹڑے کو اٹھا کر دوبارہ دیکھا بھالا کہ اگر ذرا سا بھی نقص نظر آئے تو اس سودے کو منسوخ کر دے۔ مگر وہ کٹڑا بے عیب تھا۔ نہ جانے کباڑی نے اسے اس قدر سستا کیوں بیچنا قبول کیا تھا۔

رات کو جب وہ کھلے آسمان کے نیچے اپنے گھر کی چھت پر اکیلا بستر پر کروٹیں بدل رہا تھا تو اس سنگ مرمر کے کٹڑے کا ایک مضرف اس کے ذہن میں آیا۔ خدا کے کارخانے عجیب ہیں۔ وہ بڑا غفور الرحیم ہے۔ کیا عجب اس کے دن پھر جائیں۔ وہ کلرک درجہ دوم سے ترقی کر کے سپرنٹنڈنٹ بن جائے اور اس کی تنخواہ چالیس سے بڑھ کر چار سو ہو جائے۔۔۔ یہ نہیں تو کم سے کم ہیڈ کلرک ہی سہی۔ پھر اسے سا جھے کے مکان میں رہنے کی ضرورت نہ رہے بلکہ وہ کوئی چھوٹا سا مکان لے لے اور اس مرمیں کٹڑے پر اپنا نام کندہ کر کے دروازے کے باہر نصب کر دے۔ مستقبل کی یہ خیالی تصویر اس کے ذہن پر کچھ اس طرح چھائی کہ یا تو وہ اس مرمیں کٹڑے کو بالکل بے مصرف سمجھتا تھا یا اب اسے محسوس ہونے لگا گو یا وہ ایک عرصے سے اس قسم کے کٹڑے کی تلاش میں تھا اور اگر اسے نہ خریدتا تو بڑی بھول ہوتی۔

شروع شروع میں جب وہ ملازم ہوا تھا تو اس کا کام کرنے کا جوش اور ترقی کا ولولہ انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ مگر دو سال کی سعی لا حاصل کے بعد رفتہ رفتہ اس کا یہ جوش ٹھنڈا پڑ گیا اور مزاج میں سکون آچلا تھا مگر سنگ مرمر کے کٹڑے نے پھر اس کے خیالوں میں ہل چل ڈال دی۔ مستقبل کے متعلق

طرح طرح کے خوش آئند خیالات ہر روز اس کے دماغ میں چکر لگانے لگے۔ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، دفتر جاتے، دفتر سے آتے، کوٹھیوں کے باہر لوگوں کے نام کے بورڈ دیکھ کر، یہاں تک کہ جب مہینہ ختم ہوا اور اسے تنخواہ ملی تو اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ سنگ مرمر کے ٹکڑے کو شہر کے ایک مشہور سنگ تراش کے پاس لے گیا۔ جس نے بہت چابک دستی سے اس پر اس کا نام کندہ کر کے کوٹوں میں چھوٹی چھوٹی خوش نما بلیں بنادیں۔ سنگ مرمر کے ٹکڑے پر اپنا نام کھدایا دیکھ کر اسے ایک عجیب سے خوشی ہوئی۔ زندگی میں شاید یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے اپنا نام اس قدر بجلی حروف میں لکھا ہوا دیکھا تھا۔

سنگ تراش کی دکان سے روانہ ہوا تو بازار میں کئی مرتبہ اس کا جی چاہا کہ کتبہ پر سے اس اخبار کو اتار ڈالے جس میں سنگ تراش نے اسے لپیٹ کر دیا تھا۔ اور اس پر ایک نظر اور ڈال لے مگر ہر بار ایک نامعلوم حجاب جیسے اس کے ہاتھ پکڑ لیتا۔ شاید وہ راہ چلتوں کی نگاہوں سے ڈرتا تھا کہ کہیں وہ اس کتبے کو دیکھ کر اس کے ان خیالات کو نہ بھانپ جائیں جو پچھلے کئی دنوں سے اس کے دماغ پر مسلط تھے۔

گھر کی پہلی سیزم پر قدم رکھتے ہی اس نے اخبار اتار پھینکا اور نظریں کتبے کی دل کش تحریر پر گاڑے دھیرے دھیرے سے سیزمیاں چڑھنے لگا۔ بالائی منزل میں اپنے مکان کے دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ جب سے چابی نکالی۔ قفل کھولنے لگا۔ پچھلے دو برس میں آج پہلی مرتبہ اس پر یہ انکشاف ہوا کہ اس کے مکان کے باہر ایسی کوئی جگہ ہی نہیں کہ اس پر کوئی بورڈ لگایا جاسکے۔ اگر جگہ ہوتی بھی تو اس قسم کے کتبے وہاں تھوڑا ہی لگائے جاتے ہیں۔ ان کے لیے تو بڑا سا مکان چاہیے جس کے پھانک کے باہر لگایا جائے تو آتے جاتے کی نظر پڑے۔

قفل کھول کر مکان کے اندر پہنچا اور سوچنے لگا کہ فی الحال اس کتبہ کو کہاں رکھوں۔ اس کے ایک حصہ مکان میں دو کوٹھریاں، ایک غسل خانہ اور ایک باورچی خانہ تھا۔ الماری صرف ایک ہی کوٹھری میں تھی مگر اس کے کواڑ نہیں تھے۔ بالآخر اس نے کتبے کو اس بے کواڑ کی الماری میں رکھ دیا۔ ہر روز شام کو جب وہ دفتر سے تھا ہار اوپس آتا تو سب سے پہلے اس کی نظر اس کتبہ ہی پر پڑتی۔ امیدیں اسے سبز باغ دکھاتیں اور دفتر کی مشقت کی ٹھکان کسی قدر کم ہو جاتی۔ دفتر میں جب کبھی اس کا کوئی ساتھی کسی معاملے میں اس کی رہنمائی کا بخویا ہوتا تو اپنی برتری کے احساس سے اس کی آنکھیں چمک اٹھتیں۔ جب کبھی کسی ساتھی کی ترقی کی خبر سنتا۔ آرزو میں اس کے سینے میں یہ جان پیدا کر دیتیں۔ افسر کی ایک ایک نگاہ لطف و کرم کا نشہ اسے آٹھ آٹھ دن رہتا۔

جب تک اس کی بیوی بچے نہیں آئے وہ اپنے خیالوں میں مگن رہا۔ نہ دوستوں سے ملتا نہ کھیل تماشاؤں میں حصہ لیتا۔ رات کو جلد ہی ہونٹل سے کھانا کھا کر گھر آ جاتا اور سونے سے پہلے گھنٹوں عجیب عجیب خیالی دنیاؤں میں رہتا، مگر ان کے آنے کی دیر تھی کہ نہ تو وہ فراغت ہی رہی اور نہ وہ سکون ہی ملا۔ ایک بار پھر گرہستی کے فکروں نے اسے ایسا گھیر لیا کہ مستقبل کی یہ سہانی تصویریں رفتہ رفتہ دھندلی پڑ گئیں۔

کتبہ سال بھر تک اسی بے کواڑ کی الماری میں پڑا رہا۔ اس عرصے میں اس نے نہایت محنت سے کام کیا۔ اپنے افسروں کو خوش رکھنے کی انتہائی کوشش کی مگر اس حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ اب اس کے بیٹے کی عمر چار برس کی ہو گئی تھی اور اس کا ہاتھ اس بے کواڑ کی الماری تک بہ خوبی پہنچ جاتا تھا۔ شریف حسین نے اس خیال سے کہ کہیں اس کا بیٹا کتبہ کو گراندے اسے وہاں سے اٹھالیا اور اپنے صندوق میں کپڑوں کے نیچے رکھ دیا۔

ساری سردیاں یہ کتبہ اسی صندوق ہی میں پڑا رہا۔ جب گرمی کا موسم آیا تو اس کی بیوی کو اس صندوق سے فالتو چیزوں کو نکالنا پڑا۔ چنانچہ دوسری چیزوں کے ساتھ بیوی نے کتبہ بھی نکال کر کاٹھ کے اس پرانے بکس میں ڈال دیا جس میں ٹوٹے ہوئے چوکھٹے، بے بال کے برش، بے کار صابن

دائیاں، ٹوٹے ہوئے کھلونے اور ایسی ہی دوسری چیزیں پڑی رہتی تھیں۔

شریف حسین نے اپنے مستقبل کے متعلق زیادہ سوچنا شروع کر دیا تھا۔ دفاتروں کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر وہ اس نتیجے پر پہنچ گیا تھا کہ ترقی لطفہ نہیں سے نصیب ہوتی ہے۔ کڑی محنت جھیلنے اور جان کھپانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس کی تنخواہ میں ہر دوسرے برس تین روپے کا اضافہ ہو جاتا جس سے بچوں کی تعلیم وغیرہ کا خرچ نکل آتا اور اسے زیادہ تنگی نہ اٹھانی پڑتی۔ پے در پے مایوسیوں کے بعد جب اس کو ملازمت کرتے بارہ برس ہو چکے تھے اور اس کے دل سے رفتہ رفتہ ترقی کے تمام ولولے نکل چکے تھے اور کتبے کی یاد تک ذہن سے محو ہو چکی تھی تو اس کے افسروں نے اس کی دیانت داری اور پرانی کارگزاری کا خیال کر کے اسے تین مہینے کے لیے عارضی طور پر درجہ اول کے ایک کلرک کی جگہ دے دی جو چھٹی جانا چاہتا تھا۔

جس روز اسے یہ عہدہ ملا اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس نے تانگے کا بھی انتظار نہ کیا بلکہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا پیدل ہی بیوی کو یہ مژدہ سنانے چل دیا۔ شاید تانگہ اسے کچھ زیادہ جلدی گھر نہ پہنچا سکتا!

اگلے مہینے اس نے نیا مگھر سے ایک سستی سی لکھنے کی میز اور گھومنے والی کرسی خریدی۔ میز کے آتے ہی اسے پھر کتبے کی یاد آئی اور اس کے ساتھ ہی اس کی سوئی ہوئی انگلیں جاگ اٹھیں۔ اس نے ڈھونڈ ڈھانڈ کے کاٹھ کی بیٹی میں سے کتبہ نکالا، صابن سے دھویا پونچھا اور دیوار کے سہارے میز پر لگا دیا۔

یہ زمانہ اس کے لیے بہت کٹھن تھا کیوں کہ اپنے افسروں کو اپنی برتر کارگزاری دکھانے کے لیے پچھٹی پر گئے ہوئے کلرک سے ڈگنا کام کرتا۔ اپنے ماتحتوں کو خوش رکھنے کے لیے بہت سامان کا کام بھی کر دیتا گھر پر آدمی رات تک فائلوں میں غرق رہتا۔ پھر بھی وہ خوش تھا۔ ہاں جب کبھی اسے اس کلرک کی واپسی کا خیال آتا تو اس کا دل بچھ سا جاتا۔ کبھی کبھی وہ سوچتا، ممکن ہے وہ اپنی چھٹی کی معیاد بڑھوا لے۔۔۔۔۔ ممکن ہے وہ بیمار پڑ جائے۔۔۔۔۔ ممکن ہے وہ کبھی نہ آئے۔

مگر جب تین مہینے گزرے تو نہ اس کلرک نے چھٹی کی معیاد بڑھوائی اور نہ بیمار ہی پڑا۔ اس کے بعد جو دن گزرے وہ اس کے لیے بڑی مایوسی اور افسردگی کے تھے۔ تھوڑی سی خوش حالی کی جھلک دیکھ لینے کے بعد اب اسے اپنی حالت پہلے سے بھی زیادہ اتر معلوم ہونے لگی تھی۔ اس کا جی کام میں مطلق نہ لگتا تھا۔ مزاج میں آکس اور حرکات میں سُستی سی پیدا ہونے لگی۔ ہر وقت بے زار بے زار سار ہوتا۔ نہ کبھی ہنستا، نہ کسی سے بولتا چلاتا۔ مگر یہ کیفیت چند دنوں سے زیادہ نہ رہی۔ افسروں کے تیور جلد ہی اسے راہِ راست پر لے آئے۔

اب اس کا بڑا لڑکا چھٹی میں پڑھتا تھا اور چھوٹا چھٹی میں اور منجھلی لڑکی ماں سے قرآن مجید پڑھتی، مینا پڑونا سیکھتی اور گھر کے کام کاج میں اس کا ہاتھ بٹاتی۔ باپ کی میز کرسی پر بڑے لڑکے نے قبضہ جما لیا۔ وہاں بیٹھ کر وہ اسکول کا کام کیا کرتا۔ چون کہ میز کے پلنے سے کتبہ گر جانے کا خدشہ رہتا تھا اور پھر اس نے میز کی بہت سی جگہ بھی گھیر رکھی تھی۔ اس لیے اس لڑکے نے اسے اٹھا کر پھر اسی بے کواڑ کی الماری میں رکھ دیا۔

سال پر سال گزرتے گئے۔ اس عرصے میں کتبے نے کئی جگہیں بدلیں۔ کبھی بے کواڑ کی الماری میں تو کبھی میز پر، کبھی صندوقوں کے اوپر تو کبھی چارپائی کے نیچے۔ کبھی بوری میں تو کبھی کاٹھ کے بکس میں۔ ایک دفعہ کسی نے اٹھا کر باورچی خانے کے اس بڑے طاق میں رکھ دیا جس میں روزمرہ استعمال کے برتن رکھے رہتے تھے۔

شریف حسین کی نظر پڑ گئی۔ دیکھا تو دھوکے سے اس کا سفید رنگ پیلا پڑ چلا تھا۔ اٹھا کر دھویا پونچھا اور پھر بے کواڑ کی الماری میں رکھ دیا۔ مگر چند

ای روز میں اسے پھر غائب کر دیا گیا اور اس کی جگہ وہاں کاغذی پھولوں کے بڑے بڑے گلے رکھ دیے گئے جو شریف حسین کے بڑے بیٹے کو کسی دوست نے اسے تحفے میں دیے تھے۔ رنگ پیلا پڑ جانے سے کتبہ الماری میں رکھا ہوا بد نما معلوم ہوتا تھا مگر اب کاغذی پھولوں کے سرخ سرخ رنگوں سے الماری میں جیسے جان پڑ گئی تھی اور ساری کوٹھری دھک اٹھی تھی۔

اب شریف حسین کو ملازم ہوئے پورے بیس سال گزر چکے تھے۔ اس کے سر کے بال نصف سے زیادہ سفید ہو چکے تھے اور پیٹھ میں گدی سے ذرا نیچے خم آگیا تھا۔ اب بھی کبھی کبھی اس کے دماغ میں خوش حالی اور فارغ البالی کے خیالات چکر لگاتے مگر اب ان کی کیفیت پہلے کی سی نہ تھی کہ خواہ وہ کوئی کام کر رہا ہو۔ تصورات کو اڑالے جاتی اور پھر بیٹی کی شادی، لڑکوں کی تعلیم، اس کے بڑھتے ہوئے اخراجات، پھر ساتھ ہی ساتھ ان کے لیے نوکریوں کی تلاش۔۔۔ یہ ایسی فکریں نہ تھیں کہ پل بھر کو بھی اس خیال کو کسی اور طرف بھٹکنے دیتیں۔

بچپن برس کی عمر میں اسے پنشن مل گئی۔ اب اس کا پینا ریل کے مال گودام میں کام کرتا تھا۔ چھوٹا کسی دفتر میں ٹائپسٹ تھا اور اس سے چھوٹا انٹرنس میں پڑھتا تھا۔ اپنی پنشن اور لڑکوں کی تنخواہیں سب ملا کر کوئی ڈیڑھ سو روپے ماہ وار کے لگ بھگ آمدنی ہو جاتی تھی جس میں باخوبی گزر ہونے لگی۔ علاوہ ازیں اس کا ارادہ کوئی چھوٹا موٹا بیوپار شروع کرنے کا بھی تھا مگر مندے کے ڈر سے ابھی پورا نہ ہو سکا تھا۔ اپنی کفایت شعاری اور بیوی کی سلیقہ مندی کی بادولت اس نے بڑے بیٹے اور بیٹی کی شادیاں خاصی دھوم دھام سے کر دی تھیں۔ ان ضروری کاموں سے نمٹ کر اس کے جی میں آئی کہ حج کر آئے مگر اس کی توفیق نہ ہو سکی۔ البتہ کچھ دنوں مسجدوں کی رونق خوب بڑھائی مگر پھر جلد ہی بڑھاپے کی کم زوریوں اور بیماریوں نے دہانا شروع کر دیا اور زیادہ تر چار پائی ہی پر پڑا رہنے لگا۔

جب اسے پنشن وصول کرتے تین سال گزر گئے تو جائزے کی ایک رات کو وہ کسی کام سے بستر سے اٹھا۔ گرم گرم لحاف سے نکلا تھا، پچھلے پہر کی سرد اور تند ہوا تیر کی طرح اس کی سینے میں گلی اور اسے نمونیا ہو گیا۔ بیٹوں نے اس کے بہترے علاج معالجے کرائے۔ اس کی بیوی اور بہنو، دن رات اس کی پٹی سے لگی بیٹھی رہیں مگر افاقہ نہ ہوا۔ وہ کوئی چار دن بستر پر پڑے رہنے کے بعد مر گیا۔

اس کی موت کے بعد اس کا بڑا بیٹا مکان کی صفائی کر رہا تھا کہ پرانے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے ایک بوری میں اسے یہ کتبہ مل گیا۔ بیٹے کو باپ سے بے حد محبت تھی۔ کتبے پر باپ کا نام دیکھ کر اس کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو بھر آئے اور وہ دیر تک ایک محبت کے عالم میں اس کی خطاطی اور نقش و نگار کو دیکھتا رہا۔ اچانک اسے ایک بات سوچھی جس نے اس کی آنکھوں میں چمک پیدا کر دی۔

اگلے روز کتبے کو ایک سنگ تراش کے پاس لے گیا اور اس سے کتبہ کی عبارت میں تھوڑی سی ترمیم کرائی اور پھر اسی شام اسے اپنے باپ کی قبر پر

نصب کر دیا۔

(آندہ)

غلام عباس اردو کے نامور افسانہ نگاروں میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ آپ امرتسر کے ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم لاہور سے حاصل کرنے کے بعد پندرہ سال کی عمر سے لکھنے کا آغاز کیا۔ بچوں کے لیے کتب لکھنے کے ساتھ ساتھ رسائل میں بہ طور معاون مدیر اپنے فرائض انجام دیے۔ محکمہ تعلقات عامہ اور ریڈیو پاکستان سے بھی منسلک رہے۔ آپ ترکی ادب سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے۔ آپ کی باوقار اور کامیاب تخلیقی زندگی اور ادبی خدمات کو سراہتے ہوئے حکومت پاکستان نے ”ستارہ امتیاز“ سے نوازا۔

پریم چند کے بعد آپ کو افسانہ نگاری میں عروج اور شہرت حاصل ہے۔ ”کتبہ“ آپ کا شاہکار ہے۔ آپ نے اپنے افسانوں میں حقیقت کی ترجمانی کی ہے آپ نے نہایت کمال سے عام افراد اور ان کے مسائل کو موضوع بنایا ہے۔ وہ عام سے موضوع پر اس خوب صورتی سے قلم اٹھاتے ہیں کہ تمام سماج ان کے افسانے کا کردار اور موضوع محسوس ہوتا ہے، آپ نے جب افسانہ نگاری کا آغاز کیا مغربی تعلیم اور تہذیب اپنا رنگ ہماری تخی اور لوگ کش کش کا شکار تھے کہ مشرقی روایات کو تھامے رکھیں یا نئی تہذیب کا دامن قہام لیں آپ نے اس کیفیت کو خوب صورت سے اپنے افسانوں میں پیش کیا ہے۔

آپ کا اسلوب بیان نہایت سادہ اور پُر اثر ہے۔ آپ افسانوں میں نفسیاتی تجزیہ موجود ہے۔ زبان کی صحت و صفائی کا افسانوں میں التزام ہے۔ آپ کے اسلوب نے معمولی موضوعات کو غیر معمولی بنا دیا۔ آپ کا قلم جذبات کے بہہ جانے عقل پسندی کا قائل رہا۔ آپ نے زندگی کے صحیح حقائق حقیقت پسندانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ یہی وجہ ہے آپ کے کردار ہماری زندگی کے جیتے جاگتے کردار ہوتے ہیں۔ آپ کے افسانوں میں ”آئندی“ ہائے چاندنی کی، کن رس، دھنک اور گوندنی والا کتے زیادہ مشہور ہیں۔

مشق



۱۔ مندرجہ ذیل میں سے درست جواب کے گرد دائرہ لگائیے۔

i۔ غلام عباس کا تعلق کس صدی سے ہے؟

الف۔ اٹھارویں ب۔ انیسویں ج۔ بیسویں د۔ اکیسویں

ii۔ غلام عباس کس ادب سے زیادہ متاثر تھے؟

الف۔ انگریزی ب۔ عربی ج۔ فارسی د۔ ترکی

iii۔ قواعد کے اعتبار سے ”کہ“ کون سا حرف ہے؟

الف۔ شرط ب۔ جاد ج۔ بیان د۔ تمنا

iv۔ ایسے حروف کو کیا کہیں گے جو ایک اسم کا تعلق دوسرے اسم سے ظاہر کریں؟

الف۔ حروف استفہام ب۔ حروف اضافت ج۔ حروف عطف د۔ حروف بیان

v۔ صنفِ نثر مضمون کتنے حصوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

الف۔ ایک ب۔ دو ج۔ تین د۔ چار

vi۔ غلام عباس کے اسلوب کی نمایاں خوبی کیا ہے؟

الف۔ جانب داری ب۔ حقیقت پسندی ج۔ معاشی کش مکش د۔ جذبات نگاری

۲۔ درج ذیل نثر پارے کو فہم کے ساتھ پڑھ کر دیے گئے سوالات کے جوابات دیں۔

”بچپن برس کی عمر میں اسے پنشن مل گئی۔ اب اس کا پیناریل کے مال گودام میں کام کرتا تھا۔ چھوٹا کسی دفتر میں ٹائپسٹ تھا اور اس سے چھوٹا انٹرنس میں پڑھتا تھا۔ اپنی پنشن اور لڑکوں کی تنخواہیں سب ملا کر کوئی ڈیڑھ سو روپے ماہ وار کے لگ بھگ آمدنی ہو جاتی تھی جس میں باخوبی گزر ہونے لگی۔ علاوہ ازیں اس کا ارادہ کوئی چھوٹا موٹا ہوپا شروع کرنے کا بھی تھا مگر مندرے کے ڈر سے ابھی پورا نہ ہو سکا تھا۔ اپنی کفایت شعاری اور بیوی کی سلیقہ مندی کی بدولت اس نے بڑے بیٹے اور بیٹی کی شادیاں خاصی دھوم دھام سے کر دی تھیں۔ ان ضروری کاموں سے نمٹ کر اس کے جی میں آئی کہ حج کر آئے مگر اس کی توفیق نہ ہو سکی۔ البتہ کچھ دنوں مسجدوں کی رونق خوب بڑھائی مگر پھر جلد ہی بڑھاپے کی کم زوریوں اور بیماریوں نے دہانا شروع کر دیا اور زیادہ تر چار پائی ہی پر گزارنے لگا۔ جب اسے پنشن وصول کرتے تین سال گزر گئے تو جائزے کی ایک رات کو وہ کسی کام سے بستر سے اٹھا۔ گرم گرم لحاف سے نکلا تھا، پچھلے پہر کی سرد اور تند ہوا تیر کی طرح اس کی سینے میں لگی اور اسے نمونیا ہو گیا۔ بیٹوں نے اس کے بہتیرے علاج معالجے کرائے۔ اس کی بیوی اور بہو، دن رات اس کی پٹی سے لگی بیٹھی رہیں مگر افاقہ نہ ہوا۔ کوئی چار دن بستر پر پڑے رہنے کے بعد مر گیا۔“

الف۔ شریف حسین کو کتنے برس کی عمر میں پنشن مل گئی؟

ب۔ پنشن ملنے کے وقت شریف حسین کے تینوں بیٹے کیا کر رہے تھے؟

ج۔ شریف حسین کوئی کاروبار شروع کیوں نہ کر سکا؟

د۔ آخری عمر میں شریف حسین کے چار پائی پر پڑے رہنے کا سبب کیا تھا؟

ز۔ شریف حسین کو نمونیا کیوں ہوا؟

و۔ ”اس کی بیوی اور بہو دن رات اس کی پٹی سے لگی بیٹھی رہیں“ اس جملے کا مفہوم لکھیں؟

ی۔ کتنے دن بیمار رہنے کے بعد شریف حسین مر گیا؟

۳۔ افسانہ

لغت میں افسانہ ایک جھوٹی کہانی کو کہتے ہیں ادبی اصطلاح میں یہ ایک ایسی کہانی ہے جو زندگی کا ایک جزو پیش کرتی ہے۔ افسانہ اختصار اور وحدت تاثر کی حامل ایک کہانی ہوتی ہے۔ افسانہ یا مختصر افسانہ کم سے کم آدھے گھنٹے میں پڑھا جانے والا ایسا قصہ ہوتا ہے جس میں کسی ایک واقعہ یا زندگی کے کسی ایک پہلو کو اختصار اور دلچسپی کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

افسانہ کے اجزائے ترکیبی: پلاٹ، کردار، نقطہ نظر یا مرکزی خیال، مکالمہ، آغاز و اختتام، اسلوب بیان

۴۔ طلبہ سے ”کتبہ“ کے درج ذیل اہم نکات اور اشارات کی بلند خوانی کرائی جائے۔ ان نکات اور اشارات کو سن کر ہر طالب علم جزئیات نگاری اور موضوع کا اپنے اپنے طور پر تجزیہ پیش کرے۔

سرکاری عمارتیں

دفتر سے چھٹی

مختلف کٹرکوں کے خطے

شریف حسین کا گھر کے بجائے جامع مسجد جانا

کباڑی کی دکان سے کتبہ خریدنا
کتبے سے متعلق مستقبل کی خیالی تصاویر بنانا
سینئر کلرک کی جگہ تعیناتی اور مستقبل کی منصوبہ بندی کرنا
کتبے کی جگہوں کی تبدیلی
بچوں کی ملازمت، شادی اور دیگر خانگی ذمہ داریاں
خواہشات کی تکمیل نہ کر سکرنا
موت کا شکار ہونا اور کتبے کا قبر پر نصب ہونا

۵۔ افسانہ ”کتبہ“ آپ نے پڑھا۔ استاد محترم کی راہ نمائی سے غلام عباس کے اسلوب تحریر پر مختصر انداز میں روشنی ڈالیے۔

۶۔ ”کتبہ“ افسانے کے درج ذیل اقتباس کو پڑھ کر اس کے اجزا (ابتدا، مناظر کا بیان اور اختتام) کو شناخت کریں۔

شہر سے کوئی ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر پُر فضا باغوں اور پھلواریوں میں گھری ہوئی قریب قریب ایک ہی وضع کی بنی ہوئی عمارتوں کا ایک سلسلہ ہے جو دور تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ عمارتوں میں کئی چھوٹے بڑے دفتر ہیں جن میں کم و بیش چار ہزار آدمی کام کرتے ہیں۔ دن کے وقت اس علاقے کی چہل پہل اور گہما گہما عموماً گروں کی چار دیواریوں ہی میں محدود رہتی ہے۔ مگر صبح کو ساڑھے دس بجے سے پہلے اور سہ پہر کو ساڑھے چار بجے کے بعد وہ سیدھی اور چوڑی چٹکی سڑک جو شہر کے بڑے دروازے سے اس علاقے تک جاتی ہے ایک ایسے دریا کا روپ دھار لیتی ہے جو پہاڑوں پر سے آیا ہو اور اپنے ساتھ بہت ساخس و خاشاک بہا لایا ہو۔ گرمی کا زمانہ، سہ پہر کا وقت، سڑکوں پر درختوں کے سائے لمبے ہونے شروع ہو گئے تھے مگر ابھی تک زمین کی تپش کا یہ حال تھا کہ جوتوں کے اندر تلوے جھلنے جاتے تھے۔ ابھی ابھی ایک چمڑ کا ڈگڈی گزری تھی۔ سڑک پر جہاں جہاں پانی پڑا تھا بخارات اٹھ رہے تھے۔

۷۔ اہم نکات کو مد نظر رکھتے ہوئے افسانہ کتبہ کا خلاصہ تحریر کریں۔

۸۔ افسانہ کتبہ کا مرکزی خیال لکھیں۔

۹۔ شیخ جمن کو بھی اپنی عظیم الشان ذمہ داری کا احساس ہوا۔ اس نے سوچا، میں اس وقت انصاف کی اونچی مسند پر بیٹھا ہوں۔ میری آواز اس وقت حکم خدا ہے اور خدا کے حکم میں میری نیت کو مطلق دخل نہ ہونا چاہیے، حق اور راستی سے جو بھر ملتا بھی مجھے دنیا اور دین ہی میں سیاہ بنادے گا۔ پنچایت شروع ہوئی، فریقین نے اپنے حالات بیان کیے، جرح ہوئی، شہادتیں گزریں۔ فریقین کے مددگاروں نے بہت کھینچ تان کی، جمن نے بہت غور سے سنا اور تب فیصلہ سنایا۔ ”الگو چودھری اور سمجھو سیٹھ، پنچوں نے تمہارے معاملے پر غور کیا ہے سمجھو کو تیل کی پوری قیمت دینا واجب ہے، جس وقت تیل ان کے گھر آیا، اس کو کوئی بیماری نہ تھی اگر قیمت اسی وقت دے دی گئی ہوتی تو آج سمجھو اسے واپس لینے کا ہرگز تقاضا نہ کرتے۔ رام دھن مصر نے کہا: ”قیمت کے علاوہ ان سے تاوان بھی لیا جائے، سمجھو نے تیل کو دوڑا دوڑا کر مار ڈالا۔“

جمن نے کہا: ”اس کا اصل معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔“

گوڈر شاہ نے کہا سمجھو کے ساتھ کچھ رعایت ہونی چاہیے۔ ان کا بہت نقصان ہوا ہے اور اپنے کیے کی سزا مل چکی ہے۔

❖ مندرجہ بالا اقتباس پر ہم چند کے افسانے ”پنچایت“ سے منتخب کیا گیا ہے۔ شیخ جمن کا کردار آپ کو کیسا لگا، اپنی رائے کا اظہار کریں۔



اس سبق کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- کام/اہم بات درمیان سے من کر اپنے حافظے سے تسلسل کے ساتھ اہم نکات بتا سکیں اور مہارت کو درست تلفظ اور لب و لہجے کے ساتھ ادا کر سکیں۔
- مصنف/شاعر کی تکنیک، مقصد اور اسلوب پر مبنی سوالات کے جوابات دے سکیں۔ نظم و نثر کو فہم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالات کے جوابات دے سکیں۔
- افسانوی/غیر افسانوی انتخاب پڑھ کر اس میں موجود معلومات اخذ کرتے ہوئے استعمال کر سکیں۔
- مختلف نثری اصناف ادب (کہانی، داستان، افسانہ، ڈراما اور ناول) پڑھ کر اس کی طرزِ تحریر سے آگاہ ہو سکیں۔
- پڑھے گئے متن کے کسی حصے کو دہراتے ہوئے حوالوں اور دلائل کے ساتھ اظہارِ رائے کر سکیں۔
- متعلقہ معلومات کی فراہمی کے لیے مختلف دستاویزی فارم مثلاً: داخلہ فارم، شناختی کارڈ فارم، ریلے سے رعایت کرایہ فارم، مختلف رجسٹریشن فارمز، رکنیت فارم، پاسپورٹ فارم، بینک اکاؤنٹ فارم، قومی بچت فارم، خدمات افادی فارم وغیرہ پُر کر سکیں۔
- عالمی ثقافتوں، معاشرتی، معاشی و سماجی رابطوں کے لیے تمہارے گھر پر سکین اور ان سے معلومات حاصل کر سکیں۔
- مختلف حروف (تروید، اضرب، سحیح، استعجاب، قسم، عطف، علت) کی نشان دہی اور استعمال کر سکیں۔

پڑھیں



میں جب ارد گرد دیکھتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں۔ میرے چاروں طرف بے شمار درخت ہیں۔ ہر درخت میں کسی نہ کسی شخص نے پناہ لے رکھی ہے اور اس کا بھیڑیا کھڑا غرا رہا ہے۔ بہت دیر سے میں نے ایک درخت میں پناہ لے رکھی ہے۔ میں اب تھک چکا ہوں اور میری یہ خواہش ہے کہ نیچے اتروں لیکن کم بخت بھیڑیا مجھے اترنے نہیں دیتا۔ وہ نیچے کھڑا مجھے مسلسل خوف ناک نظروں سے دیکھ رہا ہے اور اس انتظار میں ہے کہ میں کب اتروں گا اور وہ مجھے چیر پھاڑ کر کھا جائے گا۔

جس درخت پر اب میرا مسکن ہے۔ یہ ایک عجیب سا درخت ہے بل کہ اگر میں اسے جادو کا درخت کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔ میں یہاں جو بھی خواہش کرتا ہوں وہ فوراً پوری ہو جاتی ہے؛ اگر نرم اور گرم بستر کے بارے میں سوچوں تو وہ میرے قریب بچھ جاتا ہے؛ آگتا جاؤں تو میرے سامنے ایک شاندار ٹی وی سیٹ آ جاتا ہے؛ جس کے اسٹیریو اسپیکرز ہوتے ہیں اور جو دنیا کا ہر اسٹیشن پکڑ کر سکتا ہے، اگر کسی بھی کھانے کے لیے میرا جی چاہے تو وہ فوراً حاضر ہوتا ہے۔ یہاں سب کچھ ہے ہر طرح کی آسائشیں ہیں لیکن یہاں جس چیز کی کمی ہے اور جس چیز کے لیے میں تڑپ رہا ہوں وہ ہے آزادی لیکن یہ آزادی مجھ سے قربانی کا تقاضا کرتی ہے اور قربانی، یہ کہ مجھے نیچے اترنا پڑے گا اور بھیڑیے کو ہلاک کرنا ہوگا لیکن مجھ میں اتنی جرات نہیں، میں بھیڑیے سے خوف زدہ ہوں اور وہ مجھ سے زیادہ طاقت ور ہے۔

کبھی کبھی جب میں اس وقت کو یاد کرتا ہوں جب بھیڑیا میرا پیچھا کر رہا تھا، تو میرا پسینہ چھوٹ جاتا؛ ایک سنسنی سی جسم میں پھیل جاتی ہے، دل ڈوبنے لگتا ہے۔ تب میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اگر یہ درخت میرے سامنے نہ آتا اور مجھے پناہ نہ دیتا تو بھیڑیا کب کا مجھے ہلاک کر چکا ہوتا۔

مالیوسی کے اس گھپ اندھیرے میں کبھی کبھار اس بات پر بھی خوش ہو جاتا ہوں کہ درخت کافی اونچا ہے اور میں یہاں ہر طرح سے محفوظ ہوں اور بھیڑیا میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ دن کے وقت تو میری حالت ٹھیک رہتی ہے، کوئی نہ کوئی مصروفیت نکل آتی ہے لیکن جوں ہی رات ہوتی ہے، ایک عجیب سی اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سو جاتا ہوں تو خوف ناک خواب مجھے ڈراتے ہیں۔ ایک قیامت سی مجھ پر گزرتی ہے، تمام جسم تھکا ہوتا ہے اور ایک ایک انگ یوں ڈکھ رہا ہوتا ہے جیسے کسی نے چابک سے مجھے سخت مارا ہو۔

اکثر میں سوچتا ہوں کہ میں کب تک اس عذاب میں مبتلا رہوں گا، کب تک انتظار کروں گا کہ بھیڑیا بھوک سے مر جائے لیکن وہ بہ جائے مرنے کے پہلے سے زیادہ طاقت ور ہو جاتا ہے۔

ایک صبح جب میری آنکھ کھلتی ہے تو اچانک درخت کے گھنے پتوں سے مجھے کسی اور کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔ خوف سے ایک تیزی چنچ میرے منہ سے نکلتی ہے اور مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ بھیڑیا بالآخر اپنی کوشش میں کامیاب ہو ہی گیا۔ پھر میری حیرت کی انتہا نہیں رہتی، جب مجھے پتہ چلتا ہے کہ وہ میرے ہی جیسا ایک شخص ہے، پریشان اور گھبرایا ہوا۔ اس اجنبی نے درخت پر ایک اور بھیڑیے کے خوف سے پناہ لے رکھی ہے۔ اس کا بھیڑیا بھی نیچے کھڑا غرا ہوا تھا۔ درخت پر پہنچے گاڑ رہا ہے لیکن تمام کوششوں کے باوجود اونچے درخت پر چڑھ نہیں پاتا۔

ہم دونوں لوگ ہیں جو اپنے اپنے بھیڑیوں سے خوف زدہ ہیں۔ باوجود یہ کہ درخت میں ہمارے لیے ہر طرح کی آسائشیں موجود ہیں لیکن ہم ان آسائشوں سے خوش نہیں، جبر اور اکتاہٹ کا احساس دن بہ دن ہمیں کھائے جا رہا ہے۔ اب تو ہمیں رات کو نیند بھی نہیں آتی جوں ہی آنکھ لگتی ہے بھیڑیے کا خوف ناک چہرہ ہمیں دوبارہ جگا دیتا ہے۔ کم بخت اب ہمارے خوابوں میں بھی گھس گیا ہے وہ ہمیں یہاں سکون سے رہنے نہیں دیتا۔

ہم دونوں کے بھیڑیے اکثر اپنی جگہ خاموش بیٹھے رہتے ہیں لیکن کبھی کبھی ان دونوں پر ایسا جنون سوار ہو جاتا ہے کہ وہ درخت پر حملہ کر دیتے ہیں اس کے موٹے تنے پر دانت اور پنچے گاڑ دیتے ہیں اور اس وقت خوف ناک سی غراہٹ ہوتی ہے۔

دونوں کے بھیڑیوں کا یہ اچانک کا باؤ لاپن ہمیں مزید ڈراتا ہے لیکن ایک بات یہ ہے ہم دونوں کے بھیڑیوں کا تعلق اپنے اپنے آدمی سے ہے۔ میرے ساتھی کا بھیڑیا مجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اور میرا بھیڑیا اس سے، خاص بات یہ ہے کہ دونوں بھیڑیے بھی ایک دوسرے سے لا تعلق رہتے ہیں اور ہم اس بات سے حیران ہوتے ہیں۔

ایک دن کافی سوچ بچار کے بعد ہم دونوں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم دونوں نیچے اتریں گے اور اپنے اپنے بھیڑیے سے مقابلہ کریں گے جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا ورنہ یہ عذاب کی زندگی کب تک ہم گزاریں گے تب ہم دونوں آنکھیں بند کر کے نیچے کودنے کا ارادہ کرتے ہیں میرا ساتھی تو کود جاتا ہے مگر میں اپنی بزدلی کے باعث ایسا نہیں کر پاتا اور اپنی جگہ بیٹھا رہ جاتا ہوں۔

اس کا بھیڑیا جوں ہی اسے نیچے دیکھتا ہے تو فوراً اس کی طرف لپکتا ہے اور اس پر حملہ آور ہوتا ہے۔ میرا بھیڑیا بھی خبردار ہو جاتا ہے اور اس کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن جب میں نیچے نہیں اترتا تو وہ غصے سے آگ بگولہ ہو جاتا ہے اور پاگلوں کی طرح درخت کے موٹے تنے کے ساتھ لڑنا شروع کر دیتا ہے اس سے پیشتر کہ میرے ساتھی کا بھیڑیا اسے زمین پر گرائے وہ اس چھوٹی سی شاخ سے بھیڑیے کو مارتا ہے جو اس نے درخت سے توڑی ہوتی ہے۔ اس کا بھیڑیا اس وقت زمین پر گرتا ہے اور چند ہی لمحوں میں مر جاتا ہے۔

میرا ساتھی اب آزاد ہے۔ اس نے اپنی بہادری سے آزادی حاصل کر لی لیکن میں اب تک اس پرانے عذاب میں مبتلا ہوں اور خود کو کوس رہا ہوں۔ میرا بھیڑیا اب پہلے سے زیادہ خوف ناک ہو جاتا ہے۔ وہ وحشی بن چکا ہے اور ہر وقت درخت سے ٹکراتا رہتا ہے شاید اس کا یہ خیال ہے کہ اس طرح میں درخت سے نیچے گر پڑوں گا یا درخت ٹوٹ جائے گا۔ مگر میں نے ہر وقت درخت کی شاخوں کو مضبوطی سے پکڑا ہوتا ہے اور مارے خوف کے میرا جسم پسینے میں ڈوبا ہوتا ہے دن ہو یا رات میں مسلسل بھیڑیے کو بدعائیں بھی دیتا ہوں لیکن وہ کم بخت ہے کہ باز نہیں آتا۔

میرا ساتھی مسلسل مجھے آوازیں دیتا ہے۔ وہ قسمیں کھاتا ہے۔ ”اگر تم نیچے اترو تو بھیڑیا، تمہارا کچھ نہیں بگاڑے گا وہ بہت کم زور ہے تم اسے آسانی سے مار سکتے ہو۔ لیکن مجھے اس کی بات پر یقین نہیں اور اوپر کھڑا خوف سے کانپ رہا ہوتا ہوں۔ اب چند ایسے واقعات شروع ہو جاتے ہیں کہ مجھے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ میں بالآخر مر جاؤں گا۔ اچانک درخت میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ میں فوراً نیچے دیکھتا ہوں کہ بھیڑیے نے اسے ہلایا تو نہیں لیکن بھیڑیا اپنی جگہ لیٹا ہوتا ہے۔ یہ کیا؟

میں چیخ اٹھتا ہوں درخت لحد بہ لحد چھوٹا ہو رہا ہے میں مارے گھبراہٹ کے درخت کی موٹی شاخوں پر زور زور سے اچھلتا ہوں کہ ہو سکتا ہے اس طرح سے درخت رک جائے لیکن درخت نہیں رکتا اور چھوٹا ہوتا جاتا ہے۔ اب ایک دوسری چیز مجھے مزید خوف زدہ کرتی ہے۔ بھیڑیا بھی بڑا ہو رہا ہے اور تھوڑی دیر میں ایک تیل جتنا بڑا ہو جاتا ہے۔

میں چیختا ہوں، چلاتا ہوں، درخت کے اندر ادھر ادھر بھاگتا ہوں، لیکن بے سود۔ اب میں خود کو ذہنی طور پر موت کے لیے تیار کر لیتا ہوں اور ارد گرد کی تمام چیزوں کو الوداعی نظروں سے دیکھتا ہوں۔ بھیڑیا اور میں لحد بہ لحد ایک دوسرے کے قریب آ رہے ہیں۔

میرا ذہن اب بالکل ماؤف ہے، میری آنکھیں بند ہیں اور میں پھانسی چڑھنے والے اس مجرم کی طرح موت کو خوش آمدید کہہ رہا ہوں جس کی گردن میں رسی کا پھندا ڈالا جا چکا ہے اور جواب اس انتظار میں ہے کہ جلاد کب لیو رکھنے لگے گا۔ میں اس وقت اگر کوئی آوازیں سن رہا ہوں تو وہ صرف میرے ساتھی کی ہیں۔ جو نیچے سے مجھے ہلارہا ہے کہ خدا را نیچے اترو۔ تم بھیڑیے سے زیادہ طاقت ور ہو۔ بھیڑیا یوں ہی ایک خوف ہے، روٹی کا ایک پہاڑ ہے جسے تم ایک ہی ٹھوک سے اپنے راستے سے ہٹا سکتے ہو۔ بالآخر میں ہمت کرتا ہوں اور درخت سے نیچے کودتا ہوں۔ میرا بھیڑیا جوں ہی مجھے اپنے سامنے پاتا ہے مجھ پر حملہ کر دیتا ہے لیکن پیشتر اس کے کہ وہ مجھے ہلاک کر دے، میں اسے ایک اس پتلی اور نازک سی شاخ سے مارتا ہوں جو میں نے درخت سے توڑی ہوتی ہے ہاتھی جیسا بڑا بھیڑیا دھڑام سے نیچے گرتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے مر جاتا ہے۔ اب میں آزاد ہوں۔

کتنی حسین ہے آزادی۔ کتنا خوب صورت ہے اس کا احساس، میں خوشی سے چیخ اٹھتا ہوں، رقص کرتا ہوں، دیوانوں کی طرح اچھلتا ہوں۔ کچھ دیر کے بعد جب میرا جوش کچھ کم ہو جاتا ہے تو اپنے ساتھی کی طرف دیکھتا ہوں تاکہ اس کا شکریہ ادا کروں لیکن میرا ساتھی اپنی جگہ موجود نہیں ہوتا۔ میں جب ارد گرد دیکھتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں۔ میرے چاروں طرف بے شمار درخت ہیں۔ ہر درخت میں کسی نہ کسی شخص نے پناہ لے رکھی ہے اور اس کا بھیڑیا کھڑا غرارہا ہے۔

اب میں زور زور سے ہنستا ہوں، قہقہے لگاتا ہوں اور ان سادہ اور معصوم لوگوں کی طرف بڑھتا ہوں جو ناحق اپنے بھیڑیوں سے خوف زدہ ہیں۔

(ندی کی پیاس)

خطہ بلوچستان سے تعلق رکھنے والے نام ور صحافی، افسانہ نگار اور قانون دان فاروق سرور ۱۹۶۲ء میں کوئٹہ میں پیدا ہوئے۔ کوئٹہ ہی سے ایم اے انگریزی اور ایل ایل بی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ روزنامہ جنگ سمیت متعدد اخبارات میں کالم نگاری بھی کرتے ہیں۔ متعدد کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ پشتو زبان میں بھی لکھتے ہیں۔ طبع شدہ پندرہ کتابوں میں سے تین پشتو زبان میں ہیں۔ پشتو افسانوں کا ایک مجموعہ ”نمدی کی پیاس“ اردو ترجمے کی صورت میں بھی شائع ہو کر صاحبان علم و فن سے داد و تحسین حاصل کر چکا ہے۔ بلوچستان ناٹمز، روزنامہ جنگ اور روزنامہ باخیر کوئٹہ میں انگریزی، اردو کالم لکھتے رہے ہیں۔

فاروق سرور کے افسانوں میں علامتی رنگ غالب ہے۔ ماحول کا جبر اور اندر کا خوف ان کے افسانوں میں اپنے ایک خاص معروض کی عکاسی کرتا ہے۔ فاروق سرور ۲۰۲۱ء سے حکومت بلوچستان میں بہ طور اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ پاکستان ٹیلی ویژن میں بہ طور اداکار اور مصنف کے بھی کام کیا۔ حکومت بلوچستان کی طرف سے تین بار آپ کی تصنیف کو ”بہترین کتاب“ کے اعزاز سے نوازا گیا۔ ”ساگوان، ناول لکھنے پر اکادمی ادبیات اسلام آباد کی جانب سے خوش حال خان ٹینک ایوارڈ“ بھی اپنے نام کر چکے ہیں۔ ۲۰۱۸ء میں اپنی علمی ادبی خدمات پر صدارتی ایوارڈ، پرائڈ آف پرفارمنس حاصل کیا۔ ان ایوارڈز کے علاوہ بھی مختلف اداروں نے متعدد ایوارڈ سے نوازا ہے۔ آپ کی کتابوں میں دریاء، لیو، نمدی کی پیاس، سکارواتی، ادب سیر، ساگوان، بھیڑیا اور مجرم کے علاوہ دیگر تصانیف شامل ہیں۔

مشق



۱۔ افسانے کی مندرجہ ذیل عبارت کو ایک طالب علم درست تلفظ، آہنگ، اتار چڑھاؤ اور تاثر کے ساتھ پڑھے۔ عبارت کو سننے کے بعد ہر طالب علم اپنے حافظے سے تسلسل کے ساتھ پورے افسانے کے اہم نکات باری باری بیان کریں۔

”ایک دن کافی سوچ بچار کے بعد ہم دونوں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم دونوں نیچے آئیں گے اور اپنے اپنے بھیڑیے سے مقابلہ کریں گے جو بھی ہو گا دیکھا جائے ورنہ یہ عذاب کی زندگی کب تک ہم گزاریں گے۔ تب ہم دونوں آنکھیں بند کر کے نیچے کودنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ میرا ساتھی تو کود جاتا ہے مگر میں اپنی بزدلی کے باعث ایسا نہیں کر پاتا اور اپنی جگہ بیٹھا رہتا ہوں۔“

۲۔ علامت کے لغوی معنی

نشان، اشارہ، شاخت کے ہیں۔ ادبی اصطلاح کے طور پر علامت اسے کہتے ہیں جب کسی شے یا حقیقت کو کسی مجازی مفہوم یا معنی میں ادایا ظاہر کیا جائے۔ علامت نگاری کا لفظ، انگریزی کے لفظ (Symbolism) کے متبادل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ادب میں علامتیں مختلف طریقوں اور ذرائع سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً: معاشرے سے، ذاتی تجربے سے۔ ہمارے ہاں علامت نگاری کی روایت انگریزی ادب سے آئی ہے۔ فاروق سرور نے ”بھیڑیا“ افسانے میں بڑی کامیابی کے ساتھ مختلف علامتوں کے استعمال کی تکنیک اور اسلوب کو استعمال کیا ہے۔ گویا کہ مقصد یہ ہے کہ ہر انسان اپنے خوف کے خول میں بند ہے لیکن اس خوف پر قابو پانے کے لیے تھوڑی سی ہمت درکار ہے پھر یہ بھیڑیا اپنی موت آپ مر جائے گا۔ الغرض انسان کو شش اور ہمت کرے تو اپنے اندر کے ہر خوف کے بھیڑیے کو باسانی مار سکتا ہے۔

گزشتہ سطور میں درج عبارت کو غور سے پڑھیں اور افسانے کی اس تکنیک، مقصد اور اسلوب پر مبنی درج ذیل سوالوں کے جواب دیں۔

امیر ہو یا غریب، اچھا ہو کہ بُرا۔ خواہ سو جاؤ، خواہ کھیل لو، چاہے بیٹھ جاؤ، چاہے کھڑے رہو۔

ہو یا، ہو کہ، خواہ، چاہے حروف تردید ہیں۔

حروف اضرب:

ایک بات کو ترقی دے کر اعلیٰ کو ادنیٰ یا ادنیٰ کو اعلیٰ بنانے کے موقع پر استعمال ہونے والے حروف مثلاً: وہ انسان نہیں بلکہ حیوان ہے بلکہ حرف اضرب ہے۔

حروف تسبیہ:

وہ حروف جو خبردار کرنے اور ڈرانے کے لیے استعمال ہوں۔ مثلاً: خبردار، زنبھار، دیکھنا، سنو وغیرہ

حروف استعجاب:

تعجب اور حیرانی کے موقع پر استعمال ہونے والے حروف۔ اللہ اللہ۔ اللہ اکبر۔ حاشا کلا۔ اوہو وغیرہ

حروف قسم:

وہ حروف جو قسم کھانے کے لیے استعمال ہوں جیسے: یہ خدا، واللہ، وغیرہ

حروف عطف:

دو اسموں یا دو جملوں کو ملانے والے حروف۔ مثلاً: اور، و، نیز وغیرہ

حروف علت: کسی وجہ یا سبب کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہونے والے حروف، کیوں کہ، چون کہ، تاکہ، لہذا، اس لیے

❖ مندرجہ حروف کی اقسام پر مشتمل پانچ سے سات منٹ کی ایک تقریر تیار کریں اور اپنے دیگر ساتھی طلبہ کے سامنے پیش کریں۔

سرگرمیاں



۱۔ لوک کہانی کسی بھی ملک یا علاقے کے معاشرتی، ثقافتی، معاشی اور سماجی حالات کی عکاس ہوتی ہے۔ لائبریری سے چینی لوک کہانیوں، پاکستانی لوک

کہانیوں، افریقہ کی لوک کہانیوں پر مشتمل ایک ایک کتاب جاری کروائیں۔ ان تحریروں کو پڑھ کر مختلف ثقافتوں سے متعلق معلومات حاصل کریں۔

۲۔ سبق خوانی سے قبل چند طلبہ مل کر اس افسانے کی کہانی کی ڈرامائی تشکیل کریں۔ ڈرامائی تشکیل کے حوالے سے استاد محترم سے بھی رہنمائی حاصل کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

• سبق خوانی سے قبل طلبہ کو اردو افسانے میں حقیقت نگاری، روایت اور علامت نگاری کی روایت سے آگاہ کریں۔

• طلبہ کو بتائیں کہ کس طرح بیسویں صدی عیسوی میں اردو افسانے سے انگریزی افسانے کے زیر اثر آغاز و ارتقاء کی منزلیں طے کرنا شروع کیں اور

طلبہ کو یہ بھی بتائیں کہ درج ذیل افسانہ نگاروں نے اردو ادب میں کس طرح کے افسانے لکھے۔

پریم چند، باجرا سرور، اشفاق احمد، احمد ندیم قاسمی





اس سبق کی تدوین کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- کلام / بات کو آغاز اور میان سے سن کر نظم و منثر کے مرکزی خیال، نکتے یا تصور تک رسائی حاصل کر کے سیاق و سباق کو سمجھنے ہوئے موضوع بیان کر سکیں۔
- کسی بات، پیغام، کلام، نشریات، کہانی، مکالمے کو سن کر دہرا سکیں۔
- مرکب ناقص، مرکب تام (جملہ اسید، جملہ فعلیہ) کی شناخت، امتیاز کر کے تحریر میں استعمال کر سکیں۔
- پڑھے ہوئے ڈرامے کو محاورات، ضرب الامثال کا استعمال کرتے ہوئے کہانی میں تبدیل کر سکیں اور پڑھی ہوئی کہانی / افسانے کی ڈرامائی تشکیل کر سکیں۔
- کسی ڈرامے کو پڑھتے ہوئے اس میں موجود مکالمے کو کردار کے مطابق تاثر کے ساتھ ادا کر سکیں۔
- ہدایات و اشارات کے مطابق کسی نلویہ اقتباس (منظوم / منثور) کی تفسیم / تنقید و تجزیہ / تبصرہ کر سکیں۔

پڑھیں



- کردار: ڈاکٹر۔ میاں۔ بیوی۔ لٹو (ملازم)۔ فقیر۔ بچہ
- منظر: گھر کا ایک کمر، جس میں دیوار کے ساتھ چار پائی بچھی ہے۔ ایک طرف دو کرسیاں دھری ہیں اور میز پر دو اداؤں کی شیشیاں رکھی ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر میاں کا معائنہ کر رہا ہے۔
- ڈاکٹر: جی نہیں بیگم صاحبہ! تردد کی کوئی بات نہیں، میں نے بہت اچھی طرح معائنہ کر لیا ہے۔ صرف تھکان کی وجہ سے حرارت ہو گئی ہے۔ ان دنوں آپ کے شوہر غالباً کام بہت زیادہ کرتے ہیں۔
- بیوی: ڈاکٹر صاحب! ان دنوں کیا، ان کا ہمیشہ سے یہی حال ہے۔ صبح دس بجے دفتر جا کر شام سات بجے سے پہلے کبھی واپس نہیں آتے۔
- ڈاکٹر: جی تو! میرے خیال میں انھیں دوا سے زیادہ آرام و سکون کی ضرورت ہے۔ کاروبار کی پریشانیاں اور الجھنیں بھلا کر ایک بھی روز آرام و سکون سے گزرا تو طبیعت ان شاء اللہ بحال ہو جائے گی۔
- بیوی: بیویوں مرتبہ کہہ چکی ہوں۔ اتنا کام نہ کیا کرو، نہ کیا کرو۔ نصیب دشمنان صحت سے ہاتھ دھو بیٹھو گے مگر خاک اثر نہیں ہوتا۔ ہمیشہ یہی کہہ دیتے ہیں، کیا کیا جائے۔ ان دنوں کام بے طرح زوروں پر ہے۔
- ڈاکٹر: ہر روز تھوڑا تھوڑا وقت آرام و سکون کے لیے نہ نکالا جائے تو پھر بیمار پڑ کر بہت زیادہ وقت نکالنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔
- بیوی: یہ بات آپ نے انھیں بھی سمجھائی! میں نے کہا ان رے ہو۔ ڈاکٹر صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔
- میاں: ہوں!
- ڈاکٹر: جی ہاں! میں نے سمجھا کر اچھی طرح تاکید کر دی ہے کہ دن بھر خاموش لیٹے رہیں۔
- بیوی: تو تاکید کیا میں نہیں کرتی! مگر ان پر کسی کے کہنے کا کچھ اثر بھی ہو!
- ڈاکٹر: جی نہیں! ابھی انھوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ پورے طور سے میری ہدایات پر عمل کریں گے۔

بیوی: اور دو کس کس وقت دینی ہے؟
ڈاکٹر: جی نہیں! ادوا کی مطلق ضرورت نہیں۔ بس آپ صرف ان کے آرام و سکون کا خیال رکھیے۔ غذا جو کچھ دینی ہے، میں لکھ چکا ہوں۔
بیوی: بڑی مہربانی آپ کی۔
ڈاکٹر: تو پھر اجازت۔
بیوی: فیس میں آپ کو بھجوا دوں گی۔
ڈاکٹر: اس کی کوئی بات نہیں۔ آجائے گی۔
بیوی: (اونچی آواز سے پکار کر) ارے لکھو! میں نے کہا ڈاکٹر صاحب کا بیگ باہر کار میں پہنچا دیجیو۔
ڈاکٹر: ایک بات عرض کر دوں بیگم صاحبہ! مریض کے کمرے میں شور غل نہیں ہونا چاہیے۔ اعصاب پر اس کا بہت مضر اثر پڑتا ہے۔ خاموشی اعصاب کو ایک طرح کی تقویت بخشتی ہے۔
بیوی: مجھے کیا معلوم نہیں ڈاکٹر صاحب! آپ اطمینان رکھیں۔ ان کے کمرے میں پرندہ پرندہ مارے گا۔
(ملازم آتا ہے)
لکھو: حضور!
ڈاکٹر: اٹھا لویہ بیگ۔ تو آداب!
بیوی: آداب! (ڈاکٹر اور ملازم جاتے ہیں۔ قریب آکر) میں نے کہا سو گئے کیا؟
میاں: ہوں! یوں ہی چپکا پڑا ہوا تھا۔
بیوی: بس بس۔ بس بس۔ چپکے ہی پڑے رہیے۔ ڈاکٹر صاحب بہت سخت تاکید کر گئے ہیں کہ نہ آپ بات کریں نہ کوئی آپ کے کمرے میں بات کرے۔ اس سے بھی تھکان ہوتی ہے۔ تمام دن پورے آرام و سکون میں گزاریں۔ سمجھ گئے نا؟
میاں: ہوں۔ (کراہتا ہے)
بیوی: کیوں بدن ٹوٹ رہا ہے کیا؟
میاں: ہوں۔
بیوی: کہو تو بادلوں؟
میاں: ہوں۔
بیوی: سونے کو جی چاہ رہا ہو تو چلی جاؤں؟
میاں: اچھی بات۔ (کراہتا ہے)
بیوی: اگر پیچھے کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو! اچھا بلانے کی گھنٹی پاس رکھے جاتی ہوں۔ گھنٹی کہاں گئی؟ رات میں نے آپ یہاں میز پر رکھی تھی۔ اللہ جانے یہ کون اللہ مارا میری چیزوں کو الٹ پلٹ کرتا ہے؟
(کنڈی کی آواز) کون ہے یہ نامراد؟ ارے لکھو! دیکھو، یہ کون کواڑ توڑے ڈال رہا ہے؟
لکھو: (دور سے) سنا ہے بیوی جی!

- بیوی: سقا؟ گھر میں بہرے بستے ہیں جو کم بخت اس زور سے کنڈی کھٹکھٹاتا ہے؟ اللہ ماروں کو اتنا خیال بھی تو نہیں آتا کہ گھر میں کوئی بیمار پڑا ہے۔ ڈاکٹر نے تاکید کر رکھی ہے کہ شور غل نہ ہونے پائے اور اس سے کہو یہ کیا وقت ہے، پانی لانے کا۔ اچھی خاصی دوپہر ہونے آگئی ہے۔ کل سے اتنی دیر میں آیا تو نوکری سے الگ کر دوں گی۔ میں نامراد کو بیسیوں مرتبہ کہلا چکی ہوں کہ صبح سویرے ہو جایا کرے۔ کان پر جوں نہیں رہتی۔
- میاں: ارے بھئی اب بخشواے۔
- بیوی: بخشوں کیسے؟ ذرا طرح دو، یہ لوگ سر پر سوار ہو جاتے ہیں۔
- میاں: ہوں۔ (کراہتا ہے)
- بیوی: کیوں۔ زیادہ درد محسوس ہو رہا ہے؟
- میاں: ہوں۔
- بیوی: لٹو سے کہوں آکر دباؤ؟
- میاں: اؤ ہوں!
- بیوی: یہ دیکھو۔ یہاں انگلیٹھی پر رکھی ہے۔ آپ بتائیے آپ سے آپ آگئی یہاں؟ پاؤں تھے اس کے؟ یہ سب حرکتیں اس لٹو کی ہیں۔ کم بخت نے قسم کھا رکھی ہے کہ کبھی کوئی چیز ٹھکانے پر نہ رہنے دے گا۔ اللہ جانے یہ نامراد میری چیزوں کو ہاتھ لگاتا کیوں ہے؟ لٹو! ارے لٹو!
- میاں: ارے بھئی کیوں ناحق غل چار ہی ہو۔ کھنٹی رات میں نے خود میز پر سے اٹھا کر انگلیٹھی پر رکھی تھی۔ ہوں! (کراہتا ہے)
- بیوی: تم نے؟ اے ہے وہ کیوں؟
- میاں: ننھا بار بار بجائے جا رہا تھا۔ میرا دم الجھنے لگا تھا۔ ہوں! (کراہتا ہے)
- لٹو: (آکر) مجھے بلایا ہے بیوی جی؟
- بیوی: کم بخت اتنی دیر سے آوازیں دے رہی ہوں، کہاں مر گیا تھا؟
- لٹو: آپ نے ریٹھے کوٹنے کو کہا۔ وہ گودام میں ڈھونڈ رہا تھا۔
- میاں: ہوں۔ (کراہتا ہے)
- بیوی: صبح سویرے کہا تھا، کم بخت تجھے اب تک ریٹھے مل نہیں چکے؟
- لٹو: جی مہلت بھی ملے۔ ادھر گودام میں جاتا ہوں، ادھر کوئی بلا لیتا ہے۔
- بیوی: ہاں بڑا کام رہتا ہے نا! بے چارے کو سر کھجانے کو فرصت نہیں ملتی۔ بھاگ یہاں سے... نکل، جا کر ریٹھے ڈھونڈ (لٹو جاتا ہے) تو یہ کھنٹی یہاں تمھارے سرھانے رکھ جاتی ہوں۔
- میاں: (کڑا کر) کوڑا بند کرتی جانا۔
- بیوی: پیچھے اکیلے میں جی تو نہ گھبرائے گا تمھارا؟
- میاں: (خنگ آکر) نہیں بابا نہیں۔
- بیوی: ارے ہاں۔ یہ تو میں نے دیکھا ہی نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کھانے کے لیے کیا کیا چیزیں لکھ گئے ہیں۔ کہاں گیا ان کا لکھا ہوا کاغذ؟ اے لویہ نیچے پڑا ہوا ہے۔ ابھی کہیں کوڑے میں چلا جاتا تو۔ مالٹڈ ملک (MALTED MILK) نارنگی کاڑس، ساگودانے کی کھیر، بیننی، کیا تیار کروادوں اس وقت کے لیے؟

میاں: جو جی چاہے۔

بیوی: اس میں میرے جی چاہنے کا کیا سوال؟ کھانا آپ کو ہے یا مجھے؟

میاں: ساگودانہ بنا دینا تھوڑا سا۔

بیوی: بس! اس سے کیا بنے گا؟ بخنی پی لیتے تھوڑی سی۔ چوزے کی بخنی بنوائے دیتی ہوں۔ مقوی چیز ہے۔

میاں: بنوا دو۔

بیوی: (دو قدم چلتی ہے) مگر میں نے کہا۔ دیر لگ جائے گی بخنی کی تیاری میں، چوزہ بازار سے منگوانا ہو گا۔ اس ٹکو کو تو جانتے ہو۔ بازار جاتا ہے تو وہیں کاہور ہوتا ہے۔

میاں: اُوں ہوں۔

بیوی: تو پھر یوں کرتی ہوں۔ (صحن میں بچہ پٹ پٹ گاڑی چلانے لگتا ہے)

میاں: ارے بھی، اب یہ کیا کھٹ پٹ شروع ہو گئی۔

بیوی: ننھا ہے آپ کا۔ عید کے روز میلے میں سے یہ کھلونا گاڑی لے آیا تھا۔ نہ اس کم بخت کا دل اس سے بھرتا ہے، نہ وہ کم بخت ٹوٹی ہے۔ ارے میں نے کہا ننھے نہیں مانے گا نامراد! چھوڑ اس اپنی پٹ پٹ کو۔ جب دیکھو لیے لیے پھر رہا ہے۔ صاحب زادے کا دل کسی طرح پڑھنے ہی میں نہیں آتا۔ چولھے میں جھونک دوں گی اس کم بخت کو، اتنا خیال بھی نہیں آتا کہ اپنا پیار پڑے ہیں۔ شور غل سے ان کی طبیعت گھبراتی ہے۔

میاں: ہوں۔ (کراہتا ہے)

بیوی: کم نہیں ہوا درد؟

میاں: اُوں ہوں۔

بیوی: دبو لیتے تو گھٹ جاتا۔

میاں: اُوں ہوں۔

بیوی: تو میں کیا کہہ رہی تھی؟ کھانے کا پوچھ رہی تھی۔

(پھر ننھے کی پٹ پٹ کی آواز) پھر وہی۔ نہیں مانے گا نامراد! ٹھہر تو جا (ننھے میں جاتی ہے۔ میاں کراہتا ہے۔ دور سے بیوی کی آواز آرہی ہے) چھوڑ اپنی یہ پٹ پٹ۔ (بچہ رونے لگتا ہے) چپ نامراد! اتنا خیال نہیں اپنا پیار پڑے ہیں۔ ڈاکٹر نے کہا ہے شور غل نہ ہو، انھیں تکلیف ہو گی۔ چپ! خبردار جو آواز نکالی۔ گلا گھونٹ ڈالوں گی۔ (بچہ رونا بند کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے) کم بخت کا جو کھیل ہے، ایسا ہی بے ڈھنگا ہے۔ چل ادھر۔ نہیں چپ ہو گا تو؟ (کھینچتی ہوئی لے جاتی ہے۔ میاں اس ہنگامے سے زچ ہو کر کراہے جا رہا ہے۔ بیوی کی آواز غائب ہوتے ہی کمرے میں جھاڑو پھرنے کی آواز آنے لگتی ہے)۔

میاں: (چونک کر) ہوں؟ ارے بھی یہ گرد کہاں سے آنے لگی؟ لا حَولَ وَ لا قُوَّةَ۔ ارے کیا ہو رہا ہے؟

ملازم: جھاڑو دے رہا ہوں میاں۔

میاں: کم بخت دفع ہو یہاں سے۔

ملازم: جھاڑو نہ دی تو خفا ہوں گی بی بی جی۔

میاں: بی بی جی کا بچہ! نکل یہاں سے۔ کہ دے ان سے (ملازم جاتا ہے) کو اڑ بند کر کے جا۔ (میاں کراہ کر چپ ہو جاتا ہے، ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے اور بجتی رہتی ہے) ارے بھی کہاں گئیں؟ ارے کوئی ٹیلی فون سننے تو آؤ۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ (خود اٹھتا ہے) ہیلو، میں اشفاق بول رہا ہوں۔ بیگم اشفاق کسی کام میں مصروف ہیں۔ اس وقت کمرے میں نہیں ہیں جی۔ یہاں کوئی ایسا نہیں جو انھیں بلا لائے۔ میں علییل ہوں۔ کیا فرمایا آپ نے؟ آواز دینے کے لیے ضروری نہیں کہ گلا بھی خراب ہو۔ آپ پھر کسی وقت فون کر لیجیے گا۔ میں نے عرض کیا ناں، چوں کہ میں بیمار ہوں، کمرے سے باہر نہیں جاسکتا۔ (زور سے فون بند کرتا ہے) بد تمہذیب۔ گستاخ کہیں کی۔ ہوں۔

بیوی: مجھے بلایا تھا؟ ہے ہے!! تم اٹھ کیوں۔

میاں: اتنی آوازیں دیں۔ کوئی نے بھی۔

بیوی: توبہ توبہ، لیٹو لیٹو، میں ذرا گودام میں چلی گئی تھی۔ لکڑی کورٹھے نکال کر دے رہی تھی۔ بلایا کیوں تھا؟ (ہمسائے کے ہاں گانا شروع ہوتا ہے)۔

میاں: فون تھا تمہارا۔

بیوی: کس نے کیا تھا؟

میاں: ہو گا کوئی۔ اب مجھے کیا پتا۔

بیوی: جب اٹھ ہی کھڑے ہوئے تھے تو نام پوچھ لینا کوئی گناہ تھا؟

میاں: میں نے کہہ دیا تھا پھر کر لیں فون۔

بیوی: مفت کی الجھن میں ڈال دیا۔ اللہ جانے کون تھی اور کیا چاہتی تھی؟

میاں: ارے بھی کوئی ایسا ضروری کام نہیں تھا ورنہ مجھے پیغام نہ دے دیتیں۔ تم خدا کے لیے ان ہمسائے کے صاحب زادے کا ہار مونیم اور گانا بند

کراؤ۔ میرا سر پھٹا جا رہا ہے۔

بیوی: اب اسے کیوں کر روک دوں میں؟

میاں: بابا ایک دفعہ لکھ کر بھیج دو۔ میں بیمار ہوں۔ ڈاکٹر نے کہا، میرے لیے آرام و سکون کی ضرورت ہے۔ ایک روزان صاحب زادے نے نفع

سرائی نہ فرمائی تو دنیا کسی بہت بڑی نعمت سے محروم نہ ہو جائے گی!

بیوی: کہے تو دیتی ہوں مگر کہیں چڑ نہ جائیں۔

میاں: مناسب الفاظ میں لکھو نا۔ ہوں (کراہتا ہے)

(بے سرے گانے کا شور جاری ہے۔ میاں کراہ رہا ہے۔ ایک لخت بچے کے رونے کی آواز)

بیوی: ارے کیا ہو گیا ننھے؟

بچہ: (زور سے) گر پڑا خون نکل آیا۔

بیوی: (زور سے) خط لکھ رہی ہوں۔ ابھی آئی، چپ ہو جا۔

میاں: (کراہتے ہوئے) ایک نہ شد و شد۔

بیوی: توبہ آپ تو بوکھلا دیتے ہیں۔ دیکھ رہے ہیں، خط لکھ رہی ہوں۔ بچے کو چپ کیوں کر کر سکتی ہوں؟ نامراد! چپ ہو جا۔ خون نکل آیا تو قیامت

آگئی۔ ابھی آرہی ہوں دوسطریں لکھ لوں۔

(میاں کراہتا ہے۔ بے سرے گانے اور بچے کے رونے کی آواز جاری ہے)۔

میاں: ختم نہیں ہوا غلط؟ جانے کیا دفتر لکھنے بیٹھ گئی ہو۔

بیوی: ابھی ہوا جاتا ہے ختم۔

(اس غل میں ایک فقیر کی آواز بھی شامل ہو جاتی ہے)

فقیر: ہاں بچے کی خیر۔ راہ مولاکچھ مل جائے فقیر کو۔

میاں: (کراہ کر) بس ان ہی کی کسر رہ گئی تھی، ہوں۔

بیوی: تو اب میں تو اسے بلا کر لے نہیں آئی۔

میاں: ارے تو خدا کے لیے اسے رخصت تو کر آؤ۔

بیوی: اولٹو! ارے اولٹو!

(لٹو ہاون دستے میں ریٹھے کوٹنے شروع کر دیتا ہے۔ بے سُرے گانے میں بچے کے رونے اور فقیر کی صدا اور ہاون دستے کی دھمک اور شامل ہو جاتی ہے۔)

میاں: ہائے توبہ، توبہ، ہائے!

بیوی: ارے نامراد! ریٹھے پھر کوٹ لینا۔ پہلے اس فقیر کو رخصت تو کر دے (لٹو ریٹھے کوٹنے میں بیوی کی آواز نہیں سنتا)

میاں: (جلدی جلدی کراہتا ہوا گھبرا کر اٹھ بیٹھتا ہے) میری ٹوپی اور شیر وانی دینا۔

بیوی: ٹوپی اور شیر وانی!!

میاں: ہاں! میں دفتر جارہا ہوں، ابھی دفتر جارہا ہوں۔

بیوی: ہے ہے! وہ کیوں؟

میاں: آرام و سکون کے لیے۔

(امتیاز علی تاج کے ایک بابی ڈرامے)

امتیاز علی تاج (۱۹۷۰ء-۱۹۰۰ء)

اردو کے کامیاب ڈراما نگاروں کی فہرست میں امتیاز علی تاج کا نام سر فہرست ہے۔ امتیاز علی تاج لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام شمس العلماء مولوی ممتاز علی تھا۔ ابتدائی تعلیم لاہور سے حاصل کی اور پھر صحافت کی طرف متوجہ ہوئے بہت سے رسائل کے مدیر رہے۔ ریڈیو کے لیے ڈرامے اور فیچر لکھنے کے ساتھ ساتھ فلمی کہانیاں بھی لکھیں۔ زمانہ طالب علمی سے ہی اردو ادب خصوصاً ڈراموں سے آپ کو دلچسپی تھی۔ ”انارکلی“ آپ کا شاہکار ہے جو اپنی کردار نگاری، مکالموں اور منظر کشی کی وجہ سے آج بھی اردو ادب میں مقبول و معروف ڈراما ہے۔ اس کے علاوہ ”چچا چکن“ کا مزاحیہ کردار آپ کی تخلیق ہے جو بہت مقبول ہے۔

امتیاز علی تاج کے ڈراموں میں برجستگی، بے ساختگی، سادگی اور بے تکلفی جیسی خصوصیات موجود ہیں آپ نے الفاظ اس سلیقے سے استعمال کیے ہیں کہ قاری کے ذہن پر ان مٹ نکتوں چھوڑتے ہیں۔ ان کے کردار بے مثال ہیں جو چلتے پھرتے اور متحرک ہوتے ہیں یعنی آپ نے کرداروں کو نفسیاتی تجربے کے ساتھ پیش کیا ہے۔ آپ کے ڈراموں میں مکالمہ نگاری کے ساتھ جذبات نگاری کی عمدہ مثالیں موجود ہیں آپ نے مزاحیہ تحریروں میں معاشرے کے ناہموار پہلوؤں کو دلچسپ اور گفتگو انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ تحریروں نقض طبع کے ساتھ ساتھ اصلاح کا کام بھی دیتی ہیں مختصر یہ کہ تاج کی شخصیت بڑی متنوع تھی، ان کی زندگی کے آخری لمحے بہت درد اور کرب میں بسر ہوئے۔ آپ ۱۹۷۰ء میں ان کو نامعلوم شخص نے قتل کر دیا اور آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔



۱۔ مندرجہ ذیل میں سے درست جواب کے گرد دائرہ لگائیے۔

i۔ حیرانی کے موقع پر استعمال ہونے والے حروف کو کیا کہتے ہیں؟

الف۔ حروف تشبیہ ب۔ حروف اضراب ج۔ حروف تعجب د۔ حروف قسم

ii۔ سبق ”آرام و سکون“ صنفِ نثر کے اعتبار سے کیا ہے ؟

الف۔ افسانہ ب۔ ڈراما ج۔ ناول د۔ انشائیہ

iii۔ قواعد کی زو سے ”و“ اور کون سے حروف ہیں؟

الف۔ حروف عطف ب۔ حروف شرط ج۔ حروف اضافت د۔ حروف علت

iv۔ خبردار، دیکھنا، زہار قواعد کے اعتبار سے کون سے حروف ہیں؟

الف۔ حروف علت ب۔ حروف تشبیہ ج۔ حروف چار د۔ حروف استفہام

v۔ امتیاز علی تاج کی وجہ شہرت کون سی صنف ہے؟

الف۔ افسانہ ب۔ ناول ج۔ ڈراما د۔ مضمون

vi۔ امتیاز علی تاج کی تحریر کی نمایاں کوئی کیا ہے؟

الف۔ برجستگی اور بے ساختگی ب۔ مشکل پسندی ج۔ پیکر تراشی د۔ بے ربط انداز / تجسس

۲۔ امتیاز علی تاج کا ڈراما ”بیگم کی بلی“ طلبہ کو سنوایا جائے اور اس کے اہم نکات پر بات چیت کی جائے، اساتذہ طلبہ کی راہ نمائی کریں تاکہ طلبہ ڈرامے کے سیاق و سباق کو سمجھتے ہوئے موضوع کو بیان کر سکیں۔

سو ”آرام و سکون“ ڈراما کے درج ذیل ابتدائی حصے کو ایک طالب علم بلند آواز سے درست تلفظ کے ساتھ ادا کرے جب کہ باقی طلبہ اسے سن کر ڈرامے کے مرکزی خیال یا تصویر تک رسائی حاصل کر کے سیاق و سباق کو سمجھتے ہوئے باری باری موضوع کو بیان کریں۔

ڈاکٹر: جی نہیں بیگم صاحبہ! تردد کی کوئی بات نہیں، میں نے بہت اچھی طرح معائنہ کر لیا ہے۔ صرف تھکان کی وجہ سے حرارت ہو گئی ہے۔

ان دنوں آپ کے شوہر غالباً کام بہت زیادہ کرتے ہیں۔

بیوی: ڈاکٹر صاحب! ان دنوں کیا، ان کا ہمیشہ سے یہی حال ہے۔ صبح دس بجے دفتر جا کر شام سات بجے سے پہلے کبھی واپس نہیں آتے۔

ڈاکٹر: جی تو امیرے خیال میں انھیں دوا سے زیادہ آرام و سکون کی ضرورت ہے۔ کاروبار کی پریشانیاں اور الجھنیں بھلا کر ایک بھی روز آرام

و سکون سے گزر تو طبیعت ان شامانہ بحال ہو جائے گی۔

بیوی: بیبیوں مرتبہ کہہ چکی ہوں۔ اتنا کام نہ کیا کرو، نہ کیا کرو۔ نصیب دشمنانِ صحت سے ہاتھ دھو بیٹھو گے مگر خاک اثر نہیں ہوتا۔ ہمیشہ یہی

کہہ دیتے ہیں، کیا کیا جائے۔ ان دنوں کام بے طرح زور وں پر ہے۔

ڈاکٹر: ہر روز تھوڑا تھوڑا وقت آرام و سکون کے لیے نہ نکالا جائے تو پھر بیمار پڑ کر بہت زیادہ وقت نکالنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔

۳۔ ذیل میں ڈرامے ”لہو اور قالین“ کا ایک حصہ درج کیا جا رہا ہے تاکہ طلبہ ہدایات اور اشارات کی مدد سے کسی ناپیدہ اقتباس کی تفہیم / تنقید و تبصرہ کر سکیں۔ طلبہ باری باری افسانے کے اس حصے کو پڑھیں اور دیے گئے تفہیمی سوالات کے جوابات دیں۔

آپ مجھے نواز رہے تھے مگر ایک خاص مقصد کی خاطر اور وہ مقصد یہ تھا کہ آپ سوسائٹی کو بتانا چاہتے تھے، دیکھو میں کتنا اچھا ہوں، میں نے ایک غریب اور مفلس مصور کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ اب یہ جو کہہ رہا ہے محض میری سرپرستی کا نتیجہ ہے۔ میں نے اس کی صلاحیتوں کو زندہ رکھا ہے ورنہ یہ کب کی ختم ہو چکی ہوتی۔ جس طرح بڑی بڑی دکانوں کے دروازوں پر انسانی پیکروں کو نہایت خوب صورت اور شفاف لباس پہنا کر انھیں الماریوں کے اندر سجایا جاتا ہے تاکہ لوگ ان حسین و جمیل مجسموں کو دیکھ کر دکان داروں کے اعلیٰ ذوق اور ان کی شان و شوکت سے مرعوب ہو جائیں، اسی طرح آپ بھی اپنی امارت اور اپنی شخصیت کی نمائش کے لیے میری ذات اور میرے فن کو استعمال کر رہے ہیں۔

الف۔ اپنے حافظے سے تسلسل کے ساتھ درج شدہ عبارت کے اہم نکات بتائیں۔

ب۔ دی گئی عبارت کو درست تلفظ، لب و لہجہ، اتار چڑھاؤ اور ضرورت کے مطابق تاثر کے ساتھ پڑھیں۔

ج۔ ڈرامے میں جمل اختر کو کیوں نواز رہا تھا؟

د۔ جمل نے اختر کے بقول اس کی سرپرستی کس مقصد کے تحت کی؟

ز۔ اس پیرا گراف کا موضوع کیا ہے؟

ہ۔ اس اقتباس کو مد نظر رکھتے ہوئے ”خلوص نیت“ کی اہمیت بیان کریں کہ بے شک اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور دنیاوی شان و شوکت کی غرض سے کیا گیا کوئی کام تسکین قلب کا سبب نہیں بن سکتا۔

۵۔ سبق ”آرام و سکون“ پڑھنے کے بعد طلبہ جوڑیوں / گروہ کی شکل میں میاں، بیوی، ملازم اور ڈاکٹر کے مکالمے ڈرامائی انداز اور تاثر کے ساتھ جماعت کے کمرے میں ادا کریں اساتذہ ان کی راہ نمائی کریں۔

۶۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو جملوں میں استعمال کریں۔

تردد۔ تقویت۔ مطلق۔ شور و غل۔ مقوی۔ معائنہ

۷۔ جملے کے اجزائے ترکیبی (مرکب ناقص اور مرکب تام)

ہر جملے کے دو حصے ہوتے ہیں جن میں ایک خاص تعلق ہوتا ہے اور سننے یا پڑھنے والے تک مکمل مفہوم پہنچ جاتا ہے۔ جملے کے ان حصوں کو اسناد کہتے ہیں۔ جس کے بارے میں کچھ کہا جائے اُسے مسند الیہ اور جو کچھ کہا جائے اسے مسند کہا جاتا ہے۔

i۔ جملہ اسمیہ

یہ جملہ خبریہ کی ایک قسم ہے۔ اس کا مسند الیہ اور مسند دونوں اسم ہوتے ہیں۔ درج ذیل جملے غور سے پڑھیے:

۱۔ مسلمان ذہین ہے۔ ۲۔ آمنہ ایمان دار ہے۔

۳۔ اکرم محنتی تھا۔ ۴۔ بچے شرارتی ہیں۔

کسی جملے کے اجزاء الگ الگ کرنے اور ان کا باہمی تعلق ظاہر کرنے کو ترکیب نحوی کہتے ہیں۔

جملہ اسمیہ کے مسند الیہ کو مبتدأ اور مسند کو خبر کہتے ہیں۔ درج بالا جملوں کی ترکیب نحوی کچھ یوں ہوگی:

مسلمان، آمنہ، اکرم، بچے	مسند الیہ	مبتدأ
ذہین، ایمان دار، محنتی، شرارتی	مسند	خبر
ہے، ہیں، تھا		فعل ناقص

ii۔ جملہ فعلیہ

اس جملے میں بعض اوقات تو صرف فاعل اور فعل آتا ہے مثلاً: استاد صاحب آئے۔ شائستہ نے پڑھا۔ یعنی جملہ فعلیہ کے مسند الیہ کو فاعل اور مسند کو فعل کہتے ہیں۔ ان دونوں جملوں میں استاد صاحب اور شائستہ؛ فاعل ہیں جب کہ آئے اور پڑھا؛ فعل ہیں۔ بعض اوقات جملہ فعلیہ میں فاعل، علامت فاعل، مفعول اور فعل بھی آتے ہیں۔ مثلاً: شکاری نے شیر مارا۔ اس جملے میں شکاری؛ فاعل (مسند الیہ) نے؛ علامت فاعل، شیر (مفعول) اور مارا بطور مسند (فعل) استعمال ہوا ہے۔

❖ درج ذیل جملوں کے اجزائے ترکیبی کی نشان دہی کریں۔

پاکستان میرا وطن ہے۔

آمنہ نے سبق پڑھا۔

۸۔ ڈراما

ڈراما یونانی زبان کے لفظ ڈراؤ (Drao) سے مشتق ہے۔ جس کے معنی عمل کر کے دکھانا۔ ڈرامے کی ابتدا بھی یونان سے ہوئی۔ برصغیر میں بھی قدیم زمانوں سے ڈرامے کا سراغ ملتا ہے۔ راجہ بکرماجیت کے عہد کا لکھا ہوا ڈرامہ شکستاد نیا بھر میں بڑی شہرت رکھتا ہے۔ قدیم زمانے میں لوگ اپنے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے ڈراما کھیلا کرتے تھے۔ مگر بعد میں میں ترقی کر کے فن کی منزل تک پہنچ گیا۔ ڈرامے کی دو مشہور اقسام ہیں۔

۱۔ طربیہ ڈراما: وہ ڈرامہ جس میں فنی اور مزاح کے ذریعے سماج کی کمزوریوں سے پردہ اٹھایا جائے۔

المیہ ڈراما: وہ ڈرامہ جس میں پیش آنے والے واقعات اندوہناک ہوں اور اس کا انجام المیہ ہو۔

ڈرامے کے اجزائے ترکیبی: پلاٹ، کردار نگاری، ارتقائی عمل، کشش، مکالمے، اسٹیج، حرکات و سکنات، اختتامی عمل

❖ جملہ اسمیہ، جملیہ فعلیہ اور ڈراما صنف ادب کی تعریف لکھیں۔

سرگرمیاں



۱۔ سبق خوانی کے بعد ایک طالب علم ڈراما ”آرام و سکون“ کے کرداروں ”میاں“ یا ”بیگم“ کے مکالموں کو ان کے کرداروں کے مطابق تاثر کے ساتھ ادا کریں۔

۲۔ میرزا ادیب کے ڈرامے ”لبو اور قالیبن“ کی ڈرامائی تشکیل کر کے سکول کے کسی فنکشن میں اسٹیج پر پیش کریں۔

۳۔ اسی ڈرامے کو محاورات اور ضرب الامثال کا استعمال کرتے ہوئے کہانی کی صورت میں بھی تبدیل کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- سبق خوانی قبل ڈرامے کا تعارف اور پس منظر بیان کریں۔ طلبہ کو بتائیں کہ آقا حشر کو ردو ڈراما نویسی کا شیکسپیر کہا جاتا تھا۔ امتیاز علی تاج کے فن اور اسلوب کی وضاحت کی جائے اور ”چٹا چٹکن“ کے مزاحیہ کردار کا تعارف پیش کیا جائے۔
- طلبہ کو ڈرامے کی تعریف، روایت، ارتقاء اور حصوں سے آگاہ کرتے ہوئے اردو زبان میں لکھے گئے اسٹیج ریڈیائی اور ٹی وی ڈراموں سے روشناس کرائیں۔
- طلبہ کو کسی تخلیق پارے کے مرکزی خیال اور سیاق و سباق سے آگاہ کریں۔



کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ

۵



اس سبق کی مدد میں کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- نظم / نثر کو قلم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالات (بر اور است، بالواسطہ، کثیر الجہت) کے جوابات دے سکیں۔
- مختلف نثری اصناف ادب (ناول) پڑھ کر اس کے طرزِ تحریر سے آگاہ ہو سکیں۔
- کسی بات، پیغام، کلام، نثریات، کہانی اور مکالمے کو سن کر دہرا سکیں۔
- عبارت کو اس کے اسلوب اور بیان کر پیش نظر رکھ کر خاص مقاصد کے لیے پڑھ سکیں۔
- مختلف تصانیف (رواد، مضامین، سفر نامہ، مخطوطہ، ادارے، خبریں، رپورٹ، اشتہار وغیرہ) پڑھ کر ان کے مقاصد کی ترجمانی کر سکیں۔
- متعلقہ معلومات کی فراہمی کے لیے مختلف دستاویزی فارم مثلاً: داخلہ فارم، شناختی کارڈ فارم، ریلوے رعایت کرایہ فارم، مختلف رجسٹریشن فارمز، ہر کیفیت فارم، پاسپورٹ فارم، بینک اکاؤنٹ فارم، قومی چیت فارم، خدمات افادہ فارم وغیرہ پُر کر سکیں۔
- مختلف مصنفین / شعرا کے ادب پارے پڑھ کر اس زمانے کی تاریخ سے واقف ہوتے ہوئے عصری تناظر میں اس کی اہمیت پر رائے دے سکیں۔
- مختلف تحریری سرگرمیوں میں الفاظ کے درست املا کا خیال رکھتے ہوئے تحریر کام پر نظر ثانی اور اوارت (پروف ریڈنگ) کر سکیں۔
- ذومعانی الفاظ کو جملے سے الگ کر سکیں اور ان کو تحریر میں استعمال کر سکیں۔

پڑھیں



کلیم سے اور مرزا سے محفلِ مشاعرے میں تعارف پیدا ہوا۔ شدہ شدہ مرزا صاحب کلیم کے مکان پر تشریف لانے لگے۔ یہاں تک کہ اب چند روز سے تو دونوں میں ایسی گاڑھی چھیننے لگی تھی کہ گویا ایک جان دو قالب تھے۔ کلیم کو تو مرزا کے مکان پر جانے کا کبھی بھی اتفاق نہیں ہوا مگر مرزا شام کو تو کبھی کبھی لیکن صبح کو بلا ناغہ آتے اور تمام تمام دن کلیم کے پاس رہتے۔ مرزا نے اپنا حال اصلی کلیم پر ظاہر ہونے نہ دیا۔ کلیم یہی جانتا تھا کہ جماعہ دار کا تمام ترکہ مرزا کو ملا اور وہ جماعہ دار کی محلِ سرا کو مرزا کی محلہ۔ مرزا اور جماعہ دار کے دیوان خانے کو مرزا کا دیوان خانہ اور جماعہ دار کے بیٹے پوتوں کے نوکروں کو مرزا کے نوکر سمجھتا تھا اور اسی غلط فہمی میں وہ گھر سے نکلا تو سیدھا جماعہ دار کی محلِ سرا کی ڈیوڑھی پر جامو جو ہوا۔ بار بار کے پکارنے اور کنڈی کھڑکھڑانے سے دو لونڈیاں چراغ لیے ہوئے اندر سے نکلیں اور ان میں سے ایک نے پوچھا کون صاحب ہیں اور اتنی رات گئے کیا کام ہے۔ کلیم، جاؤ مرزا کو بھیج دو۔ لونڈی: کون مرزا، کلیم: مرزا ظاہر دار بیگ جن کا مکان ہے اور کون مرزا۔

لونڈی: یہاں کوئی ظاہر دار بیگ نہیں ہے۔ اتنا کہہ کر قریب تھا کہ لونڈی پھر کواڑ بند کر لے کہ کلیم نے کہا کہ کیوں جی کیا یہ جماعہ دار صاحب کی محلِ سرا نہیں ہے۔

لونڈی: ہے کیوں نہیں۔

کلیم: پھر تم نے یہ کیا کہا کہ یہاں کوئی ظاہر دار بیگ نہیں۔ کیا ظاہر دار بیگ جماعہ دار کے وارث اور جانشین نہیں ہیں۔

لونڈی: جماعہ دار کے وارثوں کو خدا سلامت رکھے۔ مولا ظاہر دار بیگ۔ جماعہ دار کا وارث بننے والا کون ہوتا ہے۔
 دوسری لونڈی: اری کم بخت یہ کہیں مرزا ہانکے کے بیٹے کو نہ پوچھتے ہوں۔ وہ ہر جگہ اپنے تئیں جماعہ دار کا بیٹا بتایا کرتا ہے۔ (کلیم کی طرف مخاطب ہو کر)
 کیوں میاں وہی ظاہر دار بیگ، جن کی رنگت زرد زرد ہے۔ آنکھیں کرنچی، چھوٹا قد، ڈبلا ڈیل اپنے تئیں بہت سنوارے بنائے رہا کرتے ہیں۔
 کلیم: ہاں ہاں وہی ظاہر دار بیگ۔

لونڈی: تو میاں اس مکان کے کچھوڑے آپلوں کی مثال کے برابر چھوٹا سا کچا مکان ہے وہ اُس میں رہتے ہیں۔ کلیم نے وہاں جا آواز دی تو کچھ دیر بعد مرزا صاحب ننگ و ہڑنگ جا گئے پہننے ہوئے باہر تشریف لائے اور کلیم کو دیکھ کر شرمائے اور بولے آہا! آپ ہیں، معاف کیجیے گا۔ میں نے سمجھا کہ کوئی اور صاحب ہیں۔ بندے کو کپڑے پہن کر سونے کی عادت نہیں۔ میں ذرا کپڑے پہن آؤں تو آپ کے ہم رکاب چلوں۔
 کلیم: چلیے گا کہاں میں آپ ہی کے پاس آیا تھا۔

مرزا: پھر اگر کچھ دیر تشریف رکھنا منظور ہو تو میں اندر پردہ کرادوں۔

کلیم: میں آج شب کو آپ ہی کے ہاں رہنے کی نیت سے آیا ہوں۔

مرزا: بسم اللہ تو چلیے اسی مسجد میں تشریف رکھیے۔ بڑی فضا کی جگہ ہے میں ابھی آیا۔ کلیم نے جو مسجد میں آکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک نہایت پرانی چھوٹی سی مسجد ہے، وہ بھی مسجد ضرار کی طرح ویران و حشت ناک۔ نہ کوئی حافظ ہے۔ نہ ملائے طالب علم نہ مسافر۔ ہزار ہا چنگا دڑا اس میں رہتی ہیں کہ اُن کی تسبیح بے ہنگام سے کان کے پردے پھٹے جاتے ہیں۔ فرش پر اس قدر بیٹ پڑی ہے کہ بہ جائے خود کمرے کا فرش بن گیا ہے۔ مرزا کے انتظار میں کلیم کو چار و ناچار اسی مسجد میں ٹھہرنا پڑا۔ مرزا آئے بھی تو اتنی دیر کے بعد کہ کلیم مایوس ہو چکا تھا۔ قبل اس کے کہ کلیم شکایت کرے مرزا صاحب بہ طور دفع و دخل مقدر فرمانے لگے کہ بندے کے گھر میں کئی دن سے طبیعت علیل ہے حفظان کا عارضہ، اختلاج قلب کا روگ ہے اب جو میں آپ کے پاس سے گیا تو اُن کو غشی میں پایا۔ اس وجہ سے دیر ہوئی پہلے یہ تو فرمائیے کہ اس وقت بندہ نوازی فرمانے کی کیا وجہ ہے؟ کلیم نے باپ کی طلب، اپنا انکار، بھائی کی التجا، ماں کا اصرار، تمام ماجرا کہہ سنایا۔ مرزا: پھر اب کیا ارادہ ہے۔ کلیم: سوائے اس کے کہ اب گھر لوٹ کر جانے کا تو نہیں ہے اور جو آپ کی صلاح ہو۔ مرزا: غیر نیت شب حرام صبح تو ہو۔ آپ بے تکلف استراحت فرمائیے۔ میں جا کر پچھونا وغیرہ بھیجے دیتا ہوں اور مجھ کو مریضہ کی تیمارداری کے لیے اجازت دیجیے کہ آج اُس کی علالت میں اشتہاد ہے۔ کلیم: یہ ماجرا کیا ہے۔ تم تو کہا کرتے تھے کہ ہمارے یہاں دوہری محل سرائیں متعدد دیوان خانے کئی پائیں باغ ہیں۔ حوض اور حمام اور کٹڑے اور گنج اور دکانیں اور سرائیں؛ میں جانتا ہوں عمارت کی قسم سے کوئی چیز ایسی نہ ہوگی جس کو تم نے اپنی ملک نہ بتایا ہو۔ یا یہ حال ہے کہ ایک تنفس کے واسطے ایک شب کے لیے تم کو جگہ میسر نہیں جو جو حالات تم نے اپنی زبان سے بیان کیے اُن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ جماعہ دار کے تمام ترکہ پر تم قابض اور متصرف ہو لیکن میں اُس تمام جاہ و حشت کا ایک شہ نہ بھی نہیں دیکھتا۔ مرزا: آپ کو میری نسبت سخن سازی کا احتمال ہونا سخت تعجب کی بات ہے۔ اتنی مدت مجھ سے آپ کی صحبت رہی مگر افسوس ہے کہ آپ نے میری طبیعت اور میری عادت کو نہ پہچانا۔ یہ اختلاف حالت جو آپ دیکھتے ہیں اُس کی ایک وجہ ہے۔ بندے کو جماعہ دار صاحب مرحوم مغفور نے متنبی کیا تھا اور اپنا جانشین کر مرے تھے۔ شہر کے کل رؤسا اس سے واقف اور آگاہ ہیں۔ اُن کے انتقال کے بعد لوگوں نے اس میں رخنہ اندازیاں کیں۔ بندے کو آپ جانتے ہیں کہ بکھیرے سے کوسوں بھاگتا ہے۔ صحبت ناملا تم دیکھ کر کنارہ کش ہو گیا لیکن کسی کو انتظام کا سلیقہ بندوبست کا حوصلہ نہیں۔ اسی روز سے اندر باہر واویلا مچی ہوئی ہے اور اس بات کے مشورے ہو رہے ہیں

کہ بندے کو منالے جائیں۔

کلیم: لیکن آپ نے اس کا تذکرہ بھی نہیں کیا۔ مرزا: اگر میں آپ سے یا کسی سے تذکرہ کرتا تو استقلال مزاج سے بے بہرہ اور غیرت و حمیت سے بے نصیب ٹھہرتا آپ کو کھڑے رہنے میں تکلیف ہوتی ہے اجازت دیجیے کہ میں جا کر بچھونا بھجوا دوں اور مریضہ کی تیمارداری کروں۔ کلیم: خیر مقام مجبوری ہے لیکن پہلے ایک چراغ تو بھیج دیجیے۔ تہرکی کی وجہ سے طبیعت اور بھی گھبراتی ہے۔ مرزا: چراغ کیا میں نے تو لیمپ روشن کرانے کا ارادہ کیا تھا لیکن گرمی کے دن ہیں پر دانے بہت جمع ہو جائیں گے اور آپ زیادہ پریشان ہو جیے گا اور اس مکان میں ابابیلوں کی کثرت ہے۔ روشنی دیکھ کر گرمی شروع ہوں گی اور آپ کا بیٹھنا دشوار کر دیں گی۔ تھوڑی دیر صبر کیجیے کہ ماہتاب نکلا آتا ہے۔

کلیم جب گھر نکلا تو کھانا تیار تھا لیکن وہ اس قدر طیش میں تھا کہ اُس نے کھانے کی مطلق پرواہ نہ کی اور بے کھائے نکل کھڑا ہوا۔ مرزا سے ملنے کے بعد وہ منتظر تھا کہ آخر مرزا خود پوچھیں گے تو کہہ دوں گا۔ مرزا کو ہر چند کھانے کی نسبت پوچھنا ضرور تھا کیوں کہ اول تو کچھ ایسی رات زیادہ نہیں گئی تھی۔ دوسرے یہ کہ اُس کو معلوم ہو چکا تھا کہ کلیم گھر سے لڑ کر نکلا ہے۔ تیسرے دونوں میں بے تکلفی غایت درجہ کی تھی لیکن مرزا قصداً اس بات سے متعرض نہ ہوا اور کلیم بے چارے کا بھوک کے مارے یہ حال کہ مسجد میں آنے سے پہلے اُس کی انترویوں نے قل ہوا اللہ بڑھنی شروع کر دی تھی۔ جب اُس نے دیکھا کہ مرزا کسی طرح اس پہلو پر نہیں آتا اور غریب تمام شب کے لیے رخصت ہوا چاہتا ہے تو بے چارے نے بے غیرت بن کر خود کو کہا کہ سنو یار! میں نے کھانا بھی نہیں کھایا۔ مرزا: مرد خدا! تو آتے ہی کیوں نہیں کہا۔ اب اتنی رات گئے کیا ہو سکتا ہے۔ دکانیں سب بند ہو گئیں اور جو دو ایک کھلی بھی ہیں تو باہی چیزیں رہ گئی ہوں گی جن کے کھانے سے فائدہ بہتر ہے۔ گھر میں آج آگ تک نہیں ملے گی مگر ظاہر اتم سے بھوک کی سہار ہوئی مشکل معلوم ہوتی ہے۔ دیوا شہا کو زیر کرنا بڑی ہمت والوں کا کام ہے۔ ایک تدبیر سمجھ میں آتی ہے کہ جاؤں چھدامی بھڑ بھونجے کے یہاں سے گرم خستہ چنے کی دال بنواؤں بس ایک دھیلے کی مجھ کو تم کو دونوں کو کافی ہوگی۔ رات کا وقت ہے ابھی کلیم کچھ کہنے بھی نہیں پایا تھا کہ مرزا جلدی سے اٹھ باہر گئے اور چشم زدن میں چنے بھنولائے مگر دھیلے کے کہہ کر گئے تھے یا تو کم کے لائے یا راہ میں دو چار بھٹکے لگائے۔ اس واسطے کہ کلیم کے زوہد و تہمتن مٹھی چنے سے زیادہ نہ تھے۔ مرزا: یار ہو تم بڑے خوش قسمت کہ اس وقت بھاڑ مل گیا۔ واللہ ہاتھ تو لگاؤ دیکھو تو کیسے ٹھکس رہے ہیں اور سوندھی سوندھی خوشبو بھی عجب ہی دل فریب ہے کہ بس بیان نہیں ہو سکتا۔ تعجب ہے کہ لوگوں نے خس اور مٹی کا عطر نکالا مگر نہ بھونے چنوں کی طرف کسی کا ذہن منتقل نہیں ہوا۔ کوئی فن ہو کمال بھی کیا چیز ہے۔ دیکھیے اتنی تو رات گئی ہے مگر چھدامی کی دکان پر بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ بندہ نے بہ تحقیق سنا ہے کہ حضور والا کے خاصے میں چھدامی کی دکان کا چنابلا ناغہ لگ کر جاتا ہے اور واقع میں ذرا غور سے دیکھیے کیا کمال کرتا ہے کہ بھونے میں چنوں کو سڈول بنا دیتا ہے۔ بھی تنھیں میرے سر کی قسم، سچ کہنا ایسے خوب صورت خوش قطع سڈول چنے تم نے پہلے بھی کبھی دیکھے تھے۔ دال بنانے میں اُس کو یہ کمال حاصل ہے کہ کسی دانے پر خراش تک نہیں، ٹوٹنے پھوٹنے کا کیا مذکور اور دانوں کی رنگت دیکھیے کوئی بسنتی ہے کوئی پستچی۔ غرض دونوں رنگ خوش نما۔ یوں تو صد ہا قسم کے غلے اور پھل زمین سے آگئے ہیں لیکن چنے کی لذت کو کوئی نہیں پاتا۔

غرض مرزا نے اپنی چرب زبانی سے چنوں کو گھی کی تلی دال بنا کر اپنے دوست کلیم کو کھلایا۔ کلیم بھوکا تو تھا ہی اُس کو بھی ہمیشہ سے کچھ زیادہ مزے دار معلوم ہوئے۔ مرزا نے گھر جا کر ایک میلی دری اور ایک کثیف سا تکیہ بھیج دیا۔ دو ہی گھڑی میں کلیم کی حالت کا اس قدر متغیر ہو جانا عبرت کا مقام ہے یا تو خلوت خانہ اور عشرت منزل میں تھا یا اب ایک مسجد میں آکر پڑا اور مسجد بھی ایسی جس کا تھوڑا سا حال ہم نے اوپر بیان کیا۔ گھر کے ایوانِ نعمت کو لات مار کر

نکلا تھا تو پہلے ہی وقت پہنچنے چاہئے پڑے۔ نہ چرائے نہ چارپائی نہ بہن نہ بھائی۔ نہ مونس نہ غم خوار نہ نوکر نہ خدمت گار۔ مسجد میں اکیلا ایسا بیٹھا تھا جیسے قید خانے میں حاکم کا گنہ گار یا قفس میں مرغ کو گرفتار اور کوئی ہوتا تو اس حالت پر نظر کر کے تنبیہ پکڑتا اپنی حرکت سے توبہ اور اپنے افعال سے استغفار کرتا اور اسی وقت نہیں تو سویرے فجر دم باپ کے ساتھ نماز صبح میں جا شریک ہوتا لیکن کلیم کو اور بہت سے مضمون سوچنے کو تھے اس نے رات بھر میں ایک قصیدہ تو مسجد کی جھو میں تیار کیا اور ایک مثنوی مرزا کی شان میں کہی۔

صبح ہوتے آنکھ لگ گئی تو نہیں معلوم مرزا یا محلے کا کوئی اور عیار ٹوپی۔ جوتی۔ رومال۔ چھڑی۔ تکیہ، دری یعنی جو چیز کلیم کے بدن سے منسلک اور اس کے جسم سے جدا تھی لے کر چنیت ہو۔ یوں بھی کلیم بہت دیر کو سو کے اٹھتا تھا اور آج تو ایک وجہ خاص تھی کوئی پہر سو پہر دن چڑھے جاگا تو کیا دیکھتا ہے کہ فرش مسجد پر پڑا ہے اور نیند کی حالت میں جو کروٹیں لی ہیں تو سیروں گرد کا بھبھوت اور چمکاڑوں کی بیٹ کا ضلہ بدن پر تھپا ہوا ہے حیران ہوا کہ قلب ماہیت ہو کر میں کہیں بھٹکتا تو نہیں ہو گیا۔ مرزا کو ادھر دیکھا ادھر دیکھا کہیں پتہ نہیں۔ مسجد تھی ویران اس میں پانی کہاں صبر کر کے بیٹھ رہا کہ کوئی اللہ کا بندہ ادھر کو آنکھ لے تو اس کے ہاتھ مرزا کو بلواؤں اور یا منہ ہاتھ دھو کر خود مرزا تک جاؤں۔ اس میں دو پہر ہونے آئی بارے ایک لڑکا کھیلتا ہوا آیا جو نبی زینے پر چڑھا کہ کلیم اس سے عرض مطلب کرنے کے لیے لپکا وہ لڑکا اس کی بیٹ کڈائی دیکھ ڈر کر بھاگا، خدا جانے اس نے اس کو بھوت سمجھا یا سڑی خیال کیا۔ کلیم نے بہتیرا پکارا اس لڑکے نے پیٹھ پھیر کر نہ دیکھا۔ ناچار کلیم نے بہ ہزار مصیبت دوسرے فائدے سے شام پکڑی اور جب اندھیرا ہوا تو الو کی طرح اپنے نشین سے نکلا۔ سید ہامرزا کے مکان پر گیا، آواز دی تو یہ جواب ملا کہ وہ تو بڑے سویرے کے قطب صاحب سدھارے ہیں۔ کلیم نے چاہا کہ اپنا تعارف ظاہر کر کے ممکن ہو تو منہ دھونے کو پانی مانگے اور مرزا کی پھٹی پرانی جوتی اور ٹوپی تاکہ کسی طرح گلی کو پے میں چلنے کے قابل ہو جائے۔ یہ سوچ کر اس نے کہا کیوں حضرت آپ مجھ سے بھی واقف ہیں۔ اندر سے آواز آئی ہم تمہاری آواز تو نہیں پہچانتے اپنا نام و نشان بتاؤ تو معلوم ہو۔ کلیم: میرا نام کلیم ہے اور مجھ سے اور مرزا ظاہر دار بیگ سے بڑی دوستی ہے بلکہ میں شب کو مرزا صاحب ہی کی وجہ سے مسجد میں تھا۔ گھر والے: وہ دری اور تکیہ کہاں ہے جو رات تمہارے سونے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ تکیے اور دری کا نام سن کر تو کلیم بہت چکرایا اور ابھی جواب دینے میں متاثر تھا کہ اندر سے آواز آئی: مرزا زبردست بیگ! دیکھنا یہ مردوا کہیں چل نہ دے، دوڑ کر تکیہ دری تو اس سے لو۔ کلیم یہ بات سن کر بھاگا۔ ابھی گلی کے کڑتیک نہیں پہنچا تھا کہ زبردست نے چور چور کر کے جالیا۔ ہر چند کلیم نے مرزا ظاہر دار بیگ کے ساتھ اپنے حقوق معرفت ثابت کیے مگر زبردست کا ٹھیکہ سر پر اس نے اک نہ مانی اور پکڑ کر کو توالی لے گیا۔ کو توال نے سرسری طور پر دونوں کا بیان سنا اور کلیم سے اس کا حسب نسب پوچھا۔ ہر چند کلیم اپنا پتہ بتانے میں جھینپتا تھا مگر چار و ناچار بتانا پڑا لیکن اس کی حالت ظاہری ایسی اتر ہو رہی تھی کہ اس کا سچ بھی جھوٹ معلوم ہوتا تھا۔ کو توال نے سن کر یہی کہا کہ میاں نصوص جن کو تم اپنا والد بتاتے ہو میں ان کو خوب جانتا ہوں اور یہ بھی مجھ کو معلوم ہے کہ ان کے بڑے بیٹے کا یہی نام ہے جو تم نے اپنا بیان کیا۔ محلے کا پتہ گھر کا نشان بھی جو تم نے کہا سب خٹیک ہے مگر کلیم تو ایک مشہور معروف آدمی ہے آج شہر میں اس کی شاعری کی دھوم ہے۔ تمہاری یہ حیثیت کہ ننگے سر ننگے پاؤں بدن پر کچڑ تھپی ہوئی مجھ کو باور نہیں ہوتا۔ اچھا اب رات کو کیا ہو سکتا ہے۔ جرم سنگین ہے، ان کو حوالات میں رکھو، صبح ہو میں ان کے والد کو بلواؤں تو ان کے بیان کی تصدیق ہو۔

کلیم یہ سن کر رو دیا اور کہا میں وہی بد نصیب ہوں جس کی شعر گوئی کا شہرہ آپ نے سنا ہے اور آپ کو یقین نہ ہو تو میں اپنے افکار تازہ آپ کو سُناؤں۔ چنانچہ کل شب کو جو کچھ مسجد و مرزا کی شان میں کہا تھا سنایا۔ اس پر کو توال نے اتنی رعایت کی کہ دوسپا کلیم کے ساتھ کیے اور ان کو حکم دیا کہ ان کو میاں نصوص کے پاس لے جاؤ گروہان کو اپنا فرزند بتائیں تو چھوڑ دینا اور نہ واپس لا کر حوالات میں قید رکھنا۔

کلمہ پر اس کیفیت سے باپ کے زوہ زوہ آنا جیسا کچھ شاق گزر اہو گا ظاہر ہے مگر کیا کر سکتا تھا۔ سپاہی اس کو کشاں کشاں لے ہی گئے۔ محلے کی مسجد میں جس میں نصوص نماز پڑھا کرتا تھا اس کے گھر سے بہت قریب تھی۔ صحن مسجد میں ایک شاداب چمن تھا اور چمن کے بیچوں بیچ ایک پکامر قلعہ چوہترہ عجب تفریح کا مقام تھا۔ نصوص بیشتر نماز عشا کے بعد خصوصاً چاندنی راتوں میں اس چوہترے پر بیٹھ کر پھولوں میں خداوند تعالیٰ کی صنعت ملاحظہ کیا کرتا تھا۔ اس کو بیٹھا دیکھ کر دوسرے نمازی بھی جمع ہو جاتے تھے اور نصوص کو وعظ و پند کے طور پر ان کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع ملتا تھا۔ سپاہی کلمہ کو لیے آپہنچے۔ یہ اتفاق من اللہ شاید اس وجہ سے پیش آیا کہ جو لوگ کلمہ کی نظر میں صرف اس وجہ سے ذلیل تھے کہ وہ اپنے خالق کی پرستش کرتے تھے، اپنے اور اپنے بال بچوں کے پیٹ بھرنے کے لیے محنت مزدوری کر کے بہ وجہ حلال روزی پیدا کرتے تھے ان کے سامنے اس کی گردن نخوت نیچی ہو۔ منکر نکیر کی طرح دو سپاہی اس کی گردن پر سوار تھے۔ نہ سر پر ٹوپی نہ پاؤں میں جوتی۔ دو وقت کے فاقے سے منہ سوکھ کر ذرہ سا نکل آیا تھا۔ آنکھوں میں حلقے پڑ گئے تھے۔

ہوٹوں پر چھڑیاں جم رہی تھیں۔ کپڑوں کا وہ حال تھا کہ ایسے لباس سے نکلا ہوتا تو بہتر تھا۔ جوں نصوص کی نظر بیٹے پر پڑی گویا ایک تیر سا کیلجے میں لگ گیا۔ اگر پہلا سا نصوص ہوتا تو نہیں معلوم عورتوں کی طرح داڑھیں مار کر روتا یا سر پینٹنے لگتا یا دوڑ کر بیٹے کو لپٹ جاتا یا سپاہیوں سے بے پوچھے گچھے دست و گریباں ہو پڑتا یا خدا جانے اضطراب جاہلانہ میں کیا کرتا مگر اب اس کی جملہ حرکات و سکنات معلوم دین داری کی مطیع اور مودب خدا پرستی کی تابع تھیں اس نے ایک دم سرد بھر کر انا اللہ و انا الیہ راجعون تو کہا اور آف بھی نہ کی۔ سپاہیوں نے اس سے کلمہ کی نسبت پوچھا تو اس نے آنکھیں نیچی کر کے کہا جب حضرت نوح اپنے بیٹے کو ڈوبتے دم تک پٹا پیٹا پکارے گئے تو میں اس کے فرزند ہونے سے انکار کیسے کر سکتا ہوں۔ سپاہی تو اتنا سن کر رخصت ہوئے اور کلمہ کو رفتائے نصوص تیس سے کسی نے ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھالیا۔

(توبہ النصوص)

مولوی نذیر احمد (۱۸۳۱ء-۱۹۱۲ء)

مولوی نذیر احمد ضلع بنیور (پ۔ بی بھارت) میں ۱۸۳۱ء میں پیدا ہوئے۔ بعض مقامات پر آپ کا سال پیدائش ۱۸۳۶ء بھی درج ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مولوی سعادت علی سے ہی حاصل کی لیکن بعد میں مولوی عبدالخالق کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ کچھ عرصے بعد دلی کا لٹریچر میں داخلہ لیا اور وہاں سے عربی، فلسفہ اور ریاضی کی تعلیم حاصل کر کے مدرس کی حیثیت سے عملی زندگی کا آغاز کیا اور ترقی کر کے انسپکٹر مدارس مقرر ہو گئے۔ اپنی ذاتی دل چسپی کے باعث انگریزی زبان کی تعلیم بھی اپنے تئیں حاصل کی۔ ۱۸۶۱ء میں انڈین پبلیشنگ کوڈ کے ترجمے کی وجہ سے پہلے تحصیل دار اور پھر افسر بندوبست بن گئے۔ اس کے بعد ریاست حیدر آباد چلے گئے جہاں ممبر بورڈ آف ریونیو کی حیثیت سے خدمات سر انجام دیں اور پٹنوں سے اپنی مدت ملازمت پوری کر کے سبک دوش ہو گئے۔ ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی زندگی تصنیف و تالیف کے لیے وقف کر دی۔ ۱۸۹۷ء میں آپ کو ”شمس العلماء“ کا خطاب عطا کیا گیا۔ اس کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی اور ایڈمز یونیورسٹی سے بھی آپ کو اعزازی ڈگریوں سے نوازا گیا۔

مولوی نذیر احمد کو اردو کا پہلا ناول نگار کہا جاتا ہے کیوں کہ ان کی تحریروں میں اردو ناول کا نقش اول موجود ہے۔ آپ کو دلی کی صاف اور با محاورہ زبان خاص طور پر دلی کی خواتین کی روزمرہ زبان کے استعمال پر دسترس حاصل تھی۔ آپ کو کہانی بیان کرنے اور کردار نگاری میں ملکہ حاصل تھا۔ آپ کے بیشتر کردار اسم ہائے مسمیٰ ہیں یعنی جیسا نام ہے ویسی ہی شخصی خوبیاں بھی کردار میں موجود ہیں۔ اصلاح، سبق آموزی، آپ کی تحریروں کا نمایاں پہلو ہے۔ مولوی نذیر احمد نے اردو داستانوں کے مافوق الفطرت کرداروں کی بجائے حقیقی زندگی کے کرداروں کو اپنا موضوع بنایا۔ ادب برائے زندگی کے نظریے کے تحت آپ نے اپنے ناولوں میں مرآۃ العروس، توبہ النصوص، رویائے صادقہ، بنات النعیم اور ابن الوقت شام ہیں۔ مولوی نذیر احمد نے قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا۔



۱۔ درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات کے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

i۔ لفظ ”ڈراما“ کس زبان کے لفظ ڈراؤ (Drao) سے مشتق ہے۔

- الف۔ عربی ب۔ فارسی ج۔ عبرانی د۔ یونانی
- ii۔ جملہ اسمیہ کے مسند الیہ اور مسند ہوتے ہیں:

- الف۔ اسم ب۔ فعل ج۔ فعل ناقص د۔ قاع

iii۔ کلیم کے کنڈی کھڑکھڑانے پر کتنی لونڈیاں چراغ لیے ہوئے اندر سے نکلیں؟

- الف۔ چار ب۔ تین ج۔ دو د۔ ایک

iv۔ مرزا ظاہر دار بیگ نے کلیم کو کہاں ٹھہرانے کا بندوبست کیا؟

- الف۔ دیوان خانے میں ب۔ محل سرا میں ج۔ بالا خانے پر د۔ ویران مسجد میں

v۔ ”شکاری نے بندوق چلائی“ اس جملہ فعلیہ میں مفعول کسے کہیں گے؟

- الف۔ شکاری ب۔ بندوق ج۔ نے د۔ چلائی

۲۔ درج ذیل نثر پارے کو فہم کے ساتھ پڑھ کر درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے۔

بار بار کے پکارنے اور کنڈی کھڑکھڑانے سے دو لونڈیاں چراغ لیے ہوئے اندر سے نکلیں اور ان میں سے ایک نے پوچھا کون صاحب ہیں اور اتنی رات گئے کیا کام ہے۔ کلیم، جاؤ مرزا کو بھیج دو۔ لونڈی: کون مرزا، کلیم: مرزا ظاہر دار بیگ جن کا مکان ہے اور کون مرزا۔ لونڈی: یہاں کوئی ظاہر دار بیگ نہیں ہے۔ اتنا کہہ کر قریب تھا کہ لونڈی پھر کواڑ بند کر لے کہ کلیم نے کہا کہ کیوں جی کیا یہ جماعہ دار صاحب کی محل سرانہیں ہے۔

لونڈی: ہے کیوں نہیں۔

کلیم: پھر تم نے یہ کیا کہا کہ یہاں کوئی ظاہر دار بیگ نہیں۔ کیا ظاہر دار بیگ جماعہ دار کے وارث اور جانشین نہیں ہیں۔

لونڈی: جماعہ دار کے وارثوں کو خدا سلامت رکھے۔ مٹوا ظاہر دار بیگ جماعہ دار کا وارث بننے والا کون ہوتا ہے۔

دوسری لونڈی: اری کم بخت یہ کہیں مرزا ہانکے کے بیٹے کو نہ پوچھتے ہوں۔ وہ ہر جگہ اپنے تئیں جماعہ دار کا بیٹا بتایا کرتا ہے۔ (کلیم کی طرف مخاطب ہو کر) کیوں میاں وہی ظاہر دار بیگ نا، جن کی رنگت زرد زرد ہے۔ آنکھیں کرنجی، چھوٹا قد، ڈبلا ڈیل اپنے تئیں بہت سنوارے بنائے رہا کرتے ہیں۔ کلیم: ہاں ہاں وہی ظاہر دار بیگ۔

لونڈی: تو میاں اس مکان کے پچھواڑے ایلوں کی ٹال کے برابر چھوٹا سا کچا مکان ہے وہ اُس میں رہتے ہیں۔ کلیم نے وہاں جا آواز دی تو کچھ دیر بعد مرزا صاحب تنگ دھڑنگ جا نگلیہ پہنے ہوئے باہر تشریف لائے اور کلیم کو دیکھ کر شرمائے اور بولے آہا! آپ ہیں، معاف کیجیے گا۔ میں نے سمجھا کہ کوئی اور صاحب ہیں۔ بندے کو کپڑے پہن کر سونے کی عادت نہیں۔ میں ذرا کپڑے پہن آؤں تو آپ کے ہم رکاب چلوں۔

کلیم: چلیے گا کہاں میں آپ ہی کے پاس تک آیا تھا۔

مرزا: پھر اگر کچھ دیر تشریف رکھنا منظور ہو تو میں اندر پردہ کرا دوں۔

کلیم: میں آج شب کو آپ ہی کے ہاں رہنے کی نیت سے آیا ہوں۔

مرزا: بسم اللہ تو چلیے اسی مسجد میں تشریف رکھیے۔ بڑی فضا کی جگہ ہے میں ابھی آیا۔ کلیم نے جو مسجد میں آکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک نہایت پرانی چھوٹی سی مسجد ہے، وہ بھی مسجد ضرار کی طرح ویران و حشت ناک۔ نہ کوئی حافظ ہے۔ نہ ملائم طالب علم نہ مسافر۔ ہزار ہا چٹاؤریں اُس میں رہتی ہیں۔

الف۔ بار بار پکارنے اور کٹدی کھڑکھڑانے کا کیا نتیجہ نکلا؟

ب۔ کلیم نے جب ظاہر دار کے متعلق پوچھا تو لونڈی نے کیا جواب دیا؟

ج۔ اندر سے آنے والی لونڈیوں میں سے ایک نے کیا پوچھا؟

د۔ ظاہر دار بیگ کے متعلق لونڈی نے کیا حقیقت بتائی؟

ہ۔ ظاہر دار بیگ اصل میں کہاں رہتا تھا؟

و۔ کلیم کے آواز دینے پر ظاہر دار بیگ کس حالت میں باہر آیا؟

ز۔ ظاہر دار بیگ نے جس مسجد میں کلیم کو ٹھہرایا، اُس کی حالت کیسی تھی؟

ح۔ اس عبارت سے ظاہر دار بیگ کی شخصیت کا کون سا پہلو ہمارے سامنے آتا ہے؟

سوشل یا الیکٹرانک میڈیا سے رات کو بچے سے دس بجے تک اپنے والدین کی نگرانی میں خبروں اور انٹرٹینمنٹ کا ایک ایک چینل دیکھیں۔ اس ایک گھنٹے کے دوران پیش کی جانے والی خبروں اور ڈراموں میں اُٹھائے گئے اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی نکات وغیرہ سُن کر اہم نکات مع تبصرہ و تشریح اپنے ساتھی طلبہ کے سامنے دوہراتے ہوئے جماعت کے کمرے میں بیان کریں۔

۴۔ ”کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ“ کو اس کے اسلوب اور بیان کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس خاص مقصد کے لیے پڑھیں کہ آپ کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ، دونوں کرداروں کے متعلق اپنی ذاتی رائے پیش کر سکیں۔

۵۔ سبق ”کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ“ کے علاوہ آپ نے شامل نصاب افسانہ ”بھیڑیا“ کا مطالعہ کیا۔ دونوں عبارات کی غرض و غایت اور ساخت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کا مناسب اور محتاط موازنہ کریں۔ نیز دونوں ادب پاروں کے زمانوں کی تاریخ سے واقف ہوتے ہوئے عصری تناظر میں ان کی اہمیت پر رائے دیں۔

نثر پاروں کا موازنہ کرتے ہوئے مصنفین کے اندازِ بیان کو سمجھیں اور جماعت کے دیگر طلبہ کے سامنے اس پر تبصرہ کریں۔ (اس سلسلے میں درج ذیل نکات پیش نظر رکھیں)

الف۔ مولوی نذیر احمد نے کلیم کے کردار کے ذریعے نوجوان نسل کو کیا نصیحت کی ہے؟

ب۔ ظاہر دار بیگ جیسے لوگ ہماری زندگی اور معاشرے میں کیا کردار ادا کرتے ہیں؟

ج۔ افسانہ ”بھیڑیا“ میں مصنف کس خوف کا شکار ہے؟

د۔ افسانے کا مرکزی کردار ”بھیڑیا“ کس علامت کے طور پر استعمال ہوا ہے؟

۶۔ آج سے سو ڈیڑھ سو سال قبل اُردو الفاظ کا ایسا نہیں تھا جیسا کہ آج مستعمل ہے۔ یعنی آج بہت سے ایسے الفاظ کو توڑ کر لکھا جاتا ہے جنہیں ماضی میں اکٹھا لکھنا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ مثلاً: شامل نصاب سبق کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ کریں۔

کلمہ یہی جانتا تھا کہ جماعہ دار کا تمام ترکہ مرزا کو ملا اور وہ جماعہ دار کی محل سرا کو مرزا کی محل سرا اور جماعہ دار کے دیوان خانے کو مرزا کا دیوان خانہ سمجھتا تھا۔ محل سرا کی ڈیوڑھی پر جامو جو ہوا۔ بار بار کے پکارنے اور کنڈی کھڑکھڑانے سے دونوں ڈیاں چراغ لیے ہوئے اندر سے نکلیں۔

کلمہ: جاؤ، مرزا کو بھیج دو۔

سبق کی عبارت میں مجلسرا کو محل سرا، دیوانخانے کو دیوان خانے، دیوانخانہ کو دیوان خانہ، لئے کو لیے اور بھیج دو کو بھیج دو۔ کر کے لکھ دیا گیا ہے یعنی الفاظ کو درست املا کا خیال رکھتے ہوئے اصل تحریر پر نظر ثانی اور ادارت (پروف ریڈنگ) کی گئی ہے۔ اسی اصول کو پیش نظر رکھ کر درج ذیل تحریری سرگرمی میں الفاظ کو غلط املا میں لکھے ہوئے درج ذیل الفاظ پر نظر ثانی اور ادارت (پروف ریڈنگ) کرتے ہوئے درست کر کے لکھیں۔ اس سلسلے میں استاد محترم سے بھی رہ نمائی لیں۔

منابجائیں	دیجئے	بھیج دیئے
کردینگی	کیونکہ	کمدونگا
لئے	بیچارے	بھوکھ
بنکر		

۷۔ ذو معنی الفاظ

ذو معنی الفاظ ایسے الفاظ ہوتے ہیں جن کا املا تو ایک جیسا ہو لیکن ان کے معنی ایک سے زیادہ ہوں۔ بعض اوقات ان میں سے ایک معنی مونث جب کہ دوسرا مذکر کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: قلم (لکھنے کے لیے استعمال ہونے والا آلہ) اور پودے کی قلم۔

کان (کسی قیمتی چیز کا ذخیرہ) یعنی کونکے یا سونے کی کان، اور جسم کا ایک حصہ۔

درج ذیل جملوں سے ذو معنی الفاظ کو الگ کریں اور ان کے جملے اس انداز سے تحریر کریں کہ ان کے دونوں معانی واضح ہو جائیں۔

میرے کان میں درد ہے۔

پاکستان میچ ہار گیا۔

کپڑے کا عرض ایک فٹ ہے

میں نے قلم سے لکھا۔

مغرب نے اسلامی ملکوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

۸۔ ناول

ناول سے مراد سادہ زبان میں ایسی طویل کہانی ہے جس میں انسانی زندگی کے معمولی واقعات اور روزانہ پیش آنے والے معاملات کو اس انداز میں بیان کیا جائے کہ پڑھنے والے کو اس میں دلچسپی پیدا ہو۔ یہ دلچسپی پلاٹ، منظر نگاری، کردار نگاری اور مکالمہ نگاری سے پیدا کی جاتی ہے۔ ناول اس نثری قصبے کو کہتے ہیں جس میں کسی خاص نقطہء نظر کے تحت زندگی کی حقیقی اور واقعاتی عکاسی کی گئی ہو۔ ناول کا مرکزی کردار اس کا ہیرو ہوتا ہے۔ واقعات میں ایک تسلسل موجود ہوتا ہے۔ حقیقت نگاری اور صداقت بیانی اس کا خاصہ ہے۔ اس کا موضوع انسانی زندگی ہوتا ہے۔ یعنی انسانی زندگی کے حالات و واقعات اور معاملات کو انتہائی گہرے اور مکمل مشاہدے کے بعد کہانی کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔

ناول کے اجزاء: کہانی، پلاٹ، کردار، مکالمے

۹۔ درج ذیل فارم نمونے کے طور پر دیا جا رہا ہے۔ آپ متعلقہ ادارے کی ویب سائٹ سے یہ فارم ڈاؤن لوڈ کریں اور اسے پُر کرنے کی مشق کریں۔

THIS FORM IS FOR OFFICE RECORD ONLY AND WILL NOT BE USED AS BIRTH REGISTRATION CERTIFICATE

درخواست فارم برائے کمپیوٹرائزڈ برٹھ رجسٹریشن
 (یہ فارم برٹھ رجسٹریشن کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ اسے برٹھ رجسٹریشن کے طور پر استعمال نہیں کیا جائے گا۔)

Applicant's Name _____

Applicant's CNIC No _____

Child's Name _____

Religion _____

Gender _____

Religion _____

Father's Name _____

Father's CNIC No _____

Mother's Name _____

Mother's CNIC No _____

Place of Birth _____

Date of Birth _____

Vaccinated ☐ Yes ☐ No

Quintality _____

Address _____

District _____

Province _____

Signature _____

Official Seal _____

سرگرمیاں



- ۱۔ کلیم اور ظاہر داری کی ملاقات کو چار پانچ طلبہ کے گروہ میں ڈرامائی صورت میں جماعت کے دیگر طلبہ کے سامنے پیش کریں۔
- ۲۔ اپنے والد سے درخواست کر کے اتوار والے دن کوئی سارو نامہ اخبار منگوائیں۔ اتوار کے اخبار میں مختلف روادیں، مضامین، سفر نامے، ادارے، خبریں، رپورٹس اور اشتہار وغیرہ شامل اشاعت ہوتے ہیں۔ ان کو پڑھ کر ان کے مقاصد کی ترجمانی کرتے ہوئے اہم نکات کو اپنے الفاظ میں تحریر کریں تاکہ اگلی بار آپ خود ان مقاصد کی بہتر انداز میں ترجمانی کر سکیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو زور دو، مضمون، سفر نامے، ادارے، خبریں، رپورٹس اور اشتہار وغیرہ میں فرق بتائیں۔
- سبق خوانی سے قبل طلبہ کو اردو ناول کی تعریف، دولت اور ارتقاء، آگاہ کرتے ہوئے فیضی نذیر احمد کے فکر و فن پر روشنی ڈالیں اور "توبہ النصوح" ناول کے اہم کردار و تعلیم کی شخصیت اور مزاج پر تبصرہ کریں تاکہ طلبہ اس ناول کی تاریخ سے واقفیت حاصل کرتے ہوئے عصری تناظر میں اس کی اہمیت پر رائے دے سکیں۔
- طلبہ اخبارات و رسائل میں بھیجنے والی مختلف تحریروں (رواد، مضامین، سفر نامہ، خطوط، ادارے، خبریں، رپورٹ، اشتہار وغیرہ) کے متعلق جامع آگاہی دیں۔





اس سبق کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- افسانوی / غیر افسانوی متن میں شامل نمانوس الفاظ، محاورات، ضرب الامثال، مترادفات اور مرکبات پر مشتمل فقرات سمجھ سکیں۔
- عبارت پڑھتے ہوئے علامات اوقات کا لحاظ رکھ سکیں۔
- کسی تحریر / تقریر پر استنباطی گفت کو کر سکیں۔
- متن پڑھ کر خیالات، آراء اور رویوں کا آپس میں تعلق سمجھتے ہوئے رائے پیش کر سکیں۔
- کسی بھی نثر پارے / قلم میں موضوعات کی شناخت کرتے ہوئے اس کی وضاحت کے لیے اپنی رائے کا اظہار کر سکیں۔
- خاکہ نویسی / شخصیت نگاری (سنجیدہ، دکابہ) کر سکیں۔
- واحد جمع (جمع مکسر، جمع سالم) بتا سکیں اور استعمال کر سکیں۔
- تذکیر و تانیث (اسماء و نثر) کی فہم رکھتے ہوئے زبان میں ہونے والی تبدیلیوں کو روزمرہ گفت گو اور تحریر و تخلیق میں استعمال کر سکیں۔

پڑھیں



نام دیو، مقبرہ رابعہ ڈرائی اور تنگ آباد (دکن) کے باغ میں مالی تھا۔ ذات کا ڈھیز جو بہت شیخ قوم خیال کی جاتی ہے۔ قوموں کا امتیاز معنوی ہے اور رفتہ رفتہ نسلی ہو گیا ہے۔ سچائی، نیکی، حسن کسی کی میراث نہیں۔ یہ خوبیاں نیچی ذات والوں میں بھی ایسی ہی ہوتی ہیں جیسی اونچی ذات والوں میں

۔ قیس ہو، کوہ کن ہو یا حالی

عاشقی کچھ کسی کی ذات نہیں

مقبرے کا باغ میری نگرانی میں تھا۔ میرے رہنے کا مکان بھی باغ کے احاطے ہی میں تھا۔ میں نے اپنے بچکے کے سامنے چمن بنانے کا کام نام دیو کے سپرد کیا۔ میں اندر کمرے میں کام کرتا رہتا تھا۔ میری میز کے سامنے بڑی سی کھڑکی تھی۔ اس میں سے چمن صاف نظر آتا تھا، لکھتے لکھتے کبھی نظر اٹھا کر دیکھتا تو نام دیو کو ہمہ تن اپنے کام میں مصروف پاتا۔ بعض دفعہ اس کی حرکتیں دیکھ کر بہت تعجب ہوتا۔ مثلاً کیا دیکھتا ہوں کہ نام دیو ایک پودے کے سامنے بیٹھا اس کا تھانولا صاف کر رہا ہے۔ تھانولا صاف کر کے حوض سے پانی لیا اور آہستہ آہستہ ڈالنا شروع کیا۔ پانی ڈال کر ڈول درست کیا اور ہر رخ سے پودے کو مزہ مزہ کر دیکھا۔ پھر اٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر اسے دیکھنے لگا۔ دیکھتا جاتا تھا اور مسکراتا اور خوش ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی۔ کام اسی وقت ہوتا ہے، جب اس میں لذت آنے لگے۔ بے مزہ کام، کام نہیں، بیچارہ ہے۔

اب مجھے اس سے دل چسپی ہونے لگی یہاں تک کہ بعض وقت اپنا کام چھوڑ کر اسے دیکھا کرتا مگر اسے کچھ خبر نہ ہوتی کہ کوئی دیکھ رہا ہے یا اس کے آس پاس کیا ہو رہا ہے۔ وہ اپنے کام میں مگن رہتا۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ اپنے پودوں اور پیڑوں ہی کو اپنی اولاد سمجھتا تھا اور اولاد کی طرح ان کی پرورش اور نگہداشت کرتا۔ ان کو سرسبز اور شاداب دیکھ کر ایسا ہی خوش ہوتا جیسے ماں اپنے بچوں کو دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔ وہ ایک ایک پودے کے پاس

بیٹھتا، ان کو پیار کرتا، جھک جھک کے دیکھتا اور ایسا معلوم ہوتا گویا ان سے چپکے چپکے باتیں کر رہا ہے۔ جیسے جیسے وہ بڑھتے اور پھولتے پھلتے، اس کا دل بھی بڑھتا اور پھولتا تھا۔ ان کو توانا اور نانا دیکھ کر اس کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ جاتی۔ کبھی کسی پودے میں اتفاق سے کیڑا لگ جاتا یا کوئی اور روگ پیدا ہو جاتا تو اسے بڑی فکر ہوتی، بازار سے دو ایک لانا۔ باغ کے داروغے یا مجھ سے کہہ کر منگاتا۔ دن بھر اسی میں لگا رہتا اور اس پودے کی ایسی سیوا کرتا جیسے کوئی ہم درد اور نیک دل ڈاکٹر اپنے عزیز بیمار کی کرتا ہے۔ ہزار جتن کرتا اور اسے بچا لیتا اور جب تک وہ تن درست نہ ہو جاتا اسے چین نہ آتا۔ اس کے لگائے ہوئے پودے ہمیشہ پر وان چڑھے اور کبھی کوئی پیڑ ضائع نہ ہوا۔

باغوں میں رہتے رہتے اسے جڑی بوٹیوں کی بھی شناخت ہو گئی تھی۔ خاص کر بچوں کے علاج میں اسے بڑی مہارت تھی۔ دور دور سے لوگ اس کے پاس بچوں کے علاج کے لیے آتے تھے۔ وہ اپنے باغ ہی میں سے جڑی بوٹیاں لا کر بڑی شفقت اور غور سے ان کا علاج کرتا۔ کبھی کبھی دوسرے گاؤں والے بھی اسے علاج کے لیے بلا لے جاتے۔ بلا تامل چلا جاتا، مفت علاج کرتا اور کبھی کسی سے کچھ نہیں لیتا تھا۔

وہ خود بھی بہت صاف ستھرا رہتا تھا اور ایسا ہی اپنے چمن کو بھی رکھتا۔ اس قدر پاک صاف جیسے رسوئی کا چوکا۔ کیا بجال جو کہیں گھاس پھوس یا کنکر پتھر پڑا ہے۔ روشیں باقاعدہ، تھانولے درست، سنچائی اور شاخوں کی کاٹ چھانٹ وقت پر، جھاڑنا ہمارا صبح شام روزانہ، غرض سارے چمن کو آئینہ بنا رکھا تھا۔

باغ کے داروغہ (عبدالرحیم خاں فینسی) خود بھی بڑے کار گزار اور مستعد شخص ہیں اور دوسروں سے بھی کھینچ تان کر کام لیتے ہیں۔ اکثر مالیوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرنی پڑتی ہے۔ ورنہ ذرا بھی نگرانی میں ڈھیل ہوئی، ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے یا بیڑی پینے لگے یا سائے میں جا لیٹے۔ عام طور پر انسان فطرتاً کمال اور کام چور واقع ہوا ہے۔ آرام طلبی ہم میں کچھ موروثی ہو گئی ہے لیکن نام دیو کو کبھی کچھ کہنے سننے کی نوبت نہ آئی۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنے کام میں لگا رہتا۔ نہ ستائش کی تمنائیں صلی کی پروا۔

ایک سال بارش بہت کم ہوئی۔ کنوؤں اور ہاڈیوں میں پانی برائے نام رہ گیا۔ باغ پر آفت ٹوٹ پڑی۔ بہت سے پودے اور پیڑ تلف ہو گئے۔ جو بچے رہے وہ ایسے نڈھال اور مرجھائے ہوئے تھے جیسے دق کے بیمار لیکن نام دیو کا چمن ہر ابھرتا تھا اور وہ دور دور سے ایک ایک گھڑ پانی کا سر پر اٹھا کے لاتا اور پودوں کو سینچتا۔ یہ وہ وقت تھا کہ قحط نے لوگوں کے اوسان خطا کر رکھے تھے اور انھیں پینے کو پانی مشکل سے میسر آتا تھا مگر یہ خدا کا بندہ کہیں نہ کہیں سے لے ہی آتا اور اپنے پودوں کی پیاس بجھاتا۔ جب پانی کی قلت اور بڑھی تو اس نے راتوں کو بھی پانی ڈھوڈھو کے لانا شروع کیا۔ پانی کیا تھا، یوں سمجھیے کہ آدھا پانی اور آدھی کچھڑ ہوتی تھی، لیکن یہی گدلا پانی پودوں کے حق میں آپ حیات تھا۔

میں نے اس بے مثل کار گزار پر اسے انعام دینا چاہا تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ شاید اس کا کہنا ٹھیک تھا کہ اپنے بچوں کے پالنے پونے میں کوئی انعام کا مستحق نہیں ہوتا۔ کیسی ہی تنگی ترشی ہو، وہ تو ہر حال میں کرنا ہی پڑتا ہے۔

جب اعلیٰ حضرت حضور نظام کو اورنگ آباد کی خوش آب و ہوا میں باغ لگانے کا خیال ہوا تو یہ کام ڈاکٹر سید سراج الحسن (نواب سراج یار جنگ بہادر) ناظم تعلیمات کو تفویض ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کا ذوق باغ بانی مشہور تھا۔ مقبرہ اربعہ درانی اور اس کا باغ جو اپنی ترتیب و تعمیر کے اعتبار سے مغلیہ باغ کا بہترین نمونہ ہے، مدت سے ویران اور سنسان پڑا تھا، وحشی جانوروں کا مسکن تھا اور جھاڑ جھنکار سے بچا پڑا تھا۔ آج ڈاکٹر صاحب کی یاد دولت سرسبز، شاداب اور

آباد نظر آتا ہے۔ اب دور دور سے لوگ اسے دیکھنے آتے اور سیر و تفریح سے محظوظ ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو آدمی پر کھنے میں بھی کمال تھا۔ وہ نام دیو کے بڑے قدر دان تھے۔ اسے مقبرے سے شاہی باغ میں لے گئے۔ شاہی باغ، آخر شاہی باغ تھا۔ کئی کئی گران کار اور بیسوں مالی اور مالی بھی کیسے کیسے، لویو سے چا پنی، تہران سے ایرانی اور شام سے شاہی آئے تھے۔ ان کے بڑے ٹھاٹ تھے۔ یہ ڈاکٹر صاحب کی اہم تھی۔ وہ شاہی باغ کو حقیقت میں شاہی باغ بنانا چاہتے تھے۔ یہاں بھی، نام دیو کا وہی رنگ تھا۔ اس نے نہ فنا باغ کی کہیں تعلیم پائی تھی اور نہ اس کے پاس کوئی سند یا ڈپلوما تھا البتہ کام کی ذہن تھی۔ کام سے سچا لگو تھا اور اسی میں اس کی جیت تھی۔ شاہی باغ میں بھی اسی کا کام مہاکاں رہا، دوسرے مالی لڑتے جھگڑتے، سینہ ہی شراب پیتے، یہ نہ کسی سے لڑتا جھگڑتا نہ سینہ ہی شراب پیتا یہاں تک کہ کبھی بیڑی بھی نہ پی۔ بس یہ تھا اور اس کا کام۔

ایک دن نہ معلوم کیا بات ہوئی کہ شہد کی مکھیوں کی یورش ہوئی۔ سب مالی بھاگ بھاگ کر چھپ گئے۔ نام دیو کو خبر بھی نہ ہوئی کہ کیا ہو رہا ہے، وہ اپنے کام میں لگا رہا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ قضا اس کے سر پر کھیل رہی ہے۔ مکھیوں کا غضب ناک جھلڑا اس غریب پر ٹوٹ پڑا۔ اتنا کانٹا، اتنا کانٹا کہ بے دم ہو گیا۔ آخر اسی میں جان دے دی۔

وہ بہت سادہ مزاج، بھولا بھالا اور منکسر المزاج تھا۔ اس کے چہرے پر بشارت اور لبوں پر مسکراہٹ کھلتی رہتی تھی۔ چھوٹے بڑے ہر ایک سے جھک کر ملتا۔ غریب تھا اور تنخواہ بھی کم تھی، اس پر بھی اپنے غریب بھائیوں کی بساط سے بڑھ کر مدد کرتا رہتا تھا۔ کام سے عشق تھا اور آخر کام کرتے کرتے ہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

گرمی ہو یا جاڑا، دھوپ ہو یا سایہ، وہ دن رات برابر کام کرتا رہا۔ اسے کبھی یہ خیال نہ آیا کہ میں بہت کام کرتا ہوں یا میرا کام دوسروں سے بہتر ہے۔ اسی لیے اسے اپنے کام پر فخر یا غور نہ تھا۔ وہ یہ باتیں جانتا ہی نہ تھا۔ اسے کسی سے میرا تھانہ جلاپا۔ وہ سب کو اچھا سمجھتا اور سب سے محبت کرتا تھا۔ وہ غریبوں کی مدد کرتا، وقت پر کام آتا، آدمیوں، جانوروں، پودوں کی خدمت کرتا، لیکن اسے یہ کبھی احساس نہ ہوا کہ وہ کوئی نیک کام کر رہا ہے۔ نیکی اسی وقت تک نیکی ہے، جب تک آدمی کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کوئی نیک کام کر رہا ہے۔ جہاں اس نے یہ سمجھنا شروع کیا، نیکی نیکی نہیں رہتی۔

جب کبھی مجھے نام دیو کا خیال آتا ہے تو میں سوچتا ہوں کہ نیکی کیا ہے اور بڑا آدمی کسے کہتے ہیں۔ ہر شخص میں قدرت نے کوئی نہ کوئی صلاحیت رکھی ہے۔ اس صلاحیت کو درجہ کمال تک پہنچانے میں ساری نیکی اور بڑائی ہے۔ درجہ کمال تک نہ کبھی کوئی پہنچا ہے، نہ پہنچ سکتا ہے لیکن وہاں تک پہنچنے کی کوشش ہی میں انسان، انسان بنتا ہے، یہ سمجھو کُن دن ہو جاتا ہے۔ حساب کے دن جب اعمال کی جانچ پڑتال ہوگی، وہ پوچھے گا تو یہ پوچھے گا کہ میں نے جو استعداد تجھ میں ودیعت کی تھی اسے کمال تک پہنچانے اور اس سے کام لینے میں تو نے کیا کیا اور خلق اللہ کو اس سے کیا فیض پہنچایا! اگر نیکی اور بڑائی کا یہ معیار ہے، تو نام دیو نیک بھی تھا اور بڑا بھی۔

تھا تو ذات کا ڈھیڑ، پر اتھتے اتھتے شریفوں سے زیادہ شریف تھا۔

(چند ہم عصر)

مولوی عبدالحق ۱۹۷۲ء میں ضلع میرٹھ کے گاؤں ہالڈی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام شیخ علی حسن تھا انھوں نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور کچھ عرصہ میرٹھ میں زیر تعلیم رہے پھر ۱۸۹۳ء میں سرسید کے قائم کردہ تعلیمی ادارے ایم او کالج علی گڑھ (موجودہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) سے بی اے پاس کیا اور پروفیسر آرنلڈ، سرسید، حالی اور شبلی جیسی علمی شخصیات سے اکتساب فیض کیا۔ ۱۸۹۵ء میں حیدر آباد وکن کے ایک اسکول میں ملازمت اختیار کی اس کے بعد صدر مہتمم تعلیمات کے عہدے پر فائز ہوئے۔ بعد ازاں اورنگ آباد کالج میں اردو کے پروفیسر مقرر ہوئے۔

مولوی صاحب نے جامعہ عثمانیہ کے لیے نمایاں خدمات سرانجام دیں ان کا مقصد اردو زبان کو جدید علوم اور سائنس کی تعلیم کا ذریعہ بنانا تھا۔ اسی مقصد کی تکمیل کے لیے انھوں نے دوسری زبانوں سے علوم و فنون کی کتابیں اردو زبان میں منتقل کرنے کے لیے انتھک کام کیا تقسیم ہند کے بعد جامعہ کراچی میں اعزازی پروفیسر کی حیثیت سے تشریف لائے علمی کی بنیاد بھجواتے رہے۔ ۱۹۰۳ء میں انجمن ترقی اردو سے منسلک ہوئے تو سرے دم تک انجمن کی ترقی اور اردو کے فروغ کے لیے کوشاں رہے۔ کراچی میں اردو کالج قائم کیا جس میں فنون، سائنس، تجارت اور قانون کی تعلیم اردو میں دی جاتی ہے۔ یہ کالج وفاقی اردو یونیورسٹی میں تبدیل ہو چکا ہے۔

مولوی صاحب کے علمی تعلیمی، ادبی، تنقیدی اور تحقیقی کاموں کی فہرست بہت طویل ہے۔ انھوں نے نہ صرف اپنے معاصر اب کو متاثر کیا بلکہ آنے والی نئی نسل کے اسلوب پر بھی بہت گہرے اور ہمہ گیر اثرات مرتب کیے۔ ان کی تحریریں جدید اور قدیم اسلوب نگارش کا حسین سنگم ہیں۔ خلوص، سچائی، سادگی، استدلالیت، مقصدیت، گفتگو اور جامعیت ان کی تحریر کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

ان کی تصانیف میں اردو کی نشوونما میں صوفیانے کرام کا کام مرحوم دلی کالج، سرسید احمد خان، حالات و افکار، افکار حالی، مقدمات عبدالحق، خطبات عبدالحق، مکتوبات عبدالحق اور چند ہم عصر شامل ہیں۔

مشق



۱۔ درج ذیل اقتباس سمجھ کر پڑھیے یہ شفاء الملک مرحوم پر لکھے ہوئے خاکے کا اقتباس ہے جسے چراغ حسن حسرت نے تحریر کیا ہے۔
حکیم صاحب کا وطن مالوف جگر اؤن تھا جو ضلع لدھیانہ کا ایک قصبہ ہے۔ نوجوانی میں دلی چلے گئے اور حکیم عبد المجید خان سے طب پڑھی پھر چند سال ان کے مطب میں طب کی عملی تعلیم حاصل کی۔ طبیعت بچپن سے شوخ تھی۔ دلی کا قیام سونے پر سہاگہ ہو گیا۔
ایک دن مطب میں بیٹھے تھے کہ ایک نازک اندام ہندو عورت آئی اس کا دوپٹہ گولے سے لپا ہوا تھا۔ حکیم عبد المجید خان کے سامنے اور تو کچھ کہہ نہ سکتے تھے اپنے ایک ہم درس کو جو دو ایمیں دے رہا تھا پکار کر کہا۔

”خمیرہ گاؤں بان بہ ورق نقرہ پیچیدہ“

شاہ نصیر کے متعلق اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ مشہور ہے۔ ایک عورت دسے کی رضائی اوڑھے گزری، شاہ صاحب نے فوراً کہا۔

اودی دسے کی نہیں ہے یہ رضائی سر پر

مہ جبین رات ہے تاروں بھری چھائی سر پر

لیکن خمیرہ گاؤں بان بہ ورق نقرہ پیچیدہ کا جواب نہیں ایک تو حکیم عبد المجید خان جیسے باکمال کی صحبت دوسرے زبان اور محاورے کی تحقیق کا خدا داد ذوق اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکیم صاحب کی زبان بہت منجھ گئی۔ الفاظ کی تذکیر و تاجیث، محاورات کا بر محل استعمال اور اہل بازار کی زبان کے فرق پر وہ بہت غور کرتے تھے۔

i۔ اقتباس پڑھ کر شفا الملک مرحوم کی شخصیت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے بیان کیجیے۔ (استحسانی و تنقیدی گفتگو)

ii۔ اس نثر پارے میں موضوعات کی شناخت کرتے ہوئے اس کی وضاحت کے لیے اپنی رائے کا اظہار کریں۔

iii۔ درج بالا عبارت کو علامات / رموز اور قاف کا لحاظ رکھ کر پڑھیں۔

۲۔ سبق ”نام دیو“ مالی پڑھنے کے بعد انسانی کردار کے متعلق بیان کیے گئے خیالات، آراء اور رویوں کو آپس میں تعلق سمجھتے ہوئے اپنی رائے کو جماعت کے دیگر ساتھیوں کے سامنے پیش کریں۔

س۔ خاکہ نگاری:

خاکہ کے لغوی معنی نقشہ یا ڈھانچہ کے ہیں۔ خاکہ ایک ایسی غیر افسانوی صنف ہے جس میں کسی شخص کی شخصیت اور زندگی کے حقیقی خدو خال اور پہلوؤں کو اس طرح نمایاں کر کے تحریر کیا جاتا ہے کہ ایک دلچسپ انداز میں ایک جیتی جاگتی شخصیت کے افکار و خیالات، خوبیوں اور خامیوں کی تصویر کشی ہو جائے۔ خاکہ نگار کسی شخصیت سے متعلق اہم حالات و واقعات، اس کی منفرد خصوصیات، مزاج، عادات و اطوار، حلیہ، لباس اور رہن سہن کو اختصار کے ساتھ اس طرح بیان کرتا ہے کہ اس انسان کی پوری شخصیت، جیتی جاگتی چلتی پھرتی قاری کی نگاہوں کے سامنے آ جاتی ہے۔

❖ اپنے کسی گہرے دوست کی عادات و اطوار، مشاغل، ذاتی پسند ناپسند کو پیش نظر رکھ کر اس کی شخصیت کا خاکہ (سنجیدہ / نکاحیہ) تحریر کریں۔

۳۔ واحد جمع (جمع مکسر اور جمع سالم) یا جمع الجمع:

وہ لفظ جو فقط ایک شخص، شے یا جگہ کے لیے استعمال ہو۔ واحد کہلاتا ہے۔

مثلاً: امیر۔ اخبار۔ مسجد وغیرہ، واحد کہلاتا ہے۔

وہ لفظ جو ایک سے زیادہ اشخاص، اشیاء یا جگہوں کے لیے استعمال ہو ”جمع“ کہلاتا ہے۔ مثلاً: امراء، اخبارات، مساجد وغیرہ

جمع کی صورتیں

جمع کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

جمع مکسر، جمع سالم، حثنیہ، جمع الجمع

جمع مکسر: واحد سے جمع بناتے ہوئے واحد کی صورت بالکل بدل جائے تو اسے جمع مکسر کہتے ہیں۔ مثلاً: تجویز سے تجاویز، منظر سے مناظر وغیرہ

جمع سالم: واحد سے جمع بناتے وقت واحد کے حروف میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہو تو اسے جمع سالم کہیں گے۔ مثلاً: ماہر سے ماہرین، مجاہد سے مجاہدین وغیرہ۔

حثنیہ: عربی زبان میں دو چیزوں کے لیے جمع کی ایک الگ صورت استعمال کی جاتی ہے، اسے حثنیہ کہتے ہیں۔ مثلاً: والد سے والدین، عید سے عیدین وغیرہ

جمع الجمع: کسی واحد سے جمع کی جمع کو ”جمع الجمع“ کہتے ہیں۔

مثلاً: خبر سے اخبار، اخبار سے اخبارات، لقب سے القاب، القاب سے القابات۔

❖ مصدر چہ ذیل الفاظ کے جمع لکھیں۔ (جمع مکسر جمع سالم اور حثنیہ) اور انھیں جملوں میں استعمال کریں۔

حاضر، احسان، امام، مضمون، سید، قطب، دار، شجر، محاورہ

❖ درج ذیل واحد کی جمع اور جمع الجمع لکھیں اور انھیں اپنے جملوں میں استعمال کریں۔

نادر نور دو اکبر وجہ

۵۔ تذکیر و تہیث (اسا اور ضائر) تذکیر و تہیث

تذکیر و تہیث کی دو قسمیں ہیں: حقیقی اور غیر حقیقی

حقیقی تذکیر و تہیث میں جنس کی صرف دو ہی قسمیں ہیں یعنی مذکر (مادہ) مؤنث

یہ تذکیر و تہیث جانداروں کے لحاظ سے کی گئی ہے اور اس کی پہچان اور تمیز آسان ہے۔

بے جان چیزوں میں تذکیر و تہیث کوئی شے نہیں۔ یعنی ان میں نر اور مادہ کا تصویر موجود نہیں ہے۔

❖ جملے بنا کر الفاظ کی تذکیر و تہیث واضح کریں۔

بندرگاہ، مناس، مہک، بوستان، دیوان غالب، لوہا، نانگ پرست، کٹیا، چوہا

۶۔ مقولہ، ضرب المثل، محاورہ اور روزمرہ کی وضاحت

i۔ مقولہ: کسی کی کہی ہوئی بات کو افسی الفاظ میں بیان کرنے کو مقولہ کہا جاتا ہے۔ جیسے والد صاحب نے کہا کہ ”محنت کرو گے تو کامیابی حاصل کرو گے۔“ اگر کسی کے قول کو اپنے الفاظ میں بیان کیا جائے تو وہ مقولہ کہلائے گا۔

ii۔ ضرب المثل: یہ ایک مکمل جملہ ہوتا ہے اور کسی واقعے کو بتانے اور اس پر مہر تائید ثبت کرنے کا ایک نرالہ انداز ہے جس سے گفتگو اور کلام میں چاشنی پیدا ہوتی ہے اور مضمون نہایت عمدہ ہو جاتا ہے۔ ضرب المثل کو کہاوت بھی کہتے ہیں۔ جیسے: انگور کٹھے ہیں۔

iii۔ محاورہ: دو یا دو سے زائد الفاظ جو حقیقی کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہوں محاورہ کہلاتا ہے۔ مثلاً: آنکھیں دکھانا، آسمان سے باتیں کرنا۔

iv۔ روزمرہ: دو یا دو سے الفاظ کا مجموعہ جو اہل زبان کی بول چال کے مطابق حقیقی معنوں میں استعمال ہو۔ مثلاً: بھارت آئے دن کشمیریوں پر ظلم ڈھاتا ہے۔ اس جملے میں آئے دن، درست روزمرہ ہے۔ اگر اس کی جگہ ”آئے روز“ لکھیں گے تو غلط ہوگا۔ اسی طرح روز بہ روز، پانچ سات وغیرہ۔

v۔ نام دیو: مبالغہ کے معنی میں استعمال ہونے والے نمانوس الفاظ (جلاپا، جھلڑ، ڈھیڑ، سیندھی وغیرہ)، محاورات، ضرب المثل، مترادفات اور مرکبات (رفتہ رفتہ، ہمہ تن مصروف ہونا، خبر نہ ہونا، روگ پیدا ہونا، پروان چڑھنا، قیس، کوہ کن، پودے، بیڑ، پرورش، نگہداشت، توانا، ٹاننا، اس قدر پاک جیسے رسوئی کا چوکا، جھاڑنا ہمارا، ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھنا، نڈھال اور مرجھائے ہوئے، دیران اور سنسان، سرسبز و شاداب، آپ کانج مہا کانج، مکیوں کا غضب ناک جھلڑ، سادہ مزاج بھولا بھالا) پر مشتمل فقرات کو سمجھ کر پڑھ سکیں۔

سرگرمی



۱۔ اس خاکے میں مولوی عبدالحق انسانی عظمت جیسے موضوع کو زیر بحث لائے ہیں جس کی نمائندگی ”نام دیو مالی“ کا کردار کر رہا ہے۔ مختلف طلبہ نام دیو کے کردار کو سامنے رکھ کر موضوع کی شناخت کرتے ہوئے اپنی اپنی رائے کا اظہار کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو خاکہ لکھنے میں مدد کیجیے انھیں بتائیں کہ پہلے شخصیت کا تعارف کروائیں پھر خصوصیات مثلاً عمر، ملیہ وغیرہ بتائیں اس کے بعد مختلف ناواقعات و خصائل بیان کیجیے۔
- مضمون لکھنے کے لیے طلبہ کو انسائیکلو پیڈیا، متعلقہ موضوع پر کتب اور انٹرنیٹ کی مدد سے دیگر حوالہ جاتی مواد تلاش کرنے میں مدد کریں۔



ابتدائی حساب

۷



اس سبق کی تدريس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- کسی علمی، ادبی یا سماجی موضوع پر اپنے مطالعے، تجربے اور مشاہدے کی روشنی میں سامعین کے سامنے درست تلفظ اور لب و لہجہ کے ساتھ زبانی تقریر کر سکیں۔
- مختلف عبارات کی غرض و غایت اور ساخت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کا مناسب اور عطا موازنہ کر سکیں۔
- دو شعر پاروں کا موازنہ کر سکیں اور مصنف / شاعر کا انداز بیان سمجھ کر اس پر تبصرہ کر سکیں۔
- مختلف تعابیر پڑھ کر ان میں سے عالمی مسائل کی نشان دہی کرتے ہوئے ان کے حل کی تجاویز پیش کر سکیں۔
- جملے کی ساخت، بناوٹ، روزمرہ اور محاورے کے لحاظ سے لفظ فقرات کی درستی کر سکیں۔
- اپنی جماعت کے معیار کے مطابق روزمرہ، ضرب الامثال اور محاورات میں امتیاز کر سکیں اور ان کے مرکب جملے تحریر کر سکیں۔
- متعلقہ معلومات کی فراہمی کے لیے مختلف دستاویزی فارم مثلاً: داخلہ فارم، شناختی کارڈ فارم، رابطے رعایت کرایہ فارم، مختلف رجسٹریشن فارمز، رکنیت فارم، پاسپورٹ فارم، بینک اکاؤنٹ فارم، قومی پچت فارم، خدمات افادہ فارم وغیرہ پُر کر سکیں۔
- نئے الفاظ بتاتے ہوئے سبابتوں اور لاحقوں کا استعمال کر سکیں۔
- علامات اوقاف (سکین، وقف، رابطہ تفصیلیہ، ختم، سوالیہ، استفہامیہ، فہمیہ) کو پہچان کر تحریری اظہار میں اس کی اہمیت سے آگاہ ہو سکیں۔

پڑھیں



حساب کے چار بڑے قاعدے ہیں:

جمع، تفریق، ضرب، تقسیم

پہلا قاعدہ: جمع

جمع کے قاعدے پر عمل کرنا آسان نہیں

خصوصاً مہنگائی کے دنوں میں

سب کچھ خرچ ہو جاتا ہے

کچھ جمع نہیں ہو پاتا

جمع کا قاعدہ مختلف لوگوں کے لیے مختلف ہے

عام لوگوں کے لیے $1 + \frac{1}{2} = 1\frac{1}{2}$

کیوں کہ $\frac{11}{2}$ کم ٹیکس والے لے جاتے ہیں۔

تجارت کے قاعدے سے جمع کریں تو ۱+۱ کا مطلب ہے گیارہ۔
 رشوت کے قاعدے سے حاصل جمع اور زیادہ ہو جاتا ہے۔
 قاعدہ وہی اچھا جس میں حاصل جمع زیادہ سے زیادہ آئے بشرطیکہ پولیس مانع نہ ہو۔
 ایک قاعدہ زبانی جمع خرچ کا ہوتا ہے
 یہ ملک کے مسائل حل کرنے کے کام آتا ہے
 آزمودہ ہے۔

تفریق

میں سندھی ہوں۔ تو سندھی نہیں ہے
 میں بنگالی ہوں، تو بنگالی نہیں ہے
 میں مسلمان ہوں، تو مسلمان نہیں ہے
 اس کو تفریق پیدا کرنا کہتے ہیں
 حساب کا یہ قاعدہ بھی قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے
 تفریق کا ایک مطلب ہے، منہا کرنا
 یعنی نکالنا ایک عدد میں سے دوسرے عدد کو
 بعض عدد از خود نکل جاتے ہیں
 بعضوں کو زبردستی نکالنا پڑتا ہے
 ڈنڈے مار کر نکالنا پڑتا ہے
 فتوے دے کر نکالنا پڑتا ہے

ایک بات یاد رکھیے
 جو لوگ زیادہ جمع کر لیتے ہیں
 وہی زیادہ تفریق بھی کرتے ہیں
 انسانوں اور انسانوں میں
 مسلمانوں اور مسلمانوں میں
 عام لوگ تفریق کے قاعدے کو پسند نہیں کرتے

کیونکہ حاصل تفریق کچھ نہیں آتا
آدمی ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے

ضرب

تیسرا قاعدہ ضرب کا ہے
ضرب کی کئی قسمیں ہیں
مثلاً ضرب خفیف، ضرب شدید، ضرب کاری وغیرہ
ضرب کی ایک اور تقسیم بھی ہے
پتھر کی ضرب، لاناٹھی کی ضرب، بندوق کی ضرب
علامہ اقبال کی ضرب کلیم ان کے علاوہ ہے
حاصل ضرب کا انحصار اس پر ہوتا ہے کہ ضرب کس چیز سے دی گئی ہے یا لگائی گئی ہے
آدمی کو آدمی سے ضرب دیں تو حاصل ضرب بھی آدمی ہی ہوتا ہے
لیکن ضروری نہیں کہ وہ زندہ ہو
ضرب کے قاعدے سے کوئی سوال حل کرنے سے پہلے تعزیرات پاکستان پڑھ لینی چاہیے۔

تقسیم

یہ حساب کا بڑا ضروری قاعدہ ہے۔ سب سے زیادہ جھگڑے اسی پر ہوتے ہیں۔

تقسیم کا مطلب ہے بانٹنا

اندھوں کا آپس میں ریوڑیاں بانٹنا

بندر کا پلیوں میں روٹی بانٹنا

چوروں کا آپس میں مال بانٹنا

مل بانٹ کر کھانا چھتا ہوتا ہے

وال تک جو توں میں بانٹ کر کھانی چاہیے

ورنہ قبض کرتی ہے

تقسیم کا طریقہ کچھ مشکل نہیں ہے

حقوق اپنے پاس رکھیے

فرائض دوسروں میں بانٹ دیجیے۔

روپیہ پیسہ اپنے کیسے میں ڈالیے

قناعت کی تلقین دوسروں کو کیجیے۔

آپ کو مکمل پہاڑہ مع گریاد ہو

تو کسی کو تقسیم کی کانوں کا خبر نہیں ہو سکتی۔ آخر کو ۱۲ کروڑ کی دولت کو ۲۲ خاندانوں نے آپس میں تقسیم کیا ہی ہے؟

کسی کو پتہ چلا؟

سوالات

۱۔ تفریق کے قاعدے سے دودھ میں سے مکھی نکالو۔

۲۔ آدمی ضرب مسلسل کی تاب کہاں تک لا سکتا ہے؟

۳۔ جو اندھے نہیں، وہ بھی ریوڑیاں اینوں ہی میں کیوں ہانپتے ہیں؟

(اردو کی آخری کتاب)

ابن انشا (۱۹۲۷ء-۱۹۷۸ء)

ابن انشا کا اصلی نام شیر محمد خان تھا۔ تخلص انشاء تھا لیکن مشہور انشائی کے نام سے ہوئے۔ ابن انشاء ۱۵ جون ۱۹۲۷ء کو خلیج جالندھر میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۲ء میں لدھیانہ ہائی سکول سے درجہ اول میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ گھریلو الجھنوں کے باوجود انھوں نے تعلیمی سلسلہ منقطع نہیں ہونے دیا، چنانچہ ۱۹۴۴ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کرنے کے بعد انھوں نے ۱۹۴۶ء میں جامعہ پنجاب سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ گریجویشن کرنے کے بعد انشاء جی نے ملٹری اکاڈمی میں ملازمت کو خیر باد کہا اور دہلی جا کر ایمپیریل کونسل آف انگریز ٹیچرل میں بھرتی ہو گئے۔ قیام پاکستان کے بعد وہ لاہور آئے اور ۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۹ء تک ریڈیو پاکستان لاہور میں کام کرتے رہے۔ جولائی ۱۹۴۹ء میں وہ ریڈیو پاکستان کی ملازمت کے سلسلے میں کراچی منتقل ہو گئے جہاں انھوں نے اردو کالج کراچی میں داخلہ لیا اور ۱۹۵۳ء میں اردو زبان و ادب میں ایم اے کیا۔

ابن انشا ایک بلند پایہ کالم نگار، مصنف، مترجم، مزاح نگار اور شاعر تھے۔ ہندی ادب کا انھوں نے گہرا مطالعہ کیا تھا۔ ۱۹۶۵ء میں روزنامہ ”انجم“ میں ”پاتیس انشائی“ کے عنوان سے لکھتے رہے۔ مطالعاتی مواد کے امور میں ابن انشا پاکستان میں یونیسکو کے نمائندے تھے۔ سفر ناموں، ترجموں اور شاعری پر مبنی تصنیفات اور تالیفات کا ایک وسیع ذخیرہ ابن انشاء نے ہمارے ادب میں چھوڑا ہے۔ اردو سفر ناموں کو تحریر کی تکنیکی اور طنز و مزاح سے متعارف کرانے میں ابن انشا کا نمایاں کردار ہے۔ ”اردو کی آخری کتاب“ طنزیہ و مزاحیہ ادب میں ایک نمایاں تصنیف کی حیثیت کی حامل ہے۔ ۱۱ جنوری ۱۹۷۸ء کو ابن انشاء لندن میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ابن انشاء کی شاعری میں بڑا درد، سوز اور گداز ہے لیکن ان کی تصانیف کے نام یہ ہیں۔ ”چاند گھر“ اس مہتی کے ایک کوپے میں، (شعری مجموعے)، ”بلو کاہتہ“ (بچوں کی تقسیم)، ”دنیا گول ہے“، ”آوارہ گرد کی ڈائری“، ”اردو کی آخری کتاب“، ”اردو کی آخری کتاب“ (مزاح)، ”پلٹے ہو تو چین کو چلیے“، ”ابن بطوطہ کے تعاقب میں“، ”سفر نامے“، ”سحر ہونے تک“ (ترجمہ روسی ناول)، ”انشاء جی کے خطوط“، ”گھری گھری پھر اسافر“۔



۱۔ سبق کے مطابق درست جواب کا انتخاب کریں۔

i۔ حساب کا قدیم زمانے سے استعمال ہونے والا قاعدہ ہے:

الف۔ جمع ب۔ تقسیم ج۔ ضرب د۔ تفریق

ii۔ سبق میں سب سے زیادہ کن مسائل کا پوشیدہ طریقے سے ذکر کیا گیا ہے؟

الف۔ معاشرتی ب۔ مذہبی ج۔ سیاسی د۔ عالمی

iii۔ کسی کی کہی ہوئی بات کو اضحی الفاظ میں بیان کرنے کو قواعد میں کیا کہتے ہیں؟

الف۔ محاورہ ب۔ روزمرہ ج۔ مقولہ د۔ ضرب المثل

iv۔ درج ذیل میں سے کون سی اصطلاح مجازی معنوں میں استعمال ہوتی ہے؟

الف۔ تشبیہ ب۔ کنایہ ج۔ روزمرہ د۔ محاورہ

v۔ ”آسمان سے باتیں کرنا“ قواعد کی رو سے کیا ہے؟

الف۔ محاورہ ب۔ استعارہ ج۔ مقولہ د۔ ضرب المثل

۲۔ درج ذیل متن کو پڑھ کر دیے گئے سوالات کے جوابات دیں۔

حساب کے چار بڑے قاعدے ہیں:

جمع، تفریق، ضرب، تقسیم

پہلا قاعدہ: جمع

جمع کے قاعدے پر عمل کرنا آسان نہیں

خصوصاً مہنگائی کے دنوں میں

سب کچھ خرچ ہو جاتا ہے

کچھ جمع نہیں ہو پاتا

جمع کا قاعدہ مختلف لوگوں کے لیے مختلف ہے

عام لوگوں کے لیے $1 + 1 = 2$

کیوں کہ $11/2$ کلم ٹیکس والے لے جاتے ہیں۔

تجارت کے قاعدے سے جمع کریں تو $1 + 1$ کا مطلب ہے گیارہ۔

رشوت کے قاعدے سے حاصل جمع اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

الف۔ حساب کے بڑے قاعدے کتنے ہیں؟

ب۔ کن دنوں میں جمع کے قاعدے پر عمل کرنا آسان نہیں؟

ج۔ مہنگائی کے دنوں میں جمع کے قاعدے پر عمل کرنا آسان کیوں نہیں ہوتا؟

د۔ عام لوگوں کے جمع کا قاعدہ کیا ہے؟

و۔ تجارت سے جمع کرنے کا قاعدہ کیا ہے؟

۳۔ ”اردو ادب“ زندگی میں رونق پیدا کرتا ہے۔ اس موضوع پر درست تلفظ اور لب و لہجہ کے ساتھ اپنے طالب علم ساتھیوں کے سامنے زبانی تقریر کریں۔

۴۔ شوکت تھانوی، شفیق الرحمن، بطرس بخاری اور مشتاق احمد یوسفی اردو مزاج نگاری میں روشن ستاروں کی مانند چمکتے ہیں۔ مختلف طلبہ ان میں سے دو دو مزاج نگاروں کی تحریریں پڑھیں اور ان کی تحریروں کی غرض و غایت اور ساخت کو پیش نظر رکھتے ہوئے، ان کا مناسب اور محتاط موازنہ کریں اور مصنفین کا انداز بیان سمجھ کر اس پر تبصرہ کریں۔

۵۔ کسی رسالے، کتاب یا اخبار سے کسی ایسی تحریر کا انتخاب کریں جس میں کسی عالمی مسئلے کا ذکر کیا گیا ہو۔ اس تحریر کا تراشاکاٹ کر کاپی پر چسپاں کریں اور استاد محترم کی رہ نمائی میں اس عالمی مسئلے کے حل کی تجاویز بھی پیش کریں۔

۶۔ جملے کی ساخت، بناوٹ اور روزمرہ، محاورے کے لحاظ سے درج ذیل غلط فقرات / جملوں کی درستی کریں۔

۔ آج کل ہر طرف آپ کی طوطی بولتی ہے۔

۔ گائے کے آگے بانسری بجانا

۔ یہ منہ اور مونگ کی دال

۔ گدھے بچ کر سونا

۔ لال سرخ ہونا

۔ ماں اپنے جواں بیٹے کی موت پر بارہ بارہ آنسو روئی۔

۔ اب بچھٹائے کیا ہوت جب چڑیاں چنگ گئیں دانے۔

۔ وہ پریشانی میں آسمان ہاتھوں پہ اٹھالیتا ہے۔

۔ میری چشم میں درد نہ ہوتی تو میں تمہاری سا لگرہ پر ضرور آتی۔

❖ دیے گئے محاورات اور ضرب الامثال کی نشان دہی کریں اور ان کے سادہ اور مرکب جملے بنائیں۔

محاورہ	ضرب المثل
وراثہ برہم ہونا	
جس کی لالچی اس کی بھینس	
آنکھیں بچھانا	
غور کا سر نیچا	
نور و گیارہ ہونا	
ناک میں دم کرنا	
اٹلے ہنس بریلی کو	
آنکھیں آنا	
آگ بگولہ ہونا	
نوفتہ تیرا دھار	
جس کی لالچی اس کی بھینس	
ہتھیلی پر سو جانا	

❖ درج ذیل سالیقوں کی مدد سے کم از کم تین تین نئے الفاظ بنائیں۔

ہم	آن	خوش	با	گل
----	----	-----	----	----

❖ درج ذیل لاحقوں کی مدد سے کم از کم تین تین نئے الفاظ بنائیں۔

گیر	دار	نما	بے	مند
-----	-----	-----	----	-----

۶۔ اس سبق کے اہم نکات اس طرح لکھیں کہ اس کا خلاصہ تحریر ہو جائے۔

۷۔ رموزِ اوقاف

رموز جمع ہے رمز کی اور اس سے مراد اشارہ یا علامت ہے۔ اوقاف جمع ہے وقف کی اور اس کا مطلب ہے ٹھہراؤ۔ جملوں یا عبارت میں ٹھہراؤ، توقف یا وقف پیدا کرنے کے لیے جو علامات استعمال کی جاتی ہیں انھیں رموزِ اوقاف کہا جاتا ہے اگر عبارت میں یہ علامات درست طریقے سے استعمال نہ کی جائے تو جملے یا عبارت کا مفہوم بھی درست طریقے سے سمجھ میں نہ آسکے گا۔

(c) i۔ سکتہ

ایک ہی قسم کے دو سے زیادہ کلموں میں مختصر ترین وقف یا ٹیپو گرافی کے لیے یہ علامت استعمال کی جاتی ہے۔ مثلاً: احمد، اکرم، اصغر اور عدنان بازار گئے۔
لاہور، کراچی، پشاور اور کوئٹہ پاکستان کے بڑے شہر ہیں۔

(؛) ii-وقفه

جب ٹھہراؤ سکتے سے زیادہ ہو، یا جملے کے لیے اجزا کو ایک دوسرے سے الگ کرنا مقصود ہو تو یہ علامت استعمال کی جاتی ہے۔ مثلاً: جیسا کرو گے: ویسا بھرو گے: جو یوڑ گے: سو کاٹو گے۔

iii- رابطہ (:))

جملوں یا عبارت میں ظہر اور علامت وقفہ سے زیادہ ہو تو یہ علامت استعمال کی جاتی ہے۔ کسی نے سچ کہا: حذر سستی ہزار نعمت ہے۔
کیا خوب سودا نقد ہے: اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے۔

iv-فتر (-)

بھلے کے خاتمے پر محققات کے درمیان یہ علامت لگائی جاتی ہے۔ مثلاً:
 آمنہ نے کتاب پڑھ لی۔ مائیکل گھر چلا گیا۔
 ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ پی۔ ایچ۔ وی وغیرہ

(-)

کسی بات یا نکتے کی تفصیل بیان کرنا مقصود ہو تو یہ علامت استعمال کی جاتی ہے۔ مثلاً: علامہ اقبال نے فرمایا:۔ بارہویں جماعت کے طلبہ کے نام:-

vi۔ سوالیہ یا استغنیہا میں (؟)

اگر جملہ سوالیہ ہو تو اس کے اختتام پر ختمہ کے بجائے سوالیہ یا استفہامیہ کی علامت استعمال کی جاتی ہے۔ مثلاً: آپ کا نام کیا ہے؟ ❖ رموز اوقاف سے کیا مراد ہے؟ سکتہ، وقفہ، رابطہ کی مثال دے کر وضاحت کریں۔

۸۔ شناختی کارڈ کے فارم کا نمونہ دیا جا رہا ہے۔ نادرا کی ویب سائٹ سے اس فارم کو ڈاؤن لوڈ کر کے آپ اسے پُر کرنے کی مشق کریں۔



۱۔ طلبہ کو ٹولیوں میں تقسیم کریں۔ ہر ٹولی سبق میں سے اپنی پسند کا اقتباس منتخب کرے اور اونچی آواز میں تلفظ، لحن اور روانی سے پڑھے۔ دوسری ٹولی اس اقتباس کے اہم نکات اپنے الفاظ میں بتائے۔



ہدایات برائے اساتذہ کرم

۱۔ طلبہ کو اردو زبان و ادب میں مزاح نگاری کی روایت اور طنزیہ مزاحیہ اسالیب سے آگاہ کریں تاکہ طلبہ نثر پاروں کا باہم موازنہ کر سکیں اور ان پر تبصرہ کر سکیں۔

۲۔ جماعت میں موجود تمام طلبہ کو چار ٹولیوں میں تقسیم کریں۔ ہر ٹولی دیے گئے جدول کے مطابق متعلقہ متن دوبارہ تلفظ، لب و لہجہ اور تاثر کے ساتھ پڑھے۔ سب سے زیادہ موثر طریقے سے پڑھنے والی ٹولی کو دل کھول کر داد دیں۔

نمبر شمار	ٹولی بنانے کا طریقہ	متن کا حصہ
ٹولی نمبر ۱	رول نمبر ۱۳، ۹، ۵، ۱	جمع کا قاعدہ
ٹولی نمبر ۲	رول نمبر ۱۳، ۱۰، ۶، ۲	تفریق کا قاعدہ
ٹولی نمبر ۳	رول نمبر ۱۵، ۱۱، ۷، ۳	ضرب کا قاعدہ
ٹولی نمبر ۴	رول نمبر ۱۶، ۱۲، ۸، ۴	تقسیم کا قاعدہ

• جماعت میں موجود تمام طلبہ کو چار ٹولیوں میں تقسیم کریں۔ ہر ٹولی دیے گئے جدول کے مطابق متعلقہ متن دوبارہ تلفظ، لب و لہجہ اور تاثر کے ساتھ پڑھے۔ سب سے زیادہ موثر طریقے سے پڑھنے والی ٹولی کو دل کھول کر داد دیں۔

نمبر شمار	ٹولی بنانے کا طریقہ	متن کا حصہ
ٹولی نمبر ۱	رول نمبر ۱۳، ۹، ۵، ۱	جمع کا قاعدہ
ٹولی نمبر ۲	رول نمبر ۱۳، ۱۰، ۶، ۲	تفریق کا قاعدہ
ٹولی نمبر ۳	رول نمبر ۱۵، ۱۱، ۷، ۳	ضرب کا قاعدہ
ٹولی نمبر ۴	رول نمبر ۱۶، ۱۲، ۸، ۴	تقسیم کا قاعدہ

لڑی میں پروئے ہوئے منظر

۸



یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- تشریحات کو فہم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالات کے جوابات دے سکیں۔
- عبارت کو اس کے اسلوب اور بیان کو پیش نظر رکھتے ہوئے خاص مقاصد کے لیے پڑھ سکیں۔
- مختلف تجاریر پڑھ کر ان کے مقاصد کی تربیتی کر سکیں۔
- مختلف مقاصد کے لیے مرتب کردہ (دعوت نامے، تہنیت نامے وغیرہ) کے متن کو پڑھ کر ان کے مقاصد و تحریر کی اہمیت سے واقف ہو سکیں۔
- مختلف تجاریر (دودا، مضامین، سفر نامہ، خطوط، ادارے، خبریں، رپورٹ، اشتہار وغیرہ) پڑھ کر ان میں عالمی مسائل کی نشان دہی کر کے ان کے حل کی تجاویز پیش کر سکیں۔
- رسمی وغیر رسمی خطوط کی تحریری یا برقی (ای میل کے لیے) تشکیل کر سکیں۔
- آپ جی، سفر نامے، معلوماتی رپورٹ اور یادداشت کے درمیان فرق کو سمجھتے ہوئے ان کی تحریر یا تخلیق کر سکیں۔
- کسی بھی رسمی وغیر رسمی (کالم، خبر، رپورٹ، تبصرہ، تذکرہ، تجزیہ وغیرہ) کی جزئیات کو سمجھتے ہوئے اس پر تنقید و تبصرہ کر سکیں۔

پڑھیں



عجیب سڑک ہے یہ جرنیلی سڑک بھی۔

آپ اس پر چلیں اور شعور کی آنکھیں کھلی رکھیں تو جتنے اور جیسے منظر اس راہ میں آتے ہیں، شاید ہی کہیں آتے ہوں۔

آپ چلتے جاتے ہیں اور ایک نہایت آباد سرزمین کی معاشرت، معیشت اور تاریخ آپ کے ہم راہ چلتی ہے۔ کہیں حیرت آپ کے قدم سے قدم ملا کر چلنے لگتی ہے اور کہیں عبرت، منظر بدلتے جاتے ہیں مگر وہ لڑی نہیں بدلتی جس میں وہ سارے کے سارے پروئے ہوئے ہیں۔

میں پشاور سے چلا تو بالا حصار کے نیچے ایک پتھر لگا ہوا نظر آیا۔ اس پر بڑے حرفوں میں شاہ راہ پاکستان لکھا تھا اور کسی وزیر کا نام لکھا تھا جس نے کبھی وہ پتھر وہاں لگایا ہوگا۔ کیساول چسپ اتفاق ہے۔ سڑک اور وزیر دونوں آنی جانی چیزیں ہیں۔

وادی پشاور اب بھی بہت سرسبز نظر آرہی تھی۔ جن زمینوں کو آتے جاتے لشکروں نے بار بار روندنا ہوگا وہ اب تک ہری بھری تھیں۔ کبھی ریلوے لائن سڑک کے قریب آ جاتی تھی۔ کبھی بجلی کے بڑے بڑے کھمبے اور موٹے موٹے تار ساتھ ساتھ دوڑنے لگتے تھے۔ بستیاں آتی تھیں اور گزر جاتی تھیں۔ رمضان کا مہینہ تھا، ان کے چائے خانے بند پڑے تھے۔ اس قنات کے عالم میں کہیں سے اچانک دریائے کابل آ گیا۔ یہ نوشہرہ کے قریب آ جانے کی پہچان تھی۔

یہ شہر شاید اکبر نے آباد کیا تھا۔ کبھی یہاں دریا کے دائیں کنارے پر نوشہرہ خورد اور بائیں کنارے پر نوشہرہ کلاں، یہ دو گاؤں تھے۔ ایک سرائے بھی تھی جس میں جہانگیر ٹھہرا تھا۔ ایک قلعہ بھی تھا مگر تمام سرائیں اور تمام قلعے گزرتے قافلوں کی گرد میں مل کر خود بھی گرد ہو جایا کرتے ہیں۔

اب ہم وریادریا چل رہے تھے۔ جہاں تک نگاہ جاتی تھی وہاں تک زمین تھی، اس کے آگے بھی زمین تھی اور ان ہی زمینوں میں وہ چھوٹا سا گاؤں، لاہور، آج بھی آباد تھا جس میں سنسکرت قواعد کا سب سے بڑا عالم پانینی پیدا ہوا تھا۔

کچھ اور آگے ایک اور گاؤں ہنڈ تھا اس مشینی دور میں یہ جاننے کی فرصت کسے ہے کہ یہی ہنڈ کبھی گندھارا کا پایہ تخت تھا۔ یہیں آکر سکندر نے سندھ پار کیا اور چنگیز خاں یہیں سے دریا کا پاٹ دیکھ کر واپس چلا گیا تھا۔ یہیں محمود غزنوی نے پنجاب کے راجا جے پال کو شکست دی تھی۔ اسی کو مورخوں نے ہندوستان کا دروازہ کہا تھا۔ مگر اب یہ سندھ کے کنارے ایک گم نام سا گاؤں ہے جس کا ماضی تاریخ کی دھندلی چادر اوڑھ کر کبھی کا سوچا تھا۔

اچانک خیر آباد آگیا۔

سامنے دریائے سندھ شاہانہ انداز میں بہا چلا جا رہا تھا جس کے دوسرے کنارے پر عظیم الشان قلعہ انک تھا، اکبر اعظم کا انک بنارس، چار صدیوں کا مینی شاہد، کتنے ہی زمانوں کا چشم دید گواہ۔ انک کے قلعے میں اب فوج رہتی ہے اس لیے عام لوگوں کو اندر جانے کی اجازت نہیں، بہت سوچتا ہوں کہ اندر سے یہ قلعہ کیسا ہوگا۔ یہ بات خدا کے بعد شاید فوجیوں اور سیاسی قیدیوں کو معلوم ہوگی۔ اول الذکر سے دعا کرتا ہوں کہ قلعے کو اندر سے دیکھوں مگر آخر الذکر کا حال سننا ہوں تو اپنی دعا واپس لے لیتا ہوں۔

یہاں ہماری گاڑی نے سنبھل کے راستے دریا پار کیا۔ انگریزوں کا بنایا ہوا بے کانٹل سامنے نظر آتا رہا۔ کبھی ساراٹریک اُس مضبوط پل کے اوپر چلا کرتا تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ گاڑی اوہے کے جنگل سے گزر رہی ہے۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ انگریز چلتے وقت بتا گئے تھے کہ ان کے تمام پلوں کی عمر پورے ایک سو برس ہوگی، اس کے بعد نئے پل بنانا۔ جس روز میں انک پہنچا یہ پل ایک سو دو سال پرانا ہو چکا تھا۔ موٹر گاڑیاں نئے پل پر چلتی ہیں۔ ریل گاڑیاں اب بھی دعائیں دم کر کے اسی بوڑھے پل پر سے گزاری جاتی ہیں۔

کہتے ہیں کہ انک کا یہ نام اکبر بادشاہ نے رکھا تھا۔ نام رکھنے کا اسے بڑا شوق تھا۔ کسی جگہ کا خوبصورت منظر دیکھ کر اس کے منہ سے بے ساختہ ”واہ“ نکلی۔ اُس مقام کا نام واہ رکھ دیا گیا۔ پھر چلتے چلتے اُس کا قلعہ دریائے سندھ کے کنارے پہنچ کر انک گیا، وہ جگہ انک کہلائی، پھر قافلہ خیر سے پار اتر گیا وہ مقام خیر آباد کہلایا۔

اس کی ایک کہانی اور بھی ہے۔ اکبر نے اپنے پیش رو شیر شاہ سے بہت کچھ سیکھا تھا۔ بہت سے کام جو اکبر نے کیے ان کی بنیاد شیر شاہ رکھ گیا تھا۔ شیر شاہ کی مملکت بہار سے پنجاب تک پھیل گئی تھی۔ اس کے ایک سرے پر بہار میں قلعہ رہتاس تھا۔ اس کے دوسرے سرے پر پنجاب میں لکھنؤ کی سر زمین پر شیر شاہ نے دوسرا قلعہ بنوایا تو اس کا نام بھی رہتاس رکھا۔ بالکل اسی طرح اکبر کی مملکت کے ایک کنارے پر کنک تھا، دوسرے کنارے کا نام اس نے انک رکھا۔ یہاں کشتیاں چلانے اور دریا پار کرانے کے لیے اکبر بنارس سے ملا لایا اور اس خیال سے کہ وہ اب اسی جگہ کو وطن سمجھیں، اس چھوٹے سے شہر کو انک بنارس کا نام دے دیا گیا۔ ملاحوں کی گزر بسر کے لیے جاگیر اور رہنے کے لیے شہر میں ایک محلہ دیا گیا جو ملاجی ٹولہ کہلاتا ہے اور جہاں پرانے ملاحوں کی آل اولاد اب تک آباد ہے۔

اس کے پاس جہاں گیارہ کے زمانے کی سرائے ہے۔ بہت بڑا احاطہ ہے جس کے گرد مسافروں کے لیے سینکڑوں کمرے ہیں۔ اس کے بعد کلکتے تک اتنی اچھی حالت میں کوئی سرائے نظر نہیں آئی۔

خود قلعے کا قصہ یہ ہے کہ مغلوں سے اسے کابل والوں نے چھینا، کابل والوں سے اسے سکھوں نے چھینا، انگریزوں نے سکھوں سے چھینا، سکھوں نے دوبارہ انگریزوں سے چھینا، انگریزوں نے دوبارہ سکھوں سے چھینا۔ اس چھینا چھپٹی کے باوجود یہ قلعہ آج تک کھڑا ہے اور جو اس سے بھی زیادہ مستعدی سے کھڑا ہے وہ دریا پار پنجاب کے علاقے میں داخل ہونے والی گاڑیوں کی تلاشی لینے والا سکیم اور ایکسٹرا کا عملہ ہے۔

ہمیں یاد ہے کسی زمانے میں جب ہم جیسے چھوٹے لوگ لنڈی کوٹل سے غیر ملکی کپڑا، بلیڈ، صابن اور سگریٹیں لے کر لوٹتے تھے تو اس جگہ تلاشی میں پکڑے جاتے تھے۔ اس زمانے میں بڑے لوگ اللہ جانے کیا کیا لے کر لوٹتے ہیں اور اس جگہ سے صاف نکل جاتے ہیں جیسے آج بھی چھوٹے

نی لوگوں کی ٹولی جاتی ہیں۔

راستے میں حسن ابدال کا پڑاؤ تھا۔ کبھی یہ شہر اتنا دلکش رہا ہو گا کہ مغل مورخ لکھتے ہیں کہ لاہور سے کابل جانے والی شاہراہ پر یہ حسین ترین منزل ہے مگر آج کے حسن ابدال میں جھرنوں کے شور اور چڑیوں کی چہکار سے زیادہ جو چیز گونجتی ہے وہ سڑک کی دونوں طرف ہوٹلوں کے لاؤڈ سپیکر ہیں جن پر دن رات فلمی گانے بجا کرتے ہیں۔ ہوٹلوں کے مالکوں کا خیال ہے کہ جس کے لاؤڈ سپیکر کی آواز زیادہ اونچی ہوگی اس کے ہاں گاہک بھی زیادہ آئیں گے۔ اُس روز رمضان کی وجہ سے گانا بجانا بند تھا، شیطان کی طرح! اس میں شک نہیں کہ حسن ابدال رونق کی اور عبرت کی جا ہے۔ دونوں طرف انگریزوں کے زمانے کے اونچے اونچے درخت، دُور تک سبزہ، نالیوں میں بہتا ہوا چشمے کا شفاف پانی، ادھر ادھر پر انی عمارتیں اور مسجدیں، ایک طرف سکھوں کا مشہور گوردوارہ پنچ صاحب، دوسری طرف بابولی قندھاری کی چلہ گاہ۔ کشمیر کی طرف مڑ جانے والی سڑک پر کسی مغل بی بی کی قبر۔ کوئی کہتا ہے کہ اکبر کی بیٹی لالہ رخ تھی وہ یہاں عالم شباب میں مر گئی تھی۔ بعد میں طامس مور نے اپنی ایک نظم میں اسے زندہ کر دیا۔

یہیں قلعہ انک کے معمار خواجہ شمس الدین خوانی کا مقبرہ ہے جو اس نے اپنی زندگی میں تعمیر کرایا تھا مگر وہ کہیں دُور مرا اور یہاں دفن ہونا نصیب نہ ہوا۔ اس کے برعکس اکبر کے چہیتے مصاحب اور محرم راز حکیم ہمام نے کہیں دُور وقات پائی لیکن بلا شاہ کے حکم پر اس کی میت حسن ابدال لے جا کر اس کے بھائی حکیم ابوالفتح گیلانی کے پہلو میں دفن کی گئی۔ حسن ابدال کے قریب اُس مغل باغ کے آثار اب بھی موجود ہیں جس کے تالاب سے جہانگیر نے مچھلیاں پکڑی تھیں اور ان کی ناک میں موتی پرو کر پھر پانی میں چھوڑ دیا تھا۔

یہیں وہ بڑی سی چٹان ہے جس کے بارے میں سکھوں کا عقیدہ ہے کہ اسے بابولی قندھاری نے پہاڑی کے اوپر سے لڑھکا دیا تھا اور نیچے بابا گردناتک نے چٹان کو اپنے ایک پنچے پر روک لیا تھا۔ چٹان پر ناک کے پنچے کا نشان بن گیا تھا جو آج تک موجود ہے۔

تاریخ کا حساب کتاب رکھنے والے کہتے ہیں کہ جب گردناتک پشاور جاتے ہوئے حسن ابدال آئے تھے، بابولی قندھاری اُس سے بہت پہلے نہ صرف حسن ابدال سے بلکہ اس عالم فانی سے کوچ کر چکے تھے۔ پرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ پانچ انگلیوں کا یہ نشان حسن ابدال والوں نے تراشا تھا۔ حسن ابدال سے آگے بڑھیں تو وہ چھاؤنی ہے۔ وہاں مغلوں کے دور کی بہت بڑی بابولی ابھی تک اچھی حالت میں موجود ہے۔ کسی زمانے میں لوگ، اُن کے مویشی اور ہاتھی گھوڑے باؤلی کی سینکڑوں سیزھیاں اتر کر سیراب ہوا کرتے تھے۔ اب لوگ یہ مشقت نہیں کرتے بلکہ پمپ کے ذریعہ پانی کھینچ لیتے ہیں۔

وہ سے آگے سرائے کالا ہے۔ جی ٹی روڈ پر یہ چھوٹا سا قصبہ ہے جہاں کالے پتھر کی کونڈیاں فروخت ہوتی ہیں۔ ان کے باہر کے کناروں پر بتل بوٹے کھود کر ان میں رنگ بھردیا جاتا ہے اور پھر اوپر تلے چن کر ان ہانڈیوں کے مینا سے کھڑے کر دیے جاتے ہیں۔ یہی سرائے کالا کی پہچان ہے۔ ظاہر ہے کہ کبھی اس جگہ مسافروں کے لیے سرائے رہتی ہوگی۔ جہانگیر نے بھی یہاں پڑاؤ ڈالا تھا۔ اُس وقت اس جگہ کا نام کالا پانی تھا۔ جہاں یہ سرائے کالا ہے وہاں سے صرف چند کلومیٹر دور ٹیکسلا کے کھنڈر ہیں۔ وہی ٹیکسلا جو ہندوستان کے تاج میں ایسے نگینے کی طرح جڑا تھا جس سے پھوٹ کر گیان دھیان کی کرنیں ایک عالم کو منور کیا کرتی تھیں۔ وہ شہر اب یہیں آنکھیں موندے سوراہا ہے۔

سرائے کالا سے چار میل آگے مرگلہ کی پہاڑی دیوار بن کر کھڑی ہے۔ پہاڑی میں ایک کٹاؤ ہے لیکن اُس دن میں سوچنے لگا کہ اس پچیس تیس ہاتھ چوڑے پہاڑی شکاف کے راستے سے ہزاروں برسوں کے دوران ان گنت قبیلے، قافلے اور لاؤ لشکر گزرے ہوں گے۔ چین، افغانستان، وسطی ایشیا، ایران اور ایشائے کوچک سے چاہے ایک تنہا مسافر آیا ہو چاہے ایک لشکر جبار، وہ سب مرگلہ کے اس کٹاؤ پر چڑھے ہوں گے اور اوپر پہنچ کر انھوں نے دوسری طرف کا نظارہ کیا ہو گا تو تاجید نگاہ ہندوستان ہی ہندوستان دکھائی دیا ہو گا۔ مرگلہ کا یہ تاریخی کٹاؤ ابھی موجود ہے جسے دیکھنا ہو فوراً جا کر دیکھ لے کیوں کہ پہاڑی پتھر کاٹ کاٹ کر فروخت کرنے والے بیوپاریوں کی جدید مشینیں اس پہاڑی پر اس طرح ٹوٹی پڑی ہیں جیسے قند کی ڈلی پر بھوکی چیونٹیاں۔

بعد میں جب انگریزوں نے گرینڈ ٹرنک روڈ کی تعمیر شروع کی تو انجینئروں نے اس کنارے سے ہٹ کر پہاڑی میں گہرا درہ کاٹ دیا۔ اس سے آنا جانا آسان ہو گیا۔ البتہ بلندی پر اس سڑک کے آثار ابھی موجود ہیں جو غالباً کبر نے بنائی تھی تاکہ کابل پر حملے کے لیے یہاں بھاری توپیں آسانی سے چڑھائی جاسکیں۔ اس درے کے اوپر پہاڑی کی چوٹی پر نکلن کی لاٹ میلوں دور سے نظر آنے لگتی ہے۔

یہ اسی نکلن کی یادگار ہے جسے سر کش پٹھانوں کے علاقے کا منتظم بنا کر بھیجا گیا تھا اور کہتے ہیں وہ پٹھانوں میں نہ صرف گھل مل گیا تھا بلکہ ایسی کرامات دکھانے لگا تھا کہ بنوں اور کوہاٹ والے اسے گوراپیر ماننے لگے تھے۔

مگر پھر اس کا بلاوا آگیا۔ ۱۸۵۷ء میں جس برطانوی فوج نے دہلی کا محاصرہ توڑا اس میں نکلن آگے آگے تھا۔ لاٹ کے نیچے لگی ہوئی سختی پر لکھا ہے کہ اس چڑھائی میں وہ زخمی ہوا اور آٹھ دن بعد چل بسا۔

اس پرانی سختی کے نیچے اب ایک نئی سختی لگی ہے جس پر لکھا ہے:

”نکلن کو ۱۸۵۷ء میں دہلی میں مجاہد آزادی، کالے خان نے مارا تھا۔“

کسے خبر تھی کہ گوراپیر کالے خان کے ہاتھوں مارا جائے گا۔

چھوٹے بچے جو تمام عالم سے بے خبر، تمام زمانے سے بے نیاز آج بھی ہاتھوں میں ہاتھ دیے اپنے کھیل میں مگن تھے۔

میں نے دعا مانگی کہ یہ ہاتھ کبھی نہ پٹھوئیں، جمائیں گے یہ رشتے کبھی نہ ٹوٹیں۔ یہ گلیاں یوں ہی آباد اور ان میں کھیلتے ہوئے بچے یوں ہی شاد ہیں۔

(جرنیلی سڑک)

رضا علی عابدی

رضا علی عابدی نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں صحافت اور راز کا شنگ میں شوب نام کیا۔ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں انھیں وطن عزیز کے طول و عرض کے اسرار کرنے پڑے۔ انھی سفری ڈاکیومنٹس نے سہر و قلم کیا اور یوں ”جرنیلی سڑک“ کے نام سے ایک خوب صورت دل چسپ اور معلوماتی تصنیف وجود میں آئی۔ رضا علی عابدی نے برصغیر کی معروف تاریخی شاہراہ بنی ٹی روڈ اور دریائے سندھ کے کنارے کیے گئے آثار کو روادوں کی صورت میں پیش کیا۔ اس دوران وہ اپنے ذوق و قلم سے قاری کو زمانہ ماضی کی ہر کرات سے ہونے والے حالات تک کمال مہارت سے سیر و تفریح کراتے ہیں اور وطن عزیز کے مختلف خطوں، حصوں، علاقوں، شہروں اور قصبوں کی تاریخی، ثقافتی، علمی ادبی، مذہبی پس منظر سے آگاہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ سفر کی روداد لکھتے ہوئے وہ ایک ”ڈائینامک“ میکر وپ دیکھ لیتے ہیں جو اپنے مخاطب یعنی قاری کو ہمہ وقت اپنی طرف متوجہ رکھتا ہے۔ رضا علی عابدی نے ”جرنیلی سڑک“ میں نہایت سادہ و رواں اور سلیس انداز اختیار کیا ہے۔ اس سے قاری ان کی تحریر اور جملہ سازی سے لطف اندوز ضرور ہوتا ہے لیکن اسلوب کے شکوہ میں گم نہیں ہو جاتا اور خود کو مصنف کے ساتھ ساتھ سڑک کرتا محسوس ہوتا ہے۔

رضا علی عابدی نے تہذیبی و ثقافتی موضوعات پر متعدد مضامین لکھنے کے ساتھ فن افسانہ نگاری میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ ان کی دیگر تصانیف میں اردو کا حال، تین سال بعد، جانے بچانے، چوری چوری، پینک جیکے، شیر دریا، قاضی کا چہرہ، کمال کے آدمی چپا، میری امی، چھ ہزار سنگ میل، کرتا میں اپنے آباؤ، ہمارے کتب خانے قابل ذکر ہیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے بھی انھوں نے خصوصی طور پر قلم اٹھایا ہے۔ اس سلسلے میں دلچسپ مضامین اور کہانیاں بھی تحریر کی ہیں۔

رضا علی عابدی ۳۰/۱۲/۱۹۳۵ء کو بھارت کے علاقے اتر اکنڈ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں اپنے خاندان کے ساتھ ہجرت کی اور پاکستان کے شہر کراچی کو اپنا مسکن بنایا۔ آغاز میں روزنامہ ”حریت“ کے ساتھ شملک ہو کر اپنی صحافتی زندگی کا ہاشا بل باقاعدہ آغاز کیا۔ کل تیس کتابیں تصنیف کیں جن میں نصف کے قریب تصانیف کے مخاطب بچے ہیں۔ ۶/نومبر ۲۰۱۳ء کو اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور نے انھیں پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری بھی عطا کی۔ روزگار کے سلسلہ میں انگلستان کے عالی نشیناتی ادارے بی بی سی کے ساتھ وابستہ ہو کر لندن چلے گئے اور ۱۹۷۲ء سے ۲۰۰۸ء تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اپنے ریڈیائی دستاویزی پروگراموں کی وجہ سے انھوں نے خاصی شہرت پائی اور انھی دستاویزی پروگراموں کو بعد میں کتابی شکل دے کر شائع کر دیا۔ آپ کو اردو، سندھی، عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔



۱۔ سبق ”لڑی میں پروئے ہوئے منظر“ کی سفری روداد پڑھیں۔ اس میں مصنف نے ایک بڑی سڑک کے کنارے واقع مختلف شہروں کی معلومات کو اپنے اسلوب اور بیان کے ساتھ دلچسپ بنا کر لکھا ہے۔ آپ اس تحریر کی مانند اپنے کسی پسندیدہ علاقے کی تفصیلات کی تفہیم، تجزیہ اور موازنہ کرتے ہوئے انھیں اس انداز میں اپنے ساتھی طلبہ کے سامنے بیان کریں کہ ان مقاصد کی ترجمانی ہو سکے۔

۲۔ آپ کے سکول میں مختلف تقاریر کا انعقاد کیا جاتا ہے یا مخصوص قومی دنوں مثلاً یوم آزادی، یوم پاکستان، یوم دفاع کے حوالے سے ملکی سطح پر معتبر شخصیات کو دعوت نامے یا تہنیت نامے ارسال کیے جاتے ہیں۔ سکول کی متعلقہ فائلوں میں مرتب شدہ یہ دعوت نامے، تہنیت نامے حاصل کریں اور ان کے متن کو بہ غور پڑھ کر ان کے مقاصد و تحریر کی اہمیت سے واقفیت حاصل کریں۔

دعوت نامہ

دعوت نامہ کسی موقع کی مناسبت سے تیار کیا جاتا ہے مثلاً اسکول کا کوئی پروگرام، گھریلو پروگرام، سالگرہ، شادی، کانفرنس، سیمینار، مشاعرے وغیرہ کے لیے دعوت نامے میں پروگرام میں شرکت کے لیے کسی کو مدعو کیا جاتا ہے۔

دعوت نامے میں درج ذیل باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔

۱۔ تقریب کا مناسب عنوان، کب؟ کہاں؟ کس لیے؟

۲۔ مدعو افراد کے نام، عہدے

۳۔ تقریب کی جھلکیاں۔

۴۔ شرکت کی درخواست۔

۵۔ دعوت دینے والے کا نام اور عہدہ وغیرہ

دعوت نامہ

اسلام آباد ماڈل کالج برائے طالبات اسلام آباد

محترم جناب _____ السلام علیکم

الحمد للہ! کالج ہذا کے شعبہ اردو کی ”بزم ادب“ کی جانب سے ”اردو ہے جس کا نام“ کے عنوان سے ایک مباحثے کی تقریب کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔

جس کی صدارت ڈائریکٹر تعلیمات جناب کامران مجید کریں گے۔ پروگرام کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مورخہ: 25 جنوری 2024ء۔ بروز جمعرات، بوقت: 10:00 بجے صبح

بمقام: کالج آڈیٹوریم

آپ سے گزارش ہے کہ اپنے ادارے سے ایک طالب علم مباحثے میں شرکت کے لیے نہ صرف بھیجیں بلکہ خود بھی تشریف لائیں۔

منجانب: پروفیسر اسلم قریشی

(انچارج بزم ادب)

۳۔ سبق ”لڑی میں پروئے ہوئے منظر“ کو آپ نے پڑھا جس میں ایک عظیم شاہ راہ اور اس کی تعمیر کی اہمیت و افادیت بیان کی گئی ہے۔ استاد محترم/استانی صاحبہ کی رہنمائی میں وسط ایشیائی ممالک کی تجارت کے مسائل اور بحیرہ عرب تک رسائی کے حوالے سے مختلف اخبارات سے مواد اکٹھا کریں۔ اس تناظر میں عالمی مسائل کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کے حل کی تجاویز پیش کریں۔

۴۔ اپنے استاد محترم/استانی صاحبہ کی رہنمائی میں اس کتاب کے مندرجات کے حوالے سے ایک برقی مکتوب (ای میل) تشکیل دیں اور اسے اس کے پبلشرز یعنی نیشنل بک فاؤنڈیشن کے ای میل ایڈریس پر بھجوائیں۔

۵۔ سفرنامہ، رُوداد (معلوماتی رپورٹ)، آپ بیتی اور یادداشت میں فرق۔

i۔ سفرنامہ:

سفرنامہ نگاری اردو ادب میں ایک جدید صنف کی حیثیت سے اپنی شناخت بنا چکی ہے۔ سفری مشاہدات، تجربات اور وہاں کی تہذیب، تاریخ، معاشرتی زندگی اور دیگر اقدار کی بنیاد پر مرتب کردہ رُوداد سفرنامہ نگاری کہلاتی ہے۔ سفرنامہ نگاری دنیا کے ہر ادب کی ایک اہم صنف رہی ہے۔ جب کوئی سفر کے لیے اندرون ملک یا بیرون ملک نکلتا ہے تو وہ اپنے سفر کے تمام حالات و واقعات کو قلم بند کرے تو ایسی تحریر کو سفرنامہ کہتے ہیں۔ سفرنامہ کسی علاقے، خطے یا ملک کی تاریخ، جغرافیہ، تہذیب و تمدن اور معاشی و معاشرتی حالات کی عکاسی کرتا ہے۔ یعنی سفرنامہ نگاری ایک انجینی سیر کے دوران تھیر اور تجسس کی جس کیفیت سے گزرتا ہے اسے افسانوی رنگ دے کر دلچسپ اور معلومات افزا بنا کر قاری تک پہنچ جاتا ہے۔

اردو ادب میں یہ صنف دور جدید میں ترقی یافتہ شکل میں ابھر کر سامنے آئی ہے۔ اردو زبان کا پہلا سفرنامہ نگار یوسف کمل پوش ہے۔

ii۔ رُوداد:

کسی تقریب، اجلاس، مشاعرے یا حادثے کی صورت حال اور کیفیت یعنی جو کچھ وہاں پیش آیا، اسے قلم بند کرنا رُوداد کہلاتا ہے۔ ”رُوداد“ فارسی زبان کا لفظ ہے جسے انگریزی میں Reporting کہتے ہیں۔ میٹرک کے طلبہ و طالبات کو جس رُوداد نگاری سے آگاہی دینا مقصود ہے وہ کالج میں منعقد ہونے والے کسی مباحثے، مشاعرے، مذاکرے یا جلسے کی کارروائی کو تحریر کرنا ہے۔ رُوداد میں کارروائی کو اپنے مشاہدے کی بنیاد پر انتہائی اختصار کے ساتھ جامع انداز میں پیش کرنا ہوتا ہے۔

iii۔ ادارہ:

اداریہ (editorial) ایک ایسے مضمون کو کہتے ہیں جو اخبار یا رسالے کے ادارتی عملے کے کسی تجربہ کار، کارکن یا ناشر کا تحریر کردہ ہو۔ اکثر اداریوں میں حالات حاضرہ کو پیش کیا جاتا ہے۔ مختلف واقعات کا مربوط تجزیہ کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات اداریوں کو مختلف مسائل اور حالات و واقعات کے حوالے سے کسی اخبار یا رسالے کی ذاتی رائے یا پالیسی بھی کہا جاسکتا ہے۔





تحریر کے ذریعے پیش آنے والے واقعات، حادثات کو علمی، ادبی اور فنی خوبیوں کے ساتھ پیش کرنا رپورٹنگ کہلاتا ہے۔ گویا حقائق کو مسخ کیے بغیر ادبی اور فنی خوبیوں کے ساتھ چشم دید واقعات اور حالات پر مبنی تحریر کو رپورٹنگ کہتے ہیں۔

v-خبریں

مقامی، ملکی اور عالمی سطح پر رونما ہونے والے حالات و واقعات اور حادثات، کھیل، فنون لطیفہ اور دیگر سماجی، ثقافتی، سیاسی جیسی سرگرمیوں کو نمایاں کر کے خبر کی صورت میں پیش کرنے کو نیوز سٹوری کہتے ہیں۔ نیوز سٹوری میں متعلقہ خبر کی تفصیلات اور تصاویر بھی پیش کی جاتی ہیں۔

❖ ”پاکستان میں تعلیم کا گرتا ہوا معیار“ کے موضوع پر اپنے شہر کے قریبی تعلیمی اداروں کے طلباء و طالبات سے آرا اکٹھی کریں اور ان سے ایک نیوز سٹوری، آرٹیکل یا فیچر ترتیب دے کر اخبار میں اشاعت کے لیے ارسال کریں۔ جہاں کہیں مشکل درپیش آئے اپنے استاد محترم / استانی صاحبہ سے رہنمائی لیں۔

❖ سفر نامہ ایک غیر افسانوی صنف ادب ہے۔ سبق ”لڑی میں پروئے ہوئے منظر“ کو اس کے اسلوب اور بیان کو پیش نظر رکھ کر تفہیم، تجزیہ، موازنہ وغیرہ کے خاص مقاصد کے تحت پڑھیں۔ کسی تفریحی سفر کا احوال یا اسکول میں ہونے والی یوم آزادی کی تقریب کی روداد بھی لکھیں۔

سرگرمیاں



- ۱۔ اخبارات، رسائل اور کتابوں میں تقریبات اور واقعات کی روداد کا بھی مطالعہ کریں۔ آپ اپنے دوستوں کے ساتھ کسی تاریخی یا پُر فضا مقام کی سیر کا پروگرام بنائیں۔ سفر سے واپسی پر اپنے استاد کی نگرانی میں اس تفریحی سفر کی روداد لکھیں اور اشاعت کے لیے کسی مقامی اخبار میں بھیجیں۔
- ۲۔ اپنی پسند کے کسی مقامی اردو اخبار میں سے کوئی رسمی و غیر رسمی تحریر (کالم، خبر، رپورٹ، تبصرہ، تذکرہ، تجزیہ) وغیرہ غور سے پڑھیں، اس کی جزئیات کو سمجھیں اور اپنے ساتھی طلبہ کے ساتھ مختلف زاویوں، پہلوؤں سے اس پر تنقید و تبصرہ کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو سفر نامہ، یادداشت، روداد نگاری، رپورٹنگ کے حوالے سے تفصیل کے ساتھ اردو میں سفر نامہ نگاری سے روشناس کرائیں۔ مندرجہ ذیل اسلوب کے تحت لکھے گئے سفر ناموں کی ایک ایک تصنیف بھی طلبہ کو مطالعہ کے لیے تجویز کریں۔

۱۔ شمالی علاقہ جات

۲۔ مذہبی مقامات

۳۔ طنز و مزاح کے حامل سفر نامے





اس سبق کی مدد میں کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- مدد سامع کے طور پر الفاظ، جملوں، مصرعوں، شعروں، نظموں، گیتوں وغیرہ کے تلفظ، آہنگ، لہجہ، لہر اور ادائی سے شعوری طور پر لطف اٹھا سکیں۔
- کلام / بات کو درمیان سے سن کر اپنے حافظے سے تسلسل کے ساتھ اہم نکات بتا سکیں۔
- اپنی گفتگو میں جذبہ اور تاثر کے حوالے سے شدت اور لہجے کے زیر و بم کا کلی نظر رکھ کر ذرا لمائی کیفیات ادا کر سکیں۔
- مختلف منہجوم / منثور اسناف الاب پڑھ کر مصنفین کے طرز تحریر کی شناخت کر سکیں۔
- منتخب اقتباس کی تشخیص لونی کر سکیں۔
- اپنی جماعت کے معیار کے مطابق روزمرہ و ضرب الامثال اور محاورات کا استعمال کرتے ہوئے سادہ اور مرکب سے تحریر کر سکیں۔
- ذرائع ابلاغ سے خبروں، ذرائع اور منچروں میں اٹھائے گئے اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی نکات وغیرہ سن کر اہم نکات مع تہرہ و تہرہ بیان کر سکیں۔
- عبارت میں اسم، فعل اور حرف کی پہچان اور نشان دہی کر سکیں۔

پڑھیں



خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

یہ ایک نہایت عمدہ اور آزمودہ مقولہ ہے۔ اس چھوٹے سے فقرے میں انسانوں کا اور قوموں کا اور نسلوں کا تجربہ جمع ہے۔ ایک شخص میں اپنی مدد کرنے کا جوش اس کی سچی ترقی کی بنیاد ہے اور جب یہ جوش بہت سے شخصوں میں پایا جاوے تو وہ قومی ترقی اور قومی طاقت اور قومی مضبوطی کی جڑ ہے۔ جب کہ کسی شخص کے لیے یا کسی گروہ کے لیے کوئی دوسرا کچھ کرتا ہے تو اس شخص میں سے یا اس گروہ میں سے وہ جوش اپنی مدد آپ کرنے کا کم ہو جاتا ہے اور ضرورت اپنے آپ مدد کرنے کی اس کے دل سے مٹ جاتی ہے اور اسی کے ساتھ غیرت جو ایک نہایت عمدہ قوت انسان میں ہے اور اسی کے ساتھ عزت جو اصلی چمک دمک انسان کی ہے از خود جاتی رہتی ہے اور جب کہ ایک قوم کی قوم کا یہ حال ہو تو وہ ساری قوم دوسری قوموں کی آنکھ میں ذلیل اور بے غیرت اور بے عزت ہو جاتی ہے۔

آدمی جس قدر کہ دوسرے پر بھروسے کرتے جاتے ہیں، خواہ اپنی بھلائی اور اپنی ترقی کا بھروسہ گورنمنٹ ہی پر کیوں نہ کریں (یہ امر بدیہی اور لا بدی ہے) وہ اسی قدر بے مدد اور بے عزت ہوتے جاتے ہیں۔ اے میرے ہم وطن بھائیو! کیا تمہارا یہی حال نہیں ہے؟ ایشیا کی تمام قومیں یہی سمجھتی رہی ہیں کہ اچھا بادشاہ ہی رعایا کی ترقی اور خوشی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یورپ کے لوگ جو ایشیا کے لوگوں سے زیادہ ترقی کر گئے تھے، یہ سمجھتے تھے کہ ایک عمدہ انتظام قوم کی عزت و بھلائی و خوشی اور ترقی کا ذریعہ ہے، خواہ وہ انتظام باہمی قوم کے رسم و رواج کا ہو، یا گورنمنٹ کا۔ اور یہی سبب ہے کہ یورپ کے لوگ قانون بنانے والی مجلسوں کو بہت بڑا ذریعہ انسان کی ترقی کا خیال کر کے ان کا درجہ سب سے اعلیٰ اور نہایت بیش بہا سمجھتے تھے، مگر حقیقت میں یہ سب خیال غلط ہیں۔ ایک شخص فرض کرو کہ وہ لندن میں آئرلینڈ کی طرف سے پارلیمنٹ کا ممبر ہی کیوں نہ ہو جائے یا کلکتہ میں وائسرائے اور گورنر جنرل کی کونسل میں ہندوستان کا ممبر ہی ہو کر کیوں نہ بیٹھ جاوے، قومی عزت، قومی بھلائی اور قومی ترقی کیا کر سکتا ہے۔ برس دو برس میں کسی بات پر ووٹ دے دینے

سے گو وہ کیسی ہی ایمانداری اور انصاف سے کیوں نہ دیا ہو قوم کی کیا بھلائی ہو سکتی ہے۔ بلکہ خود اس کے چال چلن پر اس کے برتاؤ پر بھی اس سے کوئی اثر پیدا نہیں ہوتا تو قوم کے برتاؤ پر کیا اثر پیدا ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ بات بے شبہ ہے کہ گورنمنٹ سے انسان کے برتاؤ میں کچھ مدد نہیں ملتی، مگر عمدہ گورنمنٹ سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ آدمی آزادی سے اپنے قویٰ کی تکمیل اور اپنی شخصی حالت کی ترقی کر سکتا ہے۔

یہ بات روز بروز روشن ہوتی جاتی ہے کہ گورنمنٹ کا فرض بہ نسبت مثبت اور معمل ہونے کے زیادہ تر منفی اور مانع ہے اور وہ فرض جان مال اور آزادی کی حفاظت ہے۔ جب کہ قانون کا عمل درآمد و انش مندی سے ہوتا ہے تو آدمی اپنی جسمی اور ذہنی محنت کے ثمروں کا بے خطر حظ اٹھا سکتا ہے۔ جس قدر گورنمنٹ کی حکومت عمدہ ہوتی ہے اتنا ہی ذاتی نقصان کم ہوتا ہے۔ مگر کوئی قانون گو وہ کیسا ہی اچھا رہے والا کیوں نہ ہو، ست آدمی کو محنتی، فضول خرچ کو کفایت شعار، شراب خور کو تائب نہیں بنا سکتا، بلکہ یہ باتیں شخصی محنت، کفایت شعاری، نفس کشی سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ قومی ترقی، قومی عزت، قومی اصلاح، عمدہ عادتوں، عمدہ چال چلن، عمدہ برتاؤ کرنے سے ہوتی ہے، نہ گورنمنٹ میں بڑے بڑے حقوق اور اعلیٰ درجے حاصل کرنے سے۔

یہ ایک نیچر کا قاعدہ ہے کہ جیسا مجموعہ قوم کی چال چلن کا ہوتا ہے یقینی اسی کے موافق اس کے قانون اور اسی کے مناسب حال گورنمنٹ ہوتی ہے۔ جس طرح کہ پانی خود اپنی پن سال میں آجاتا ہے، اسی طرح عمدہ رعایا پر عمدہ حکومت ہوتی ہے اور جاہل و خراب و ناتریت یافتہ رعایا پر ویسی ہی اکھڑ حکومت کرنی پڑتی ہے۔ تمام تجربوں سے ثابت ہوا ہے کہ کسی ملک کی خوبی و عمدگی اور قدر و منزلت بہ نسبت وہاں کی گورنمنٹ کے عمدہ ہونے کے زیادہ تر اس ملک کی رعایا کے چال چلن، اخلاق و عادت، تہذیب و شائستگی پر منحصر ہے، کیونکہ قوم شخصی حالتوں کا مجموعہ ہے اور ایک قوم کی تہذیب درحقیقت ان مردوں عورتوں اور بچوں کی شخصی ترقی ہے، جن سے وہ قوم بنی ہے۔

قومی ترقی مجموعہ ہے شخصی محنت، شخصی عزت، شخصی ایمانداری، شخصی ہمدردی کا۔ اسی طرح قومی تنزل مجموعہ ہے شخصی سستی، شخصی بے عزتی، شخصی بے ایمانی، شخصی خود غرضی کا اور شخصی برائیوں کا۔ تہذیبی و بد چلنی جو اخلاقی و تمدنی یا باہمی معاشرت کی بدیوں میں شمار ہوتی ہے، درحقیقت وہ خود اسی شخص کی آوارہ زندگی کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم چاہیں کہ بیرونی کوشش سے ان برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ ڈالیں اور نیست و نابود کر دیں تو یہ برائیاں کسی اور نئی صورت میں اس سے بھی زیادہ زور شور سے پیدا ہو جائیں گی۔ جب تک شخصی زندگی اور شخصی چال چلن کی حالتوں کو ترقی نہ دی جاوے۔

اے میرے عزیز ہم وطنو! اگر یہ رائے صحیح ہے تو اس کا یہ نتیجہ ہے کہ قوم کی بچی ہمدردی اور بچی خیر خواہی کرو۔ غور کرو کہ تمہاری قوم کی شخصی زندگی اور شخصی چال چلن کس طرح پر عمدہ ہو، تاکہ تم بھی ایک معزز قوم ہو۔ کیا جو طریقہ تعلیم و تربیت کا، بات بات چیت کا، وضع و لباس کا، سیر سپاٹے کا، شغل و اشتغال کا، تمہاری اولاد کے لیے، اس سے ان کے شخصی چال چلن، اخلاق و عادت، نیکی و سچائی میں ترقی ہو سکتی ہے؟ حاشا و کلا۔ جب کہ ہر شخص اور کل قوم خود اپنی اندرونی حالتوں سے آپ اپنی اصلاح کر سکتی ہے تو اس بات کی امید پر بیٹھے رہنا کہ بیرونی زور انسان کی یا قوم کی اصلاح و ترقی کرے کس قدر افسوس بلکہ نادانی کی بات ہے۔

وہ شخص درحقیقت غلام نہیں ہے جس کو ایک خدا ناترس نے جو اس کا ظالم آقا کہلا یا جاتا ہے خرید لیا ہے۔ یا ایک ظالم اور خود مختار بادشاہ یا گورنمنٹ کی رعیت ہے بلکہ درحقیقت وہ شخص اصلی غلام ہے جو بد اخلاقی، خود غرضی، جہالت اور شرارت کا مطیع اور اپنی خود غرضی کی غلامی میں مبتلا اور قومی ہمدردی سے بے پرواہ ہے۔ وہ تو میں جو اس طرح دل میں غلام ہیں وہ بیرونی زوروں سے، یعنی عمدہ گورنمنٹ یا عمدہ قومی انتظام سے آزاد نہیں ہو سکتیں جب تک کہ غلامی کی یہ دلی حالت دور نہ ہو۔ اصل یہ ہے کہ جب تک انسانوں میں یہ خیال ہے کہ ہماری اصلاح و ترقی گورنمنٹ پر یا قوم کے عمدہ انتظام پر منحصر ہے اس وقت تک کوئی مستقل اور برتاؤ میں آنے کے قابل نتیجہ اصلاح و ترقی کا قوم میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ گو کیسی ہی عمدہ تبدیلیاں گورنمنٹ یا انتظام میں کی جائیں، وہ تبدیلیاں فانوس خیال سے کچھ زیادہ رہ تہ نہیں رکھتیں جس میں طرح طرح کی تصویریں پھرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں، مگر جب دیکھو تو کچھ بھی نہیں۔

مستقل اور مضبوط آزادی، سچی عزت، اصلی ترقی، شخصی چال چلن کے عمدہ ہونے پر منحصر ہے اور وہی شخصی چال چلن معاشرت و تمدن کا محافظ اور وہی شخصی چال چلن قومی ترقی کا بڑا ضامن ہے۔ جان اسٹیورٹ مل جو اسی زمانے میں ایک بہت بڑا حکیم گزرا ہے، اس کا قول ہے کہ ظالم اور خود مختار حکومت بھی زیادہ خراب نتیجے پیدا نہیں کر سکتی اگر اس کی رعایا میں شخصی اصلاح اور شخصی ترقی موجود ہے اور جو چیز کہ شخصی اصلاح و شخصی ترقی کو دبا دیتی ہے درحقیقت وہی شے اس کے لیے ظالم و خود مختار گورنمنٹ ہے۔ پھر اس شے کو جس نام سے چاہو پکارو۔ اس مقولے پر میں اس قدر اور زیادہ کرتا ہوں کہ جہاں شخصی اصلاح اور شخصی ترقی مٹ گئی ہے یا دب گئی ہے وہاں کسی ہی آزاد اور عمدہ گورنمنٹ کیوں نہ قائم کی جاوے وہ کچھ بھی عمدہ نتیجے پیدا نہیں کر سکتی اور اس اپنے مقولے کی تصدیق کو ہندوستان کی اور خصوصاً ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت کی مثال پیش کرتا ہوں۔

انسان کی قومی ترقی کی نسبت ہم لوگوں کے یہ خیال ہیں کہ کوئی مختصر طے، گورنمنٹ فیاض ہو اور ہمارے سب کام کر دے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہر چیز ہمارے لیے کی جاوے اور ہم خود نہ کریں۔ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس کو بادی اور رہنما بنایا جاوے تو تمام قوم کی دلی آزادی کو برباد کر دے اور آدمیوں کو انسان پرست بنا دے۔ حقیقت میں ایسا ہونا قوت کی پرستش ہے اور اس کے نتائج انسان کو ایسا ہی حقیر بنا دیتے ہیں، جیسے کہ صرف دولت کی پرستش سے انسان حقیر و ذلیل ہو جاتا ہے۔ کیا لالہ اشرفی مل جو ہر روز بچگی کی پوجا کرتے ہیں اور بے انتہاد دولت رکھتے ہیں، انسانوں میں کچھ قدر و منزلت کے لائق بنے جاتے ہیں؟

بڑا سچا مسئلہ اور نہایت مضبوط جس سے دنیا کی معزز قوموں نے عزت پائی ہے وہ اپنی مدد آپ کرنا ہے۔ جس وقت لوگ اس کو اچھی طرح سمجھیں گے اور کام میں لاویں گے تو پھر خضر کو ڈھونڈنا بھول جاویں گے۔ اور وہیں پر بھروسے اور اپنی مدد آپ یہ دونوں اصول ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہیں۔ پچھلا انسان کی بدیوں کو برباد کرتا ہے اور پہلا خود انسان کو۔ قومی انتظام یا عمدہ قوانین کے اجرا کی خواہش یہ بھی ایک قدیمی غلط خیال ہے۔

ہر روز کے تجربے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شخصی چال چلن میں یہ قوت ہے کہ دوسرے کی زندگی اور برتاؤ اور چال چلن پر نہایت قوی اثر پیدا کرتا ہے اور حقیقت میں یہی ایک نہایت عمدہ عملی تعلیم ہے اور جب ہم اس عملی تعلیم کا علمی تعلیم سے مقابلہ کریں تو مکتب و مدرسے اور مدرسۃ العلوم کی تعلیم اسی عملی تعلیم کی ابتدائی تعلیم معلوم ہوتی ہے۔ زندگی کے علم کا یعنی زندگی کے برتاؤ کے علم کا جس کو انگریزی میں ”لائف ایجوکیشن“ کہتے ہیں، انسان پر، قوم پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے۔ مکتب و مدرسہ و مدرسۃ العلوم کا علم طاق میں یا صندوق میں یا الماری میں یا کسی بڑے کتب خانے میں رکھا ہوا ہوتا ہے، مگر زندگی کے برتاؤ کا علم ہر وقت دوست سے ملنے میں، گھر کے رہنے سہنے میں، شہر کی گلیوں میں پھرنے میں، صرافہ کی دوکان کرنے میں، مل جوتے میں، کپڑا بننے کے کارخانے میں، کلوں سے کام کرنے کے کارخانے میں اپنے ساتھ ہوتا ہے اور پھر بے سکھائے اور بے شاگرد کیے، لوگوں میں صرف اس کے برتاؤ سے پھیلتا جاتا ہے۔

یہ پچھلا علم وہ علم ہے، جو انسان کو انسان بناتا ہے۔ اسی پچھلے علم سے عمل، چال چلن، تعلیم نفسی، نفس کشی، شخصی خوبی، قومی مضبوطی، قومی عزت حاصل ہوتی ہے۔ یہی پچھلا علم وہ علم ہے کہ جو انسان کو اپنے فرائض ادا کرنے اور دوسروں کے حقوق محفوظ رکھنے اور زندگی کے کاروبار کرنے اور اپنی عاقبت کے سنوارنے کے لائق بناتا ہے۔ اس تعلیم کو آدمی صرف کتابوں سے نہیں سیکھ سکتا اور نہ یہ تعلیم کسی درجے کی علمی تحصیل سے ہوتی ہے۔ لارڈ بیکن کا نہایت علم سے باہر اور علم سے برتر ہے اور مشاہدہ آدمی کی زندگی کو درست اور اس کے علم کو باعمل، یعنی اس کے برتاؤ میں کر دیتا ہے۔ علم کے یہ نسبت عمل اور سوانح عمری کی بہ نسبت عمدہ چال چلن آدمی کو زیادہ تر معزز اور قابل ادب بناتا ہے۔

(انتخاب مضامین سرسید)

سر سید احمد خان ۱۱ اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے مورث اعلیٰ مغل بادشاہ شاہ جہان کے دور میں ہندوستان آئے تھے۔ انھیں برصغیر میں مسلم قوم پرستی کا سرخیل سمجھا جاتا ہے۔ وہ دو قومی نظریہ کے خالق سمجھے جاتے ہیں۔ اس دو قومی نظریے کی بنیاد پر پاکستان معرض وجود میں آیا۔ وہ مسلمانوں کی تعلیم و ترقی کے لیے کوشاں رہے۔ ۱۸۷۵ء میں انھوں نے علی گڑھ کالج کی بنیاد رکھی۔ جو بعد ازاں مسلمانوں کا اہم تعلیمی، سیاسی اور ادبی مرکز قرار پایا۔ انھوں نے ایک علمی اور ادبی رسالہ ”تہذیب الاخلاق“ جاری کیا جس نے لوگوں کی اجتماعی زندگی پر گہرے اثر چھوڑے۔

سر سید نے اردو زبان میں مضمون نگاری کو روانہ کیا انھوں نے اخلاقی، تعلیمی اور قومی موضوعات پر کئی مضامین لکھے۔ ان کا انداز تحریر سادہ، آسان اور ہر قسم کی بناوٹ سے پاک ہوتا تھا۔

سر سید مصلح قوم ہونے کے علاوہ بلند پایہ مصنف بھی تھے۔ انھوں نے کئی کتب تحریر کیں۔ ان کی اہم تصانیف ہیں۔ ”تہذیب الاخلاق“، ”خطبات احمد“، ”تبین القرآن“ اور ”تفسیر القرآن“ شامل ہیں۔ رسالہ بغاوت ہند کے نام سے ایک کتابچہ بھی لکھا ہے۔ سر سید ۸۰ سال کی عمر میں ۱۸۹۸ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ انھیں علی گڑھ کالج کے لان میں سپرد خاک کیا گیا۔

مشق



۱۔ درج ذیل نثر پارے کو فہم کے ساتھ پڑھ کر دیے گئے سوالات کے جوابات دیں۔

آدمی جس قدر کہ دوسرے پر بھروسے کرتے جاتے ہیں، خواہ اپنی بھلائی اور اپنی ترقی کا بھروسہ گورنمنٹ ہی پر کیوں نہ کریں (یہ امر بدیہی اور لا بدی ہے) وہ اسی قدر بے مدد اور بے عزت ہوتے جاتے ہیں۔ اے میرے ہم وطن بھائیو! کیا تمہارا یہی حال نہیں ہے؟ ایشیا کی تمام قومیں یہی سمجھتی رہی ہیں کہ اچھا بادشاہ ہی رعایا کی ترقی اور خوشی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یورپ کے لوگ جو ایشیا کے لوگوں سے زیادہ ترقی کر گئے تھے، یہ سمجھتے تھے کہ ایک عمدہ انتظام قوم کی عزت و بھلائی و خوشی اور ترقی کا ذریعہ ہے، خواہ وہ انتظام باہمی قوم کے رسم و رواج کا ہو، یا گورنمنٹ کا۔ اور یہی سبب ہے کہ یورپ کے لوگ قانون بنانے والی مجلسوں کو بہت بڑا ذریعہ انسان کی ترقی اور خیال کر کران کا درجہ سب سے اعلیٰ اور نہایت بیش بہا سمجھتے تھے، مگر حقیقت میں یہ سب خیال غلط ہیں۔

- سوالات:
- الف۔ دوسروں پر بھروسہ کرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟
 - ب۔ ”یہ امر بدیہی اور لا بدی ہے“ اس جملے کا تبصرہ لکھیں۔
 - ج۔ ایشیا کی قومیں اپنی ترقی کا ذریعہ کسے سمجھتی رہی ہیں؟

۲۔ مولوی عبدالحق اور سر سید احمد خان کی لکھی ہوئی درج ذیل عبارات کو پڑھیں اور مصنفین کے طرز تحریر کی شناخت کریں۔

۱۔ آدمی جس قدر کہ دوسرے پر بھروسے کرتے جاتے ہیں، خواہ اپنی بھلائی اور اپنی ترقی کا بھروسہ گورنمنٹ ہی پر کیوں نہ کریں (یہ امر بدیہی اور لا بدی ہے) وہ اسی قدر بے مدد اور بے عزت ہوتے جاتے ہیں۔ اے میرے ہم وطن بھائیو! کیا تمہارا یہی حال نہیں ہے؟ ایشیا کی تمام قومیں یہی سمجھتی رہی ہیں کہ اچھا بادشاہ ہی رعایا کی ترقی اور خوشی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یورپ کے لوگ جو ایشیا کے لوگوں سے زیادہ ترقی کر گئے تھے، یہ سمجھتے تھے کہ ایک عمدہ انتظام قوم کی عزت و بھلائی و خوشی اور ترقی کا ذریعہ ہے، خواہ وہ انتظام باہمی قوم کے رسم و رواج کا ہو، یا گورنمنٹ کا۔ اور یہی سبب ہے کہ یورپ کے لوگ قانون بنانے والی مجلسوں کو بہت بڑا ذریعہ انسان کی ترقی اور خیال کر کران کا درجہ سب سے اعلیٰ اور نہایت بیش بہا سمجھتے تھے، مگر حقیقت میں یہ سب خیال غلط ہیں۔

ii۔ مقبرے کا باغ میری نگرانی میں تھا۔ میرے رہنے کا مکان بھی باغ کے احاطے ہی میں تھا۔ میں نے اپنے بچلے کے سامنے چمن بنانے کا کام نام دیو کے سپرد کیا۔ میں اندر کمرے میں کام کرتا رہتا تھا۔ میری میز کے سامنے بڑی سی کھڑکی تھی۔ اس میں سے چمن صاف نظر آتا تھا، لکھتے لکھتے کبھی نظر اٹھا کر دیکھتا تو نام دیو کو ہمہ تن اپنے کام میں مصروف پاتا۔ بعض دفعہ اس کی حرکتیں دیکھ کر بہت تعجب ہوتا۔ مثلاً گیادیکھتا ہوں کہ نام دیو ایک پودے کے سامنے بیٹھا اس کا تھانولا صاف کر رہا ہے۔ تھانولا صاف کر کے حوض سے پانی لیا اور آہستہ آہستہ ڈالنا شروع کیا۔ پانی ڈال کر ڈول درست کیا اور ہر رخ سے پودے کو مز مڑ کر دیکھا۔ پھر اٹنے پاؤں پیچھے ہٹ کر اسے دیکھنے لگا۔ دیکھتا جاتا تھا اور مسکراتا اور خوش ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی۔ کام اسی وقت ہوتا ہے، جب اس میں لذت آنے لگے۔ بے مزد کام، کام نہیں، بیگار ہے۔

۳۔ روزمرہ محاورہ

۱۔ روزمرہ اہل زبان کی بات چیت جو روزمرہ زندگی میں باہم بولتے ہیں روزمرہ کہلاتا ہے۔ دو یا دو سے زیادہ الفاظ کا مجموعہ جو اہل زبان کی بول چال کے مطابق، حقیقی معنوں میں استعمال ہوتا ہو روزمرہ کہلاتا ہے۔

جیسے اہل زبان یہ کبھی نہیں کہیں گے کہ میری چشم میں درد ہے بلکہ میری آنکھ میں درد ہے کہیں گے۔

❖ درج ذیل جملوں میں درست روزمرہ استعمال کر کے دوسروں کو سنائیں۔

[illegible]

ب۔ لڑکی نے دوپٹا _____ (اوڑھا، پہنا)

ج۔ وہ آئے _____ سکول سے غیر حاضر رہتا ہے۔ (آئے دن، آئے روز)

۱۔ احمد _____ مسجد جاتا ہے۔ (بے نافع، بلا نافع)

..... کی شکایت اچھی نہیں ہوتی۔ (دن دن، روز روز)

ii۔ محاورہ: جب کوئی کلام اپنے لغوی معنی کے بجائے مجازی معنی دیتا ہو تو محاورہ کہتے ہیں۔ جیسے پانی پینا محاورہ نہیں ہے مگر لہو پینا، غصہ پینا، آنسو پینا وغیرہ محاورے ہیں۔ درج ذیل غلط محاورات کو درست کر کے لکھیں اور اُن کے جملے اس طرح تحریر کریں کہ اُن کا مفہوم واضح ہو جائے۔

جملہ	درست محاورات	غلط محاورات
مثال:		
چاند سے باتیں کرنا	آسمان سے باتیں کرنا	کے ٹوکی چوٹی آسمان سے باتیں کرتی ہے۔
سرخ باغ دکھانا		
کان میں دم کرنا		
گردن کا پار ہونا		
پتھروں کے طوطے اڑنا		
ہوش خطا ہونا		

۴۔ تلخیص: تلخیص کا مطلب کسی طویل عبارت کو اختصار کے ساتھ اس طرح لکھنا کہ اس کا کوئی اہم نکتہ چھوٹے نہ پائے۔ تلخیص کی طوالت، عام طور پر اصل عبارت سے کم یعنی ایک تہائی ہوتی ہے۔ تلخیص میں اصل عبارت کے اسلوب کو قائم رکھنا غیر ضروری ہوتا ہے، اسے اپنے انداز سے اور الفاظ میں لکھنا چاہیے۔ اصل عبارت میں دی گئی معلومات اور واقعات کی ترتیب بھی برقرار رکھنی چاہیے۔ تلخیص کے دوران اصل عبارت کے اہم نکات میں ترمیم، اضافہ، کمی یا بیشی نہیں کی جاسکتی۔ اگر عبارت متعدد پیرا گرافوں پر مشتمل ہو تو تلخیص ایک ہی پیرے میں لکھی جائے گی۔ تلخیص میں طویل جملوں کی بجائے مختصر جملے لکھے جاتے ہیں۔

❖ درج ذیل عبارت کی تلخیص کریں۔

اودھ کی راج دھانی جب فیض آباد سے لکھنؤ منتقل ہوئی تو اس کو چار چاند لگ گئے۔ میر تقی میر، انشاء اللہ خاں انشاء، جرات اور مصحفی وغیرہ نے ادھر کا رخ کیا۔ میر انیس کا خاندان دلی سے پہلے ہی آچکا تھا۔ ان بزرگوں کے دم قدم سے بادشاہوں کے دربار، امرا کی ڈیوڑھیاں اور اہل علم کی محفلیں، شعر و سخن کے نغموں سے پُر شور بن گئیں۔ ناسخ و آتش، وزیر و صبا اور ان کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں نے شعر و ادب کے جواہر ریزوں کے ڈھیر گھا دیے۔

۵۔ سبق اپنی مدد آپ کے درمیان سے لی گئی درج ذیل عبارت کو ایک طالب علم درست تلفظ سے ادا کرے جب کہ باقی طلبہ پورے سبق کے مرکزی نقطہ خیال، نکتے یا تصور تک رسائی حاصل کر کے سبق (اس عبارت سے پہلے کا حصہ) کو سمجھتے ہوئے مکمل موضوع کو اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

اے میرے عزیز ہم وطنو! اگر یہ رائے صحیح ہے تو اس کا یہ نتیجہ ہے کہ قوم کی گہنی ہمدردی اور سچی خیر خواہی کرو۔ غور کرو کہ تمہاری قوم کی شخصی زندگی اور شخصی چال چلن کس طرح پر عمدہ ہوتا کہ تم بھی ایک معزز قوم ہو۔ کیا جو طریقہ تعلیم و تربیت کا، بات چیت کا، وضع و لباس کا، سیر سپاٹے کا، مشتعل اشتعال کا، تمہاری اولاد کے لیے، اس سے ان کے شخصی چال چلن، اخلاق و عادات، نیکی و سچائی میں ترقی ہو سکتی ہے؟

۶۔ اسم، فعل، حرف کی پہچان اور نشان دہی:

اسم وہ لفظ ہے جو کسی کا نام ہو۔ مثلاً:

لاکھا، اسلم، شہر، لاہور، شاعر، میر۔

فعل وہ کلمہ ہے جس سے کسی کام کا کنایا ہو نا ظاہر ہو۔ مثلاً:

احمد نے لکھا۔ استاد صاحب نے پڑھایا۔ لکھا اور پڑھایا فعل ہے۔

حرف وہ غیر مستقل الفاظ ہیں جو تنہا بولنے یا لکھنے میں کوئی خاص معانی نہیں دیتے، جب تک کہ کسی جملے میں یا دوسرے الفاظ کے ساتھ استعمال نہ ہوں:

مثلاً: کا، نے، سے، کیوں کہ، اور مگر وغیرہ

حروف، جملے کے اجزا کو باہم ملانے کے کام آتے ہیں۔

❖ درج ذیل عبارت میں اسم، فعل اور حروف کی نشان دہی کریں۔

شہاد نے اپنے بھائی کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم زندگی میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو تمہیں سخت محنت کرنی ہوگی۔ دنیا میں محنت ہی کامیابی کی ایک کنجی ہے۔

۷۔ بہت جلد آپ کی عمر اس سطح پر پہنچے گی کہ آپ ایک محب وطن شہری کی حیثیت سے انتخابات میں اپنا ووٹ ڈالنے جائیں گے درج ذیل میں ووٹ کے اندراج کی درستی کا فارم دیا جا رہا ہے۔ آپ اسے پُر کرنے کی مشق کریں۔

الیکشن کمیشن آف پاکستان

2017

فارم 23

ایکشن 37

ووٹر کے کوٹہ کی درستگی زیر دفعہ 37 الیکشن ایکٹ 2017

مکمل شدہ نمبر آؤٹ لائن

ووٹر کے کوٹہ کی درستگی کے مطابق

ووٹر کے کوٹہ کی درستگی کے مطابق

ووٹر کے کوٹہ کی درستگی کے مطابق	ووٹر کے کوٹہ کی درستگی کے مطابق	ووٹر کے کوٹہ کی درستگی کے مطابق

ووٹر کے کوٹہ کی درستگی کے مطابق

ووٹر کے کوٹہ کی درستگی کے مطابق

ووٹر کے کوٹہ کی درستگی کے مطابق

ووٹر کے کوٹہ کی درستگی کے مطابق

ووٹر کے کوٹہ کی درستگی کے مطابق

ووٹر کے کوٹہ کی درستگی کے مطابق

ووٹر کے کوٹہ کی درستگی کے مطابق

ووٹر کے کوٹہ کی درستگی کے مطابق

ووٹر کے کوٹہ کی درستگی کے مطابق	ووٹر کے کوٹہ کی درستگی کے مطابق	ووٹر کے کوٹہ کی درستگی کے مطابق

ووٹر کے کوٹہ کی درستگی کے مطابق

سرگرمیاں



- 1۔ ٹیلی ویژن، ریڈیو یا موبائل فون سے خبروں، ڈراموں، منظرروں میں اٹھائے گئے اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی نکات وغیرہ غور سے سنیں۔ سنے گئے ان اہم نکات کو مع تبصرہ و تشریح جماعت کے دیگر ساتھی طلبہ کے سامنے بیان کریں۔
- 2۔ طلبہ مل کر سکول کے ہال میں ”سچائی یا ایمان داری“ کے موضوع پر ایک ٹیلویڈیا خاکہ پیش کریں۔ اس سلسلے میں استاد محترم سے بھی رہنمائی لی جاسکتی ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ تحفہ نگاری کے اصولوں سے روشناس کرائیں۔
- طلبہ کو اشعار، ریڈیو، موبائل فون، ٹیلی ویژن سے خبروں، ڈراموں، منظرروں میں اٹھائے گئے اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی نکات وغیرہ سنائیں اور پڑھائیں۔ اہم نکات کو آسان انداز میں تشریح کریں تاکہ بعد میں طلبہ خود بھی کسی اخلاقی، معاشرتی، ثقافتی موضوع کے اہم نکات کو مع تبصرہ و تشریح بیان کر سکیں۔





حصہ نظم





اس حمد کی تدوین کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- الفاظ و معانی سے واقفیت اور ان کے انتخاب میں لغت اور تفسیر اس کا استعمال کر سکیں۔
- عمدہ سامع کے طور پر الفاظ، مصرعوں، شعروں، نظم و غیرہ کے تلفظ، آہنگ، لہجہ، لہجہ اور ادائی سے شعوری طور پر لطف اٹھا سکیں۔
- مختلف سعی ذرائع سے کہانی، نظم، واقعہ، تقریر، المان، خطبہ، گیت، غزل، ہدایت اور نغمہ من کر الفاظ کے اصطلاحی، مجازی اور کنایاتی معانی تک رسائی حاصل کر سکیں۔
- نظم اور شعر کو نہ کہ شاعرانہ قاری کے نقطہ نظر کو سامنے رکھ کر مرکزی خیال تحریر کر سکیں۔
- کسی بھی نظم کو نہ کہ حوالوں کے ساتھ اشعار کی تشریح کرتے ہوئے اپنی رائے دے سکیں۔
- تراکیب لفظی کی شناخت کر سکیں اور اس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اپنی تحریر میں اس کا استعمال کر سکیں۔

پڑھیں



کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے، وہی خدا ہے
 دکھائی بھی جو نہ دے، نظر بھی جو آ رہا ہے، وہی خدا ہے
 تلاش اس کو نہ کرتوں میں، وہ ہے بدلتی ہوئی رتوں میں
 جو دن کو رات اور رات کو دن بنا رہا ہے، وہی خدا ہے
 وہی ہے مشرق وہی ہے مغرب سفر کریں سب اس کی جانب
 ہر آئینے میں جو عکس اپنا دکھا رہا ہے، وہی خدا ہے
 کسی کو سوچوں نے کب سراہا، وہی ہوا جو خدا نے چاہا
 جو اختیار بشر پہ پہرے بٹھا رہا ہے، وہی خدا ہے
 نظر بھی رکھے، سماعتیں بھی، وہ جان لیتا ہے نیتیں بھی
 جو خانہ لاشعور میں جگمگا رہا ہے، وہی خدا ہے
 کسی کو تاج و تار بخشنے، کسی کو ذلت کے غار بخشنے
 جو سب کے ماتھے پہ مہر قدرت لگا رہا ہے، وہی خدا ہے
 سفید اس کا سیاہ اس کا نفس نفس ہے گواہ اس کا
 جو شعلہ جاں جلا رہا ہے، بجھا رہا ہے، وہی خدا ہے
 (الحمد)

مظفر وارثی

ممتاز شاعر، مضمون نگار اور گیت نگار مظفر وارثی ۲۳ دسمبر ۱۹۳۳ء کو بھارت کے شہر میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ وہ نظم اور غزل میں اپنے خاص اسلوب کی پہچان رکھتے ہیں۔ انھوں نے نعت کے میدان میں بھی شہرت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں مسکور کن آواز سے نوازا تھا۔ انھوں نے بہت دل نشین انداز میں نعت گوئی کی۔ انھوں نے فلموں کے لیے بھی گیت لکھے۔ ان کے متعلق احسان دانش نے کہا تھا ”اگلا زمانہ مظفر وارثی کا ہے۔“

مظفر وارثی کی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان کی جانب سے انھیں اعلیٰ سول ایوارڈ حسن کارکردگی یعنی پرائیڈ آف پرفارمنس سے نوازا گیا۔ ان کی مشہور تصانیف میں برف کی ناؤ، حرم لہجہ، کھلے در پہ بندہ ہوا اور ظلم نہ سہنا شامل ہیں۔ انھوں نے ”گئے دنوں کا سراغ“ کے نام سے اپنی سوانح عمری بھی لکھی۔

ان کا انتقال ۲۸ جنوری ۲۰۱۱ء کو پاکستان کے شہر لاہور میں ہوا۔

مشق



۱۔ درج ذیل اشعار پڑھ کر ان کے سوالات کے جوابات لکھیں۔

کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے، وہی خدا ہے
دکھائی بھی جو نہ دے، نظر بھی جو آ رہا ہے، وہی خدا ہے
تلاش اس کو نہ کرتوں میں، وہ ہے بدلتی ہوئی رتوں میں
جو دن کو رات اور رات کو دن بنا رہا ہے، وہی خدا ہے
وہی ہے مشرق، وہی ہے مغرب سفر کریں سب اس کی جانب
ہر آئینے میں جو عکس اپنا دکھا رہا ہے، وہی خدا ہے

سوالات:

- الف۔ پہلے شعر میں شاعر نے اللہ تعالیٰ کی کون سی صفات بیان کی ہیں؟
- ب۔ دوسرے شعر میں شاعر نے اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کی کیا دلیل پیش کی ہے؟
- ج۔ ان اشعار کا مرکزی خیال لکھیں۔
- د۔ شاعر کے مطابق تمام مخلوقات کا سفر کس کی جانب ہے؟
- ه۔ تیسرے شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیں۔
- ۲۔ استاد محترم کلاس میں اس حمد کو مظفر وارثی ہی کی آواز میں طلبہ کو سنائیں اور باقی عمدہ سامع کے طور پر الفاظ، مصرعوں، شعروں، نظموں کے تلفظ، آہنگ، لے، لحن اور ادائی سے شعوری طور پر لطف اٹھا سکیں۔
- ۳۔ درج ذیل اشعار کی حوالوں کے ساتھ تشریح کرتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کریں۔

تلاش اس کو نہ کرتوں میں، وہ ہے بدلتی ہوئی رتوں میں
جو دن کو رات اور رات کو دن بنا رہا ہے، وہی خدا ہے
نظر بھی رکھے سماعتیں بھی، وہ جان لیتا ہے نیتیں بھی
جو خانہء لاشعور میں جگمگا رہا ہے، وہی خدا ہے

۴۔ تراکیب لفظی

ترکیب لفظی کے معانی ہیں الفاظ کی ساخت، وضع یا بناوٹ، جملے کے اجزائے ترکیبی کا تجزیہ یعنی جملے کے ہر لفظ کی قواعدی حیثیت کا تعین کرنا بھی ترکیب لفظی کہلاتا ہے۔

تراکیب لفظی بنانے کی مختلف صورتیں ہیں

دو مفرد لفظوں کے درمیان زیر یا ہمزہ ڈال کر ایک نئی لفظی ترکیب بنانا جس کے معانی نئے ہوں۔

صبح اور بہار سے صبح بہار
قبر اور دارا سے قبر دارا

تراکیب صرف عربی اور فارسی الفاظ ہی سے بنتی ہیں، ہندی اور دیگر مقامی زبانوں سے لفظی ترکیب سازی ممکن نہیں ہو سکتی۔ جن لفظوں میں ہندی حروف وہ سارے کے سارے مقامی زبانوں کے الفاظ ہیں اور ان سے ترکیب سازی نہیں ہو سکتی۔ ٹ، ڈ، لپنی اصل میں ہندی حروف ہیں۔ اسی طرح بھ، پھ، کھ، ٹھ وغیرہ بھی ہندی الاصل ہیں۔ لفظوں کا مآخذ لغات میں درج ہوتا ہے۔ اس اصول کے تحت ”دھیان الفت“ ایک غلط ترکیب لفظی ہوگی۔
دو سے زائد الفاظ ملا کر بھی تراکیب بنا جاسکتی ہیں:

مثلاً: مرزا غالب کا شعر ہے:

نقش فریادی ہے کس کی شونی تحریر کا

کاغذی ہے پیر بن ہر پیکر تصویر کا

اگر ترکیب لفظی میں دونوں الفاظ عربی زبان کے ہوں تو دونوں کے درمیان ”ال“ آئے گا۔ مثلاً: رب العالمین، سیرت النبی، ختم الرسل

ہندی اور دیگر مقامی میں الفاظ ساتھ تحریر ہوتے ہیں جیسے: ستاریک رات، اندھیری کوٹھی، کالی آنکھیں، کڑوا پھل، آنکھ پھولی

تراکیب لفظی کے حوالے سے یہ بھی کہا جاتا ہے ہر پندرہ بیس سال کے بعد لغت، ازکار رفتہ ہو جاتی ہے۔ لفظ معانی بدل لیتے ہیں۔ نئے الفاظ، محاورات اور اصطلاحات آ جاتی ہیں۔

♦ درج بالا اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے دس تراکیب لفظی لکھ کر انھیں اپنے جملوں میں استعمال کریں۔

۵۔ لغت اور تھیسارس کا استعمال

اُردو زبان و ادب کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمارے سامنے بہت سے ایسے الفاظ آتے ہیں جو ہمارے لیے غیر مانوس ہوتے ہیں اور ہم نہ صرف ان کے معانی اور مطالب سے واقف نہیں ہوتے بلکہ اس بات سے بھی بے خبر ہوتے ہیں کہ ان الفاظ کی اصل کیا ہے اور وہ کہاں سے اور کس زبان سے آئے ہیں اور اُردو میں آکر انھوں نے کیا شکل اختیار کی ہے؟ اسی طرح ان کے لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں اور ان کے استعمال کا طریقہ کیا ہے؟ یہ سب کچھ جاننے کے لیے لغت کا سہارا لیا جاتا ہے۔

تھیسارس لفظوں کا ارتقا بیان کرتا ہے۔ تھیسارس یونانی زبان سے انگریزی میں آیا ہے اور اس کا مطلب ہے ذخیرہ یا خزینہ بعد میں یہ لفظ خزینہ الفاظ کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ تھیسارس ہمیں مختلف موضوعات اور تصورات کے بارے میں مناسب لفظوں کی فہرست مہیا کرتا ہے۔ مثلاً اگر ہم سڑک کے بارے میں جاننے کے خواہش مند ہیں تو تھیسارس ہمیں اس طرح کے الفاظ مہیا کرے گا: گلشن، بانغ، چمن، لالہ زار، گل زار، چمن زار وغیرہ وغیرہ

❖ درج ذیل الفاظ کے معانی کے انتخاب کے لیے لغت اور تھیسارس کا استعمال کیجیے۔

رتوں، مشرق، جانب، بشر، مہر، سیاہ

۶۔ الفاظ کے مختلف معانی

i۔ لغوی معنی:

کسی لفظ کے لغوی معنی ہے مراد وہ معنی ہیں جو اس کے مزاج اور مادے کی نسبت سے لغت میں ملتے ہیں۔ ان الفاظ کے معنی لغت میں سب سے پہلے لکھے جاتے ہیں مثلاً ”چال“ کے لغوی معنی رفتار، حرکت، طرز رفتار کے ہیں۔

ii۔ مجازی معنی:

لغت میں لغوی معنی کے علاوہ کسی لفظ کے مجازی معنی بھی ملتے ہیں اور ان کو لغوی معنوں کے بعد درج کیا جاتا ہے۔ مثلاً ”چال“ کے مجازی معنی روش اور رویہ کے ہیں۔

iii۔ اصطلاحی معنی:

کچھ الفاظ ایسے ہوتے ہیں جن کے لغوی اور مجازی معنوں کے ساتھ ساتھ دیگر مفہیم میں اصطلاحی معنی بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً ”چال“ کے اصطلاحی معنی دھوکا اور فریب دینے کے ہیں۔ اسی طرح اصطلاحاً شطرنج کے ایک مہرے کو ایک گھر سے دوسرے گھر میں لے جانے کو بھی چال کہتے ہیں۔

iv۔ کنایاتی معنی:

کنایہ کے لغوی معانی پوشیدہ یا چھپی ہوئی بات کرنا ہیں، الفاظ کو حقیقی کی بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال کرنا کہ اس سے حقیقی معنی بھی مراد لیے جاسکیں۔ اسی بیان کو کنایاتی بیان کہا جائے گا۔
مثلاً: اُسے کالے نے کاٹا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اُسے سانپ نے کاٹا۔

سرگرمی



اپنے استاد محترم / استانی صاحبہ کے موبائل فون سے کوئی سبق آموز کہانی / مکالمہ / تقریر سنیں اور اس میں ادا کیے گئے کلمات کے ظاہری / اصطلاحی / مجازی معانی کے متعلق اپنے دیگر ساتھی طلبہ کو بتائیں۔ بعد ازاں ان کی تشریح بھی کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

• طلبہ کو نظم کے محاسن مصرع، شعر، کافیہ، ردیف، مطلع، مقطع، مرکزی خیال کا تصور واضح کریں تاکہ طلبہ شامل نصاب حمد سے ان کی شناخت کر سکیں۔

• طلبہ کو موضوع کے اعتبار سے مختلف نظموں (حمد، نعت، مناجات، قصیدہ، مرثیہ) کا تعارف کرائیں۔





یہ نظم پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نظم / نثر کو نظم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالوں (براہ راست، بالواسطہ، کثیر البت) کے جوابات دے سکیں۔
- کسی بھی نظم / نثر کو پڑھ کر اس کے اہم نکات کا خلاصہ لکھ سکیں۔
- نظم پر لحاظ موضوع (حجر، نعت، قومی فی فخر، قصیدہ، منقبت، دعا، مناجات، مرثیہ) میں امتیاز کر سکیں۔
- دو معانی الفاظ جملے، عبارت سے الگ کر سکیں اور ان کا تحریر میں استعمال کر سکیں۔
- دو نثر پاروں / نظموں کا موازنہ کر سکیں۔ مصنف / شاعر کا انداز بیان سمجھ کر تبصرہ کر سکیں۔
- نظم / غزل کے اشعار کے حوالوں (شاعری کے پس منظر، انداز بیان شعری محاسن کے استعمال کی وضاحت) کے ساتھ تشریح کر سکیں۔
- متضاد الفاظ کی جوڑیاں شناخت کرتے ہوئے تحریر میں استعمال کر سکیں۔

پڑھیں



دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تم ہی تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تم ہی تو ہو
جو ماسوا کی حد سے بھی آگے گزر گیا
اے رہ نورِ جاوہ اسری تم ہی تو ہو
گرتے ہوؤں کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے
اے تاجدارِ یثرب و بطحا تم ہی تو ہو
دنیا میں رحمتِ دو جہاں اور کون ہے
جس کی نہیں نظیر، وہ تنہا تم ہی تو ہو
پُھوٹا جو سینہ شبِ تارِ الست سے
اُس نورِ اولیں کا اُجالا تم ہی تو ہو
جلتے ہیں جبرائیل کے پر جس مقام پر
اُس کی حقیقتوں کے شناسا تم ہی تو ہو

سب کچھ تمھارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایتِ اولیٰ تم ہی تو ہو
(بہارستان)

ظفر علی خان (۱۸۳۱ء-۱۹۵۶ء)

ظفر علی خان کی شخصیت کے کئی پہلو ہیں۔ وہ شاعر بھی تھے، مدیر بھی اور آزادی کی جدوجہد میں حصہ لینے والے ایک سرگرم سیاسی کارکن بھی۔ ان کی پیدائش 1873ء میں قصبہ کوٹ مرتضیٰ لکھوت میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کرم آباد میں ہی حاصل کی اور اس کے بعد انگوٹھن کالج علی گڑھ میں زیر تعلیم رہے۔ مولانا ظفر علی خان اس وقت کے مشہور روزنامے ”زمیندار“ کے مدیر رہے۔ تحریک آزادی میں حصہ لینے کی پاداش میں انھیں پانچ سال کی قید بامشقت بھی برداشت کرنی پڑی۔ خلافت کی تحریک سے بھی مولانا کی وابستگی بہت مضبوط تھی۔ وہ ایک وقت قادر الکلام اور کامل الفن شاعر، صاحب اسلوب ادیب، بے باک صحافی، جگر دار سیاستدان، بے مثل اور بے بدل خطیب تھے۔ آپ کو عربی، فارسی، انگریزی اور اردو زبان پر یکساں عبور تھا۔ ظفر علی خان کی سیاسی، سماجی کی شاعری کے علاوہ نعت میں بھی کمال حاصل تھا۔ محبت، عقیدت میں پرتا شیر نعت گوئی بھی آپ کے شاعرانہ مقام و مرتبہ کی عکاس ہے۔

مشق



۱۔ ”نعت“ کے درج ذیل اشعار فہم کے ساتھ پڑھ کر دیے گئے سوالات کے جواب دیں۔

پُھوٹا جو سینہ شب تارِ الست سے
اُس نورِ اولیں کا اُجالا تم ہی تو ہو

چلتے ہیں جبرائیل کے پر جس مقام پر
اُس کی حقیقتوں کے شناسا تم ہی تو ہو

سب کچھ تمھارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایتِ اولیٰ تم ہی تو ہو

سوالات:

- الف۔ نورِ اولیں کا مفہوم بیان کریں؟
- ب۔ پہلے شعر کے پہلے مصرعے میں کس واقعے کی طرف اشارہ ہے؟
- ج۔ دوسرے شعر میں ”جبرائیل کے پر چلتے“ سے کیا مراد ہے۔
- د۔ تیسرے شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیں؟

۲۔ نعت میں بیان کیے گئے اوصاف حمیدہ میں سے کسی ایک صفت پر اپنے علم کے مطابق خیالات کا اظہار کریں اور خلاصہ بھی تحریر کریں۔

۳۔ اصناف شعری:

حمد: ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی واحدانیت، یکتائی اور صفات کا ذکر ہو۔

نعت: ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں جناب رسالت مآب ﷺ کے اوصاف حمید کا تذکرہ ہو۔

منقبت: ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں صحابہ کرام، بزرگان دین اور صوفیائے کرام کی خدمات اور اوصاف کا تذکرہ کیا گیا ہو۔

قصیدہ: ایسی نظم جس میں کسی بادشاہ وغیرہ کی تعریف کی جائے، قصیدہ کہلاتی ہے۔ قصیدے کا بنیادی مقصد ارباب اقتدار کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا ہے یا محض اُن کی فرمائش پورا کرنے کے لیے قصیدہ لکھا جاتا ہے۔

ملی نغمہ: ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں وطن اور قوم کی محبت، جذبوں اور ولولوں کا ذکر ہو۔

مرثیہ: ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں کسی عظیم شخصیت کی وفات یا کسی دردناک سانحے کا ذکر ہو۔

مناجات دعا: ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں رقت انگیز لہجے میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی گئی ہو جیسے اُس کی ذات سامنے ہو اور شاعر انتہائی ملتی ہو۔

۴۔ دیے گئے اشعار کے سامنے، مفہوم کے مطابق حمد، نعت، ملی نغمہ، قصیدہ، منقبت، مرثیہ، دعا، مناجات لکھیں۔

نمبر شمار	اشعار	صنف نظم
i	دیکھی نہیں کسی نے اگر شانِ مصطفیٰ دیکھے کہ جبرائیل ہے دربانِ مصطفیٰ (مولانا ظفر علی خان)	
ii	رو کر پکارے عترتِ اطہارِ الوداع عباس الوداع ، علمدار الوداع (میر انیس آ)	
iii	جب شاہِ نجف معین و ناصر ہوئے کیوں سب میں نہ ممتاز، یہ ڈاکر ہوئے (مرزا دبیر آ)	
iv	لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری (علامہ محمد اقبال)	

v	آؤ بدلیں پُرانا چلن دوستو ہم وطن دوستو ، ہم وطن دوستو دیس اپنا ہے یہ ، اپنی دولت ہے یہ (صوفی غلام مصطفیٰ تبسم)
vi	ہزم سلطانی ہوئی آراستہ کعبہ امن و اماں کا در کھلا شاہ روشن دل ، بہادر شہ کہ ، ہے راز ہستی اُس پہ سرتاسر کھلا (مرزا اسد اللہ غالب)
vii	تُو وہ ہے جو ہر ایک بگڑی سنوار دے میری مراد بھی ، میرے پروردگار دے کونین میں ذلیل نہ کر سب کے رو برو ایمان و عیش و دولت و عز و وقار دے (صفی اورنگ آبادی)

۵۔ ذو معانی الفاظ

ایسے الفاظ جن کے دو مختلف معنی ہوں، ذو معنی الفاظ کہلاتے ہیں۔ یہ الفاظ ایک معنی میں مذکر اور دوسرے میں مؤنث ہو سکتے ہیں۔ ذیل میں ذو معنی الفاظ دیے گئے ہیں۔ آپ انہیں یاد کریں اور اپنے جملوں میں استعمال کریں۔

ذو معنی لفظ	ایک معنی	دوسرا معنی
لگن	برتن	محبت
تکرار	بار بار	جھگڑا
بار	پھل	دفعہ
چاہ	کنواں	محبت
مہر	سورج	محبت
بوستان	باغ	کتاب کا نام
لب	ہونٹ	مونچہ
کف	جھاگ	ہتھیلی
ضمیر	دل	اسم ضمیر

❖ درج ذیل جملوں میں ذومعنی الفاظ کے گرد دائرہ لگائیں۔

الف۔ حامد کے ابو کو نکلے کی کان میں کام کرتے ہیں۔

ب۔ ہمیں ہمہ وقت اپنے ایمان کی فکر رہنی چاہیے۔

ج۔ تمام مہاجرین ملک شام کی طرف ہجرت کر گئے۔

د۔ میں نے کبھی مغرب کی نماز قضا نہیں کی۔

و۔ انھوں نے میری عرض توجہ سے سنی۔

و۔ ہم تہہ دل سے اپنی ہار تسلیم کرتے ہیں۔

۶۔ شعرا کے انداز بیان اور اسلوب پر تبصرہ کرتے ہوئے درج ذیل نعتیہ اشعار کا موازنہ کریں۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

گنبدِ آگینہ رنگ تیرے محیط میں حجاب

عالمِ آب و خاک میں تیرے حضور کا فروغ

ذره ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود

فقرِ جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

شوقِ تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام

میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

(علامہ محمد اقبال)

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیرا

اس کی دولت ہے فقط نقشِ کفِ پا تیرا

تہ بہ تہ تیر گیاں ذہن پہ جب لوثی ہیں

نور ہو جاتا ہے کچھ اور ہویدا تیرا

کچھ نہیں سوچتا جب پیاس کی شدت سے مجھے

چھلک اٹھتا ہے میری روح میں مینا تیرا

پورے قد سے میں کھڑا ہوں تو یہ ہے تیرا کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا
(احمد ندیم قاسمی)

۷۔ درج ذیل اشعار کی حوالوں کے ساتھ تشریح کریں۔

چلتے ہیں جبرئیل کے پر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تم ہی تو ہو
سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایت اولی تم ہی تو ہو

۸۔ متضاد الفاظ: ایسے الفاظ جو ایک دوسرے کے الٹ یا مخالف معانی ظاہر کریں۔ مثلاً: اسلام کا متضاد کفر

❖ درج ذیل الفاظ میں سے باہم متضاد جوڑیاں شناخت کرتے ہوئے انہیں جملوں میں استعمال کریں۔

جہنمی	چاہت	جدید	بڑھاپا	خزاں
نفرت	قدیم	جوانی	بہار	شناسا

سرگرمی



موضوع کے لحاظ سے مختلف شعرا کے شعری مجموعوں سے اپنی اپنی پسند کی حمد، نعت، منقبت، دعا/مناجات، قصیدے، ملی نغمے، مرثیے کے دو دو اشعار تلاش کر کے لکھیں اور اپنے استاد محترم کو دکھائیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

• طلبہ کو حمد، نعت، ملی نغمہ، منقبت، قصیدہ، مرثیہ اور مناجات/دعا کے تصور سے آگاہ کریں تاکہ وہ کلامِ ہرچہ کر اسناف کی پہچان کر سکیں۔





اس غزل کی تدوین کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- شاعر کی تکنیک، مقصد، اسلوب پر مبنی سوالات کے جوابات دے سکیں
- عبارت (نظم) کو درست تلفظ، لب و لہجہ، اتار چڑھاؤ اور ضرورت کے مطابق تاثر کے ساتھ پڑھ سکیں۔
- نظم / غزل کے اجزاء (مصرعہ، شعر، قافیہ، ردیف، مطلع، مقطع) کو شناخت کر سکیں۔
- مختلف مصنفین / شعرا کے ادب پارے پڑھ کر اس زمانے کی تاریخ سے واقف ہوتے ہوئے عصری تناظر میں اس کی اہمیت پر رائے دے سکیں۔
- مختلف عبارتیں پڑھ کر ان میں درج معلومات اور تصورات کا پیش کش کے لحاظ سے تجزیہ کر سکیں۔
- درست تلفظ کی فہم کے لیے اعراب کا استعمال کر سکیں۔
- نظم پر لحاظ بیت (غزل، مخمس، مسدس) کی شناخت کر سکیں۔
- مترادف الفاظ کی شناخت کرتے ہوئے تحریر میں برجستہ استعمال کر سکیں۔

پڑھیں



دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر
خدا اگر دلِ فطرت شناس دے تجھ کو
سکوتِ لالہ و گل سے کلام پیدا کر
اٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احساں
سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر
میں شلیخِ تاک ہوں میری غزل ہے میرا ثمر
مرے ثمر سے مئے لالہ قام پیدا کر
مرا طریقِ امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ چھ غریبی میں نام پیدا کر

(بالِ جبریل)

مصور پاکستان، ہمارے قومی وطنی شاعر اور مفکر سیال کوٹ میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام شیخ نور محمد تھا۔ ابتدائی تعلیم سیال کوٹ سے حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے فلسفے میں ایم اے کا امتحان پاس کیا۔ سیال کوٹ میں مولوی سید میر حسن جیسے شفیق استاد میسر آئے تو لاہور میں پروفیسر آرنلڈ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں بطور استاد کچھ عرصہ خدمات سرانجام دینے کے بعد علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ تشریف لے گئے۔ انگلستان سے وکالت اور جرمنی سے پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کر کے وطن لوٹے اور وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔ ۱۹۳۰ء میں اپنے مشہور خطبہ الہ آباد میں مسلمانان برصغیر کے لیے ایک آزاد اور خود مختار اسلامی ملک کا تصور پیش کیا۔

علامہ اقبال نے اردو فارسی میں پُر اثر شاعری کرنے کے ساتھ ساتھ انگریزی میں بھی گراں قدر تحریروں رقم کیں۔ آپ نے شاعری کا آغاز اگرچہ روایتی اردو غزل سے کیا لیکن جلد ہی اپنی توجہ نظم نگاری پر مرکوز کی تاکہ قوم تک اپنا پیغام زیادہ موثر انداز سے پہنچایا جاسکے۔ آپ کی ولولہ انگیز شاعری نے مسلم قوم کے تن مردہ میں زندگی کی نئی روح چھونک دی اور عالم اسلام کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ علامہ اقبال کی شاعری میں زندگی، کائنات، عشق، عقل، خودی، قومیت، سیاست جیسے موضوعات نمایاں ہیں۔

علامہ اقبال کے اردو شعری مجموعوں میں ”بانگ درا“، ”غریب کلیم“، ”بال جبرئیل“ اور ”ارمغانِ حجاز“ شامل ہیں۔ ”ارمغانِ حجاز“ میں اردو کے ساتھ ساتھ فارسی کلام بھی شامل ہے۔ فارسی شعری مجموعوں میں ”اسرارِ خودی و رموزِ بے خودی“، ”پیامِ مشرق“، ”جاوید نامہ“، ”زبورِ مجسم“ شامل ہیں۔ علامہ اقبال نے لاہور میں وفات پائی اور بادشاہی مسجد کے قریب دفن ہوئے۔ عوام آپ کے مزار پر عقیدت و احترام سے حاضری دیتے اور دعا کرتے ہیں۔

مشق



۱۔ علامہ اقبال کی تکنیک، مقصد اور اسلوب پر مبنی درج سوالات کے مختصر جواب دیں۔

الف۔ نظم کی غرض و غایت اور ساخت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اشعار کا مناسب اور محتاط موازنہ کریں۔

ب۔ ”سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر“ سے کیا مراد ہے؟

ج۔ علامہ اقبال نے اپنے طریق کو فقیری کیوں کہا ہے؟

د۔ ”نئے صبح و شام“ پیدا کرنے سے علامہ اقبال کی کیا مراد ہے؟

و۔ ”سکوتِ لالہ و گل“ سے کلام پیدا کرنے کی شرط کیا ہے؟

۲۔ انٹرنیٹ کی مدد سے استاد محترم کے موبائل فون سے لے اور آہنگ میں یہ نظم سنیں۔ نظم کو درست تلفظ، لب و لہجہ، اتار چڑھاؤ اور ضرورت کے مطابق تاثر کے ساتھ پڑھیں۔

۳۔ علامہ اقبال کی شامل نصاب نظم پڑھ کر ان کے طرزِ تحریر کی شناخت کرنے کی مشق کریں۔

۴۔ علامہ اقبال نے چونکہ یورپ کی تہذیب اور معاشرت کو قریب سے دیکھا تھا۔ جب آپ کے بیٹے جاوید اقبال اعلیٰ تعلیم کے سلسلے میں انگلستان گئے تو وہاں کی تہذیب و تمدن اور معاشرت سے روشناس ہوئے۔ علامہ اقبال نے اپنے بیٹے کو اس نظم کے ذریعے مشرقی اور مغربی تہذیب میں فرق بتایا ہے۔

الغرض انگلستان کی تاریخ کے دو ادوار (علامہ اقبال اور جاوید اقبال) ہمارے سامنے آ جاتے ہیں۔ نظم ”جاوید کے نام“ پڑھ کر اس زمانے کے انگلستان کی تاریخ سے واقفیت حاصل کرتے ہوئے عصری تناظر میں اس کی اہمیت پر رائے دیں۔

۵۔ درست تلفظ کی فہم کے لیے مندرجہ ذیل الفاظ پر اعراب لگائیں۔

فطرت۔ سکوت۔ فرنگ۔ سفال ہند۔ غزل۔ شمر

۶۔ نظم / غزل کے اجزا (محاسن) کی شناخت

مصرع: شعر کی ایک سطر کو مصرع کہتے ہیں، آدھا شعر کابیت کا نصف حصہ۔ مصرعہ کے لغوی معنی ہیں دو واژے کا ایک کواڑا۔

شعر: بہترین الفاظ کے استعمال کو شعر کہا جاتا ہے۔ مقررہ وزن اور بحر میں لکھی تحریر کو بھی شعر کہتے ہیں، ایک شعر دو ہم وزن، مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے جو ایک ہی بحر میں لکھے گئے ہوں اور جو کسی سنجیدہ مضمون پر مشتمل ہوں۔

قافیہ: ہم آواز الفاظ کو قافیہ کہتے ہیں۔

ردیف: قافیہ کے بعد دہرائے جانے والے الفاظ کو ردیف کہتے ہیں کہ دونوں مصرعے ہم قافیہ یا ہم ردیف ہوں۔

مطلع: غزل کا قصیدے کا پہلا شعر جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ یا ہم ردیف ہوں۔

مقطع: غزل یا قصیدے کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرے۔

۷۔ مترادف الفاظ

ایسے الفاظ جن کے معانی ایک جیسے ہوں، مترادف الفاظ کہلاتے ہیں: مثلاً: شب سے رات آدمی سے انسان

❖ درج ذیل الفاظ میں سے باہم مترادف کی شناخت کریں اور ان کے جملے تحریر کریں۔

بہادر	خیال	شجر	آغاز	آسان	پرانا
دلیر	سوچ	درخت	ابتدا	سہل	قدیم

۸۔ مخمس اور مسدس بیت میں فرق

ایسی نظم جس کے ہر بند میں پانچ مصرعے ہوں مخمس کہلاتی ہے۔ ایسی نظم جس کے ہر بند میں چھ مصرعے مسدس کہلاتی ہے۔

❖ درج ذیل اشعار کو مخمس اور مسدس کے حوالے سے پہچانیں۔

دم نہ نکلے تن سے ، یہ مجھ نیم جاں کو حکم ہے

تر نہ ہوں پلکیں ، یہ چشم خوں فشاں کو حکم ہے

ہو نٹوں پر نالہ ہے اب قطع زباں کو حکم ہے

سینے میں سوزش ہے اور ضبطِ فغاں کو حکم ہے
 آگ گھر میں لگ گئی ہے اور بجھانا منع ہے
 (نادر)

بہت ڈوبتوں کو ترایا ہے تُو نے
 بگڑتوں کو اکثر بنایا ہے تُو نے
 اکھڑے دلوں کو جمایا ہے تُو نے
 اُجڑتے گھروں کو بسایا ہے تُو نے
 بہت تو نے پستوں کو بالا کیا ہے
 اندھیرے میں اکثر اُجالا کیا ہے
 (الطاف حسین حالی)

سرگرمی



نظم (جاوید کے نام) میں مصرع، شعر، قافیہ، ردیف اور مطلع، مقطع کی نشان دہی کرتے ہوئے ایک ایک مثال لکھیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

• علامہ اقبال کی شاعری میں تہذیبِ مغرب کے منفی اثرات پر روشنی ڈالیں۔

• علامہ اقبال کی شاعری کے اسلوب اور طرز پر روشنی ڈالیں۔

• اردو میں رائج دو سری زبانوں کے الفاظ پر روشنی ڈالیں تاکہ طلبہ الفاظ کے درست اور موثر استعمال کی اہمیت کو سمجھ سکیں۔





اس نظم کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- نظم / نثر کو فہم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالوں (براہ راست، بالواسطہ، کشیدہ، کثیر الجہت) کے جوابات دے سکیں۔
- متشابہ الفاظ کو پہچان ان کا تحریر و تقریر میں استعمال کر سکیں۔
- کسی بھی نظم کو پڑھ کر حوالوں کے ساتھ اشعار کی تشریح کرتے ہوئے اپنی رائے دے سکیں۔
- مختلف مصنفین / شعرا کے ادب پارے پڑھ کر اس زمانے کی تاریخ سے واقف ہوتے ہوئے عصری تناظر میں اس کی اہمیت پر رائے دے سکیں۔
- کلام / بات کو آغاز اور میان سے سن کر نظم و نثر کے مرکزی خیال، نکتے یا تصور تک رسائی حاصل کر کے سیاق و سباق کو سمجھتے ہوئے موضوع کو بیان کر سکیں۔
- نظم / غزل کے اشعار کے حوالوں (شاعری کے پس منظر، انداز بیان، شعری محاسن کے استعمال کی وضاحت) کے ساتھ تشریح کر سکیں۔
- نظم کے اجزاء (قافیہ، ردیف، گوشاخست) کو شناخت کر سکیں۔

پڑھیں



مشقت کی ذلت جنھوں نے اٹھائی جہاں میں ملی اُن کو آخر بڑائی
کسی نے بغیر اس کے ہرگز نہ پائی فضیلت نہ عزت، نہ فرماں روائی
نہال اس گلستاں میں جتنے بڑھے ہیں
ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں

نہ بو نصر تھا نوع میں ہم سے بالا نہ تھا بو علی کچھ جہاں سے نرالا
طبیعت کو بچپن سے محنت میں ڈالا ہوئے اس لیے صاحب قدر والا
اگر فکر کب ہنر تم کو بھی ہو
تمہیں پھر ابو نصر اور بو علی ہو

اسی طرح یاں اہل ہمت ہیں جتنے کمر بستہ ہیں کام پہ اپنے اپنے
جہاں کی ہے سب دھوم و حام اُن کے دم سے فقیر اور غنی سب طفیلی ہیں اُن کے
بغیر اُن کے بے ساز و سماں تھی مجلس
نہ ہوتے اگر یہ تو ویراں تھی مجلس

بشر کو ہے لازم کہ ہمت نہ ہارے جہاں تک ہو کام آپ اپنے سوارے
 خدا کے سوا چھوڑ دے سب سہارے کہ ہیں عارضی زور، کمزور سارے
 اڑے وقت تم دائیں بائیں نہ جھانکو
 سدا اپنی گاڑی کو گر آپ ہانکو
 ہر اک ملک میں خیر و برکت ہے ان سے ہر اک قوم کی شان و شوکت ان سے
 نجات ہے ان سے شرافت ہے ان سے شرف ان سے فخر ان سے عزت ہے ان سے
 جفاکش بنو، گر ہو عزت کے خواہاں
 کہ عزت کا ہے بھید ذلت میں پنہاں
 (مد و جزر اسلام)

خواجہ الطاف حسین حالی (۱۸۸۳ء-۱۹۱۴ء)

خواجہ الطاف حسین حالی ۱۸۳۷ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام خواجہ ایزد بخش تھا ان کا سلسلہ نسب حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ حالی باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کر سکے تاہم ذاتی کوشش سے عربی اور فارسی میں مہارت حاصل کی۔ نامساعد حالات کے باعث دہلی چلے گئے وہاں غالب اور شیفتہ سے ملاقاتیں ہوئیں۔ غالب کی صحبت نے حالی میں شعر و سخن کا صحیح ذوق اور بلند خیالی پیدا کی۔ شیفتہ سے علوم و فنون، شعر و شاعری اور ادب پر بہت کچھ سیکھتے رہے۔ چند سال شیفتہ کے مصاحب رہے۔ ۱۸۷۳ء میں گورنمنٹ پبک ڈپولاہور میں ملازمت مل گئی یہاں ان کا کام انگریزی سے اردو میں ترجمہ کی گئی کتابوں کے مسودوں کی درستگی و تصحیح کرنا تھا۔ لاہور کی ادبی فضا حالی کو خوب راس آئی۔ یہاں ان کی ملاقات مولانا محمد حسین آزاد سے ہوئی جو جدید طرز کے مشاعروں کے حلقے میں پہل کر چکے تھے اور انجمن پنجاب کے بڑے سرکردہ رکن تھے۔ حالی بھی اس انجمن کے رکن بن گئے اور اس کے مشاعروں میں انھوں نے اپنی مشہور مثنویاں برکھارت نشاط امیر، مناظرہ درحم و انصاف اور حب و ملن پڑھیں جو جدید اردو شاعری کی اہم کڑیاں ہیں۔ چار سال بعد حالی آئنگلو عربک اسکول میں مدرس ہو کر دہلی چلے گئے وہاں ان کی ملاقات سرسید سے ہوئی اور جلد ہی وہ تحریک سرسید کے سرگرم رکن بن گئے سرسید کے کہنے پر حالی نے مسدس مد و جزر اسلام لکھی جس کا شمار اردو ادب کے عظیم کارناموں میں ہوتا ہے۔ حالی نے وقت کے اہم مسائل کو اپنی نظموں کا موضوع بنایا۔ اپنی نظموں کے ذریعے قوم و ملت کو بیداری کا پیغام دیا۔ مولوی عبدالحق اپنے ایک مضمون میں حالی کے متعلق لکھتے ہیں۔
 ”حالی کا دروساری قوم کا درد ہے یہ ہی وجہ ہے کہ اس کے یہ درد و غموں نے قوم کے دلوں کو ہلادیا، سوتوں کو چکا دیا اور کابلوں کو ہوشیار کر دیا۔“
 صداقت و واقعیت، احساس درد و مندی، سادگی، بے تکلفی روانی و برجستگی ان کی شاعری کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ انھوں نے جوش و سادگی کو شاعری کے لیے لازمی قرار دیا ہے اور اپنے کلام میں بھی ان ہی خوبیوں کا خیال رکھا ہے۔ تصانیف: حیات سعدی، حیات جاوید، یادگار غالب، مسدس حالی، دیوان حالی، مجموعہ نظم حالی وغیرہ۔

مشق



۱۔ نظم پادے کو پڑھ کر دیے گئے سوالات کے جوابات دیں۔

مشقت کی ذلت جنھوں نے اٹھائی جہاں میں ملی ان کو آخر بڑائی
 کسی نے بغیر اس کے ہرگز نہ پائی فضیلت نہ عزت، نہ فرماں روائی
 نہال اس گلستان میں جتنے بڑھے ہیں
 ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں

- الف۔ کن لوگوں کو دنیا میں بڑائی ملتی ہے؟
 ب۔ دوسرے شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیں؟
 ج۔ اس بند کے تیسرے شعر کا مرکزی خیال لکھیں۔
 د۔ ہماری زندگی میں محنت کی اہمیت کیا ہے؟ اپنی رائے دیجئے۔
 ۲۔ درج ذیل اشعار کے حوالوں شاعری کے پس منظر، اندازِ بیاں، شعری محاسن / نظم کے اجزا (قافیہ، ردیف) کے استعمال کی وضاحت کے ساتھ تشریح کریں۔

اڑے وقت تم دائیں بائیں نہ جھانکو
 سدا اپنی گاڑی کو گر آپ ہانکو
 جھانکس بنو، گر ہو عزت کے خواہاں
 کہ عزت کا ہے بھید ذلت میں پنہاں

- ۳۔ درج ذیل نثر پارہ غور سے پڑھیں اور عصری تناظر میں حالی کی نظم نگاری کے بارے میں رائے دیں۔
 حالی کا دور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد کا دور ہے۔ اس وقت تہذیبی و سماجی اقدار بدل رہی تھیں۔ مشرق و مغرب کا فکری و تہذیبی تصادم بڑھتا جا رہا تھا۔ قدیم اور جدید تہذیب کا یہ ٹکراؤ ہماری ادبی سیاسی اور تہذیبی تاریخ کا ایک اہم جزو ہے۔ جنگ آزادی سے قبل ہماری شاعری ذہنی آسودگی اور تفریح کا وسیلہ تھی۔ مبالغہ آرائی، لفاظی اور غیر فطری انداز بیان عام تھا۔ سرسید اور علی گڑھ تحریک نے حالی کی شاعری کو نیا رخ عطا کیا انھیں ادب کے موضوعات محدود محسوس ہوئے۔ انھوں نے نیچر اور اس کے متعلق موضوعات پر زور دیا۔
 ۴۔ درج ذیل اشعار کو ایک طالب علم بلند آواز سے درست تلفظ کے ساتھ ادا کرے۔ جب کہ باقی طلبہ ان اشعار کو سن کر ان کے مرکزی خیال، نکتے یا تصور تک رسائی حاصل کر کے سیاق و سباق کو سمجھتے ہوئے باری باری موضوع بیان کریں۔

اگر فکر کب ہنر تم کو بھی ہو
 تھمیں پھر ابو نصر اور ابو علی ہو
 اسی طرح یاں اہل ہمت ہیں جتنے
 کمر بستہ ہیں کام پر اپنے اپنے

۵۔ تشابہ الفاظ

اردو زبان میں بے شمار الفاظ ایسے ہیں جن کا املا ایک ہے لیکن معانی میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ مزید یہ کہ بعض الفاظ ایسے ہیں جن کا املا ایک ہے مگر اعراب اور معانی مختلف ہیں۔ ان کے علاوہ ہم صوت یعنی ہم آواز الفاظ بھی ہوتے ہیں۔ الغرض ایسے الفاظ جن کی ظاہری شکل ملتی ہو لیکن وہ املاء، معانی اور اعراب میں مختلف ہوں، تشابہ الفاظ کہلاتے ہیں:

❖ مندرجہ ذیل تشابہ الفاظ کو پہچان کر اپنے جملوں میں استعمال کریں اور ان جملوں کو اپنی تقریر کا حصہ بنا کر ہم جماعتوں کو سنائیں۔

علم	علم	آلم
اثر	عصر	
امارت	عمارت	
قلب	کلب	
کثرت	کسرت	

۶۔ درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات کے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

i۔ اس نظم کو کیا کہیں گے جس کے ہر بند میں چھ مصرعے ہوں؟
الف۔ ثلاثی ب۔ رباعی ج۔ سدس د۔ سانیٹ

ii۔ کلام میں ایک دوسرے کے متضاد الفاظ کا استعمال کیا کہلاتا ہے؟
الف۔ صنعت تضاد ب۔ صنعت تکرار ج۔ صنعت تعلیل د۔ صنعت مبالغہ

iii۔ محسن کے ہر بند میں کتنے مصرعے ہوتے ہیں؟
الف۔ پانچ ب۔ چار ج۔ تین د۔ دو

iv۔ ہم آواز الفاظ کو کیا کہیں گے؟
الف۔ قافیہ ب۔ ردیف ج۔ روزمرہ د۔ قشہ

v۔ غزل کے کس شعر میں تخلص کا استعمال کرنا لازمی ہوتا ہے۔
الف۔ مطلع ب۔ مقطع ج۔ مطلع ثانی د۔ حسن مطلع

سرگرمیاں



- ۱۔ طلبہ کو حالی کی نظم ”حب وطن“ کی ریکارڈنگ سنوائیں اور گروپس کی صورت میں ان سے تبصرہ کروائیں۔
- ۲۔ طلبہ کو الطاف حسین حالی کی نظم ”برکھارت“ کے چند اشعار سنائیں اور نظم کے اہم نکات تسلسل کے ساتھ بیان کرنے کو کہیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو افادی ادب کے حوالے سے الطاف حسین حالی کی شاعری کی چیدہ چیدہ خصوصیات سے آگاہ کریں تاکہ طلبہ ان کی مدعا نگاری کی روایت کی شناخت کر سکیں۔
- طلبہ کو بتائیں کہ کسی بھی شاعر یا ادیب کی تخلیقات کا جائزہ لینے کے لیے اس کے عہد پر نظر ڈالنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ کوئی بھی ادیب یا شاعر اپنے زمانے کے میلانات سے بے بہرہ نہیں ہو سکتا اس کی فکر اس کا شعور ایک مخصوص عہد تہذیبی، سیاسی، سماجی حالات میں پروان چڑھتا ہے۔
- تقریر لکھنے کے لیے طلبہ کو لائبریری سے کتب، انٹرنیٹ اور دیگر حوالہ جاتی مواد تلاش کرنے کی تلقین کیجیے۔





اس غزل کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- منظور اور منظوم کلام کے متعلق اشارات اور اہم نکات سن کر ان کے فہم کا تجزیہ کر سکیں۔
- مختلف منظوم اور منظور اسٹائیپس اور بچہ کر مصنفین، شعراء کے طرزِ تحریر کی شناخت کر سکیں۔
- معلوماتی کتب، قاموس مترادفات، انٹرنیٹ، انسائیکلو پیڈیا، لغات وغیرہ سے حوالہ جاتی مواد تلاش کر کے برعمل استعمال کر سکیں۔
- کلام / بات درمیان سے سن کر اپنے حافظے سے تسلسل کے ساتھ اہم نکات بتا سکیں۔
- متن پڑھ کر خیالات، آراء اور رویوں کا آپس میں تعلق سمجھتے ہوئے رائے پیش کر سکیں۔
- اسٹایپس سخن کے محاسن (استعارہ اور تشبیہ) کو شناخت کر سکیں۔
- اردو میں رائج وہ سری زبانوں کے الفاظ کے درست اور موثر استعمال کی اہمیت کو سمجھ سکیں۔
- اپنی گفت گو میں جذبے اور اثر کے حوالے سے شدت اور لہجے کے زیر و بم کا لفظی نظر رکھ کر درجائی کیفیات ادا کر سکیں۔

پڑھیں



مشاعرہ کا بھی تفریح ایم ہوتا ہے
مشاعرہ میں بھی کرکٹ کا گیم ہوتا ہے

وہاں جو لوگ کھلاڑی ہیں وہ یہاں شاعر
یہاں جو صدر نشین ہے وہاں ہے امپائر

وہاں ریاضِ مسلسل سے کام چلتا ہے
یہاں گلے کے سہارے کلام چلتا ہے

وہاں بھی کھیل میں تو وہاں ہو تو فاول ہے
یہاں بھی شعر میں اہمال ہو تو فاول ہے

وہاں ہے ایل بی ڈبلیو یہاں یہ چکر ہے
کہ عندلیب مونٹ ہے یا مذکر ہے

وہاں بھی صرف مقدر کا کھیل ہوتا ہے
جو آن لکی ہے یہاں بھی وہ فیل ہوتا ہے

وہاں جو لوگ اناری ہیں وقت کاٹتے ہیں
یہاں بھی کچھ تناسخ دماغ چاٹتے ہیں

ہوا کرے اگر اسکو اس کا زیرو ہے
یہاں جو شخص پھنڈی ہے وہ بھٹی بیرو ہے

مرے خیال کو اہل نظر کریں گے کچھ
مشاعرہ بھی ہے اک طرح کا کرکٹ میچ

(خدا جھوٹ نہ بلوائے)

دلدار نگار (۱۹۲۹ء-۱۹۹۸ء)

اصل نام دلدار حسین، تخلص نگار تھا۔ بدایون میں پیدا ہوئے۔ والد شاکر حسین مقامی کالج میں استاد تھے۔ شروع شروع میں دلدار نگار نے شہاب کے تخلص سے بھی شاعری کی تھی۔ والد کی ناگہانی وفات کے بعد دلدار نگار کو بسلسلہ روزگار ڈاک خانے میں ملازمت اختیار کرنا پڑی لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنی تعلیم کا سلسلہ منقطع نہ ہونے دیا اور بی اے کرنے کے بعد تدریس و تعلیم کے پیشے سے منسلک ہو گئے۔ اسی دوران آگرہ یونیورسٹی سے اردو اور معاشیات کے مضامین میں ایم اے کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ ۱۹۶۹ء میں وہ بدایون کو خیر باد کہہ کر کراچی چلے آئے اور اسی شہر کو اپنا مسکن بنالیا۔

آغاز میں دلدار نگار غزل کہا کرتے تھے اور معروف شاعر شکیل بدایونی سے اصلاح بھی لیتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی غزلیات کا ایک مجموعہ ”حادثے“ کے نام سے شائع ہوا۔ بعد میں اپنے استاد محترم کے مشورے سے شگفتہ شاعری کی جانب متوجہ ہوئے اور اس میں اپنا نام اور مقام بنالیا۔ مزاحیہ قطعات اور منظومات کے باعث آپ کو شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔

دلدار نگار کی حس مزاج تیز ہے، شاعرانہ ہنر مندی اور طنز کے انداز نے واقعاتی مزاحیہ شاعری میں ان کی دھوم مچا دی۔ ان کے طنزیہ شعروں میں لطیف عنصر بھی نمایاں ہے جو قاری کی طبیعت پر گراں نہیں گزرتا۔ دلدار نگار نے ایک طویل مدت تک کراچی کے اخبارات ”جہات“، ”نوائے وقت“ اور ”مساوات“ میں منظوم کالم نگاری بھی کی جسے عوام میں کافی مقبولیت حاصل تھی۔ ان کا تمام طنزیہ مزاحیہ کلام ”تکلیات دلدار نگار“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ تاہم شعری مجموعوں میں ستم ظریفیاں، شامت اعمال، مطلع عرض ہے، انگلیاں نگار لہتی، آداب عرض، از سر تو، خدا جھوٹ نہ بلوائے اور فی سبیل اللہ اہم ہیں۔ ۱۹۹۸ء میں آپ نے کراچی میں وفات پائی۔



۱۔ ایک طالب علم اس نظم کے درج ذیل اشارات اور اہم نکات کو بلند آواز سے ادا کرے:

اس نظم میں دلاور نگار نے کرکٹ میچ اور مشاعرے کے دور ان پیش آنے والی مختلف کیفیات کو مزاحیہ انداز سے مشابہت دیتے ہوئے بیان کیا ہے کہ کس طرح ایک کھلاڑی کی طرح ایک بے شکاشاعر عوام کو محظوظ اور لطف اندوز کرنے کا موقع بہم نہیں پہنچاتا بلکہ اپنی ناقص کارکردگی سے انھیں بیزار کر دکھاتا ہے۔ کرکٹ میچ ہی کی مانند مشاعرے میں بھی شعرا کو مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔ شاعر نے ان سب معاملات کو ہلکے پھلکے شگفتہ انداز میں بیان کیا ہے۔

❖ پڑھئے گئے منظوم کلام کرکٹ اور مشاعرے سے متعلق اشارات اور اہم نکات آپ نے ملاحظہ کیے، اب طلبہ باری باری ان کے فہم کا تجزیہ کرنے کی مشق کریں۔

۲۔ درج ذیل اشعار کو ایک طالب علم ساتھی طلبہ کے سامنے بلند آواز سے پڑھے۔ باقی طلبہ انھیں سن کر اپنے حافظے سے تسلسل کے ساتھ نظم کے اہم نکات باری باری بیان کریں۔

وہاں جو لوگ کھلاڑی ہیں وہ یہاں شاعر
یہاں جو صدر نشین ہے وہاں ہے امپائر
وہاں پہ شرط کہ ہو زور ہاروئے محمود
یہاں یہ قید کہ ہو لہن حضرت داود

صل طنز و مزاح

زندگی کے عیوب و نقائص، ماحول کی ناہمواریوں اور بے اعتدالیوں، لوگوں کے انفرادی یا اجتماعی عادات، سیاسی، سماجی یا اقتصادی نظام کی کمزوریوں اور خامیوں کو مزاحیہ انداز میں اس طرح پیش کرنا کہ وہ لوگوں کو بُرائی نہ لگے اور ان کے ذہن ان خامیوں کی طرف متوجہ بھی ہو جائیں طنز کہلاتا ہے۔ مزاح پیدا کرنے کے لیے ایک مزاح نگار الفاظ کے ہیر پھیر، واقعات اور حرکات و سکنات سے کام لیتا ہے۔ مزاح میں کسی خاص شخص یا ادارے کو نشانہ تضحیک نہیں بنایا جاتا اور نہ ہی اس کا مقصد کسی قسم کی اصلاح ہوتا ہے بلکہ یہ صرف فرحت و خوشی پیدا کرنے کے لیے بروئے کار لایا جاتا ہے۔ دلاور نگار نے اپنی اس نظم میں طنز و مزاح کو مزید لطیف بنانے کے لیے انگریزی زبان کے الفاظ کو بھی خوب صورتی اور کامیابی سے استعمال کیا ہے۔ جس سے اردو میں رائج دوسری زبانوں کے الفاظ کے درست اور موثر استعمال کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

❖ دلاور نگار کی طرح اردو کے مایہ ناز شاعر اکبر الہ آبادی نے بھی اردو شاعری میں انگریزی زبان کے الفاظ کو درست اور موثر انداز میں استعمال کیا ہے۔ ان کے درج ذیل اشعار پڑھتے ہوئے اردو میں رائج دوسری زبانوں کے الفاظ کے استعمال کی اہمیت کو سمجھنے کی مشق کریں:

کوٹھی میں جمع ہے نہ ڈیپازٹ ہے بینک میں
قلاش کر دیا مجھے دو چار تھینک نے
تم شوق سے کالج میں پڑھو پارک میں پھولو

جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ پہ جھولو
ہم کیا کہیں احباب کیا کار نمایاں کر گئے
بی اے ہوئے، نوکر ہوئے، پنشن ملی، پھر مر گئے

۴۔ نظم کا متن آپ نے پڑھا۔ درج ذیل اشعار کو خصوصی طور پر پڑھ کر تمام طلبہ باری باری دلاور فگار کے طرزِ تحریر کی شناخت کرنے کی مشق کریں۔

وہاں بھی کھیل میں نو بال ہو تو فاؤل ہے
یہاں بھی شعر میں اہمال ہو تو فاؤل ہے
وہاں بھی صرف مقدر کا کھیل ہوتا ہے
جو اُن لگی ہے یہاں بھی فیل ہوتا ہے
وہاں ہے ایک ہی کپتان پوری ٹیم کی جان
یہاں ہر ایک پلیئر ہے بجائے خود کپتان

۵۔ شاعر نے مختلف کیفیات کے ذریعے ”کرکٹ اور مشاعرے“ میں فرق واضح کیا ہے، تمام طلبہ باری باری اس نظم پر اس انداز میں گفتگو کریں کہ اس میں جذبے اور تاثر کے حوالے سے شدت اور لہجے کے زیر و بم کا لحاظ رکھ کر ڈرامائی کیفیات ادا ہو سکیں۔

۶۔ شاعر نے کرکٹ میچ اور مشاعرے کے حوالے سے اپنے خیالات، آرا اور رویے کا اظہار کیا ہے۔ آپ اس نظم کے متن کو پڑھ کر ان خیالات، آراء کے آپس کے تعلق کو سمجھتے ہوئے کرکٹ کے ایک ناکام کھلاڑی اور ایک بے نکتے شاعر کے متعلق اپنی رائے دیں۔

۷۔ اصنافِ سخن کے محاسن (استعارہ، تشبیہ اور ان کے ارکان)

۱۔ استعارہ اور ارکانِ استعارہ

استعارہ کے لفظی معنی ادھار لینے کے ہیں۔ علم بیان کی رو سے جب کوئی لفظ اصل کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہو اور اس کے حقیقی اور مجازی معنوں کا تعلق تشبیہ کا ہو تو اسے استعارہ کہتے ہیں۔ یوں سمجھ لیں کہ تشبیہ میں جو بات مشبہ میں ہوتی ہے اس کا ذکر استعارہ میں نہیں ہوتا۔ لیکن استعارہ میں مشبہ بہ کو مشبہ مان لیا جاتا ہے۔ مثلاً: ماں اپنے بچے کے لیے کہے: چاند سورہا ہے۔

اک روشن دماغ تھا نہ رہا
شہر میں اک چراغ تھا نہ رہا

ارکانِ استعارہ: استعارہ کے تین ارکان ہوتے ہیں۔

۱۔ مستعار لہ: جس کے لیے لفظ ادھار لیا جائے اس کا ذکر استعارے میں نہیں ہوتا۔ اوپر دی گئی مثالوں میں بچہ اور عظیم شخصیت بطور مستعار لہ لوگوں کے استعمال ہوئے ہیں۔

۲۔ مستعار منہ: جس لفظ یا معنی ادھار لیے جائیں۔ اوپر دی گئی مثالوں میں چاند اور روشن چراغ

۳۔ وجہ جامع: مشترک خوبی یا خرابی، اوپر دی گئی مثالوں میں خوبصورتی اور علم کی روشنی۔

ii۔ تشبیہ اور ارکان تشبیہ

تشبیہ کے لفظی معنی ایک چیز کو دوسری چیز کے مانند قرار دینا یا مثال دینا۔ اور علم بیان کی رو سے ایک چیز کسی مشترک خوبی کی بنا پر دوسری چیز کے مانند قرار دیا جائے۔ جبکہ وہ خوبی دوسری چیز میں زیادہ پائی جاتی ہو تو اسے تشبیہ کہتے ہیں۔ مثلاً:

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

بچہ چاند کی طرح خوبصورت ہے۔

اس فقرے میں بچے کی خوبصورتی کو چاند سے تشبیہ دے کر اس کے حسن کو ظاہر کیا گیا ہے چونکہ چاند حسن کے لحاظ سے زیادہ خوبصورت ہوتا ہے۔ لہذا بچے کی خوبصورتی کو چاند کی مانند قرار دیا گیا ہے۔ ارکان تشبیہ :- تشبیہ کے پانچ ارکان ہیں: مشبہ، مشبہ بہ، حروف تشبیہ، وجہ شبہ، غرض تشبیہ ❖ استعارہ اور تشبیہ کی ایک شعری اور ایک نثری مثال دے کر ان میں ارکان استعارہ اور ارکان تشبیہ کی وضاحت کریں۔

سرگرمی



۱۔ درج ذیل اردو طنز و مزاح گو شعرا کے شعری مجموعے لائبریری سے جاری کردائیں اپنی پسند کی اور ان کی ایک ایک نظم طنزیہ و مزاحیہ نظم لکھ کر اپنی ایک بیاض ترتیب دیں۔

ب۔ سید محمد جعفری

د۔ سرفراز شاہد

الف۔ اکبر الہ آبادی

ج۔ سید ضمیر جعفری

مختلف معلوماتی کتب، قاموس، مترادفات، انٹرنیٹ، انسائیکلو پیڈیا یا لغات وغیرہ سے ان شعراء کے متعلق حوالہ جاتی مواد تلاش کر کے ان کا مختلف مواقع پر بر محل استعمال کرنے کی مشق کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

• نظم کی تدوین سے قبل شاعری میں مزاح تخلیق کرنے کے مختلف طریقوں مثلاً: بیرونی، تحریف نگاری وغیرہ کی استسمانی اور تنقیدی گفتگو کریں۔

• طلبہ کو لائبریری لے کر جائیں اور انھیں معلومات کتب، قاموس مترادفات، انٹرنیٹ، انسائیکلو پیڈیا، لغات وغیرہ سے حوالہ جاتی مواد تلاش کرنے اور اسے بر محل استعمال کرنے کی مشق کرائیں۔

• طلبہ کو اردو میں رائج دوسری زبانوں کے الفاظ کے درست اور موثر استعمال کی اہمیت سے آگاہ کریں۔ کریں۔





اس غزل کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- کسی بھی نظم یا نثر کو پڑھ کر اس کے اہم نکات کا خلاصہ لکھ سکیں۔
- مختلف سامعین اور مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی بھی موضوع پر اشعار اور حوالوں کے ساتھ کم از کم ۱۲۵۰ الفاظ پر مشتمل تقریر لکھ سکیں۔
- تراجم کی صورت میں علاقائی ادب سے واقفیت حاصل کرتے ہوئے مختلف ثقافتوں کا اپنی شناخت سے موازنہ کر سکیں۔
- کسی بھی نظم کو پڑھ کر حوالوں کے ساتھ اشعار کی تشریح کرتے ہوئے اپنی رائے دے سکیں۔
- منتخب اقتباسات (انگریزی سے اردو) کے اصل معانی و مفہوم اور مقاصد کو برقرار رکھتے ہوئے تراجم کر سکیں۔
- مباحثوں، مذاکروں میں موضوع کے حق یا مخالفت میں حصہ لے سکیں۔
- کسی بھی نثر / نظم پارے میں موضوعات کی شناخت کرتے ہوئے اس کی وضاحت کے لیے اپنی رائے کا اظہار کر سکیں۔

پڑھیں



بے اعتدالیوں سے نحیف و نزار ہیں

خود سر ہیں اور چارہ گری کے شکار ہیں

بے اعتدالیاں ہوں تو کیا چارہ گر کرے

پرہیز ہی نہ ہو تو دوا کیا اثر کرے

چارہ سازوں میں بیٹھنا سیکھو، پھر نہ ہوگا کبھی کوئی آزار

راس آئے گا ان کا قرب تمہیں، جو بدلتے ہیں فطرتِ نثار

اور کوئی ہو چارہ ساز اگر، چارہ درد بے اثر ہو جائے

اُس کو حاجت نہیں میساکِ، جس پہ محبوب کی نظر ہو جائے

تیری ہی ذات اول و آخر، تو ہی قائم ہے اور تو ہی قدیم
تجھ سے وابستہ ہر تمنا ہے، تیرا ہی آسرا ہے، رب کریم

کم ہے جتنی کریں تیری توصیف، تو ہی اعلیٰ ہے اور تو ہی علیم
والی شش جہات واحد ذات، رازق کائنات رب رحیم

کامل ایمان کے ساتھ جس نے بھی، دل سے مانا زبان سے مانا
جس کی خاطر بنی ہے یہ دنیا، اس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مرتبہ جانا

فوقیت اس کو دوسروں پہ ملی، اپنی ہستی کو اس نے پہچانا
جس نے اس قادرِ حقیقی کو، وحدہ لا شریک گردانا

(رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائی، ترجمہ: شیخ ایاز)

شاہ عبداللطیف بھٹائی (۱۹۹۰ء تا ۱۷۵۱ء)

شاہ عبداللطیف کے سالِ پیدائش کے سلسلے میں جس روایت کو مستند مانا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ۱۱۰۱ھ (۱۶۸۹-۹۰ء) میں سید شاہ حبیب کے گھر ضلع شیاری کے علاقے ہالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سید شاہ حبیب کا شمار اپنے علاقے کی بزرگ شخصیات میں ہوتا تھا جنہوں نے اپنے بیٹے شاہ لطیف کی پیدائش کے بعد اپنے علاقے کو چھوڑ کر کوٹری میں سکونت اختیار کی۔ سرزمینِ سندھ ایسے قلندروں کا مسکن ہے جن کی گفتار و کردار اور عمل ایک دنیا کی ذہنی، فکری اور روحانی تربیت اور فیوض و برکات کا باعث بنے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی بھی ایسی ہی ایک عظیم روحانی شخصیت ہیں۔ سید حبیب شاہ کا خاندان علم و ادب اور تصوف میں خاصا زرخیز تھا۔ اپنے آباؤ اجداد کی پیروی ہی میں شاہ لطیف نے سندھ کی دھرتی کو اپنے سندھی کلام سے محبت، امن، رواداری اور بھائی چارے کا گہوارہ بنانے کی تعلیم دی۔ آپ نے طویل عرصے تک مخدوم نوح، مخدوم بلاول اور اپنے پردادا شاہ عبدالکریم اور دیگر بزرگوں کی درگاہوں پر وقت گزارا۔ آپ کا کلام حقیقت و معرفت الہی کی تعلیم تھی جو یقیناً انسان کو انسانیت کے اعلیٰ مقام و مرتبے پر لا کھڑا کرتی ہے۔ آپ آباد کردہ ریت کا ٹیلہ ”بھٹ“ دنیا میں بھٹ شاہ کے نام سے مشہور ہوا جس کی شہرت روز افزوں ہوتی چلی جا رہی ہے۔ دنیا میں کتنے لوگوں نے شاہ لطیف کی شاعری کے اسرار و رموز جاننے اور اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے سندھی زبان سیکھی۔ آپ کے مریدوں کی تعداد سیکڑوں بلکہ ہزاروں میں تھی۔ آپ کی شاعری کا مجموعہ ”شاہ جو رسالو“ کے نام سے شائع ہوا جس کا منظوم ترجمہ شیخ مبارک علی ایاز المعروف شیخ ایاز (۱۹۲۳ء-۱۹۹۷ء) نے کیا۔ شیخ ایاز خود بھی سندھی زبان کے اسکالر اور بڑے شاعر ہیں۔ ”شاہ جو رسالو“ یعنی ”شاہ کا رسالہ“ کے مختلف حصے ہیں جن میں سے ہر حصے کو ”سر“ کہا جاتا ہے۔ ”سر کلیان“ سے ”سر بلاول“ تک ”شاہ جو رسالو“ اٹھائیس حصوں پر مشتمل ہے۔



۱۔ فن ترجمہ نگاری

فن ترجمہ نگاری ایک قدیم فن ہے۔ انسان نے جب سے علمی، تہذیبی، ثقافتی، تجارتی اور تاریخی لین دین شروع کیا ہوگا تو اسے ایک دوسرے کی زبانوں کے ترجمے کی ضرورت پڑی ہوگی۔ اس طرح ترجمے کا فن اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ انسان کی سماجی زندگی۔ ہندوستان میں قدیم عہد سے مغلوں کے عہد تک، ترجمے کی روایت کے نمایاں آثار ملتے ہیں۔

سترہویں صدی عیسوی میں جن لوگوں نے یہاں اردو و نثری اور شعری ادب کا آغاز کیا ان کی علمی زبان فارسی تھی۔ اردو ادب کے ابتدائی عہد میں بہت بڑی تعداد میں فارسی، عربی اور سنسکرت سے اردو میں ترجمے کیے گئے۔ اس کے بعد ہندوستان میں انگریزوں کی آمد ہوئی۔ انھوں نے فورٹ ولیم کالج، دہلی کالج میں بے شمار فارسی اور انگریزی کی کتابوں کا اردو ترجمہ کرایا۔ جامعہ عثمانیہ کے دارالترجمہ، سرسید سائنٹیفک سوسائٹی، انجمن پنجاب لاہور، دارالمصنفین علی گڑھ نے بھی ترجمے کے سلسلے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

ترجمے کی اہمیت اس اعتبار سے بھی ہے کہ دیگر اقوام کے علوم و فنون سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ ترجمہ نگاری کی مختلف اقسام ہیں:

علمی ترجمہ، ادبی ترجمہ، صحافتی ترجمہ

اسی طرح ترجمہ نگاری کے تین طریقے ہیں:

لفظی ترجمہ، آزاد ترجمہ، معتدل ترجمہ

(فن ترجمہ نگاری۔ مرتبہ خلیق انجم)

❖ درج ذیل دی گئی انگریزی عبارت کا اردو میں لفظی ترجمہ کر کے استاد محترم سے اس کی اصلاح کرائیں۔ انگریزی عبارت کے اصل معانی، مفہوم اور مقاصد ضرور برقرار رہیں۔

Reading of books is a great source of pleasure. Reading books gives peace of mind, Satisfaction and rots of recreation two. By reading books we acquire knowledge and wisdom about people, place, listers, culture and noble virtues. If develop the hobby of reading books, we can enjoy all the benefits of reading When we get dull and tired the books gives us peace of mind and mdle us optimists.

۲۔ ”پیام لطیف“ نظم آپ نے پڑھی۔ حوالوں کے ساتھ درج ذیل اشعار کی تشریح کرتے ہوئے اپنی رائے دیں۔

کم ہے جتنی کریں تری توصیف، تو ہی اعلیٰ ہے اور تو ہی علیم
والی شش جہات واحد ذات، رازقی کائنات رب رحیم

کامل ایمان کے ساتھ جس نے بھی، دل سے مانا زبان سے مانا
جس کی خاطر بنی ہے یہ دنیا، اس محمد (ﷺ) کا مرتبہ جانا

۳۔ شاہ عبداللطیف کے شامل نصاب کلام میں موجود مختلف موضوعات کی شناخت کرتے ہوئے اپنے ساتھی طلبہ کے سامنے وضاحت کریں اور انسانی شخصیت کی تربیت کے حوالے سے ان زریں افکار و خیالات پر اپنی رائے کا اظہار بھی کریں۔

۴۔ شاہ لطیف کے شامل نصاب کلام کے اہم نکات کا خلاصہ لکھیں۔

۵۔ شامل نصاب شاہ لطیف کا کلام سندھی زبان کے معروف ادیب اور شاعر شیخ ایاز نے ترجمہ کیا ہے۔ معروف سندھی افسانہ نگار امر جلیل کی تصنیف ”صہر بخ کفن“ سکول کی لائبریری سے جاری کرائیں۔ اس کتاب کا مطالعہ اپنے استاد محترم کی نگرانی میں کرتے ہوئے سندھی ثقافت کا اپنی ثقافت سے موازنہ کریں۔



۱۔ ”شاہ لطیف کی شاعری میں ”اعلیٰ انسانی اقدار“ کے عنوان سے سکول میں شہر کی سطح پر ایک مباحثے یا مذاکرے کا اہتمام کریں۔ اپنے استاد محترم سے رہ نمائی لے کر خود بھی موضوع کے حق یا مخالفت میں حصہ لیں۔

۲۔ مختلف سامعین اور مقاصد کو مد نظر رکھ کر ”برداشت اور روا داری“ کے موضوع پر اشعار اور حوالوں کے ساتھ کم از کم ۱۲۵۰ الفاظ پر مشتمل تقریر لکھیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری، ماحول کے متعلق آگاہی سے پیشتر طلبہ کو سندھی ثقافت، تہذیب، تاریخ سے متعلق معلومات سے آگاہ کریں تاکہ طلبہ علاقائی ادب سے واقفیت حاصل کرتے ہوئے مختلف ثقافتوں کا اپنی ثقافت سے موازنہ کر سکیں۔
- طلبہ کو عالمی ثقافتوں، معاشرت، معاشی، سماجی رابطوں کے لیے مختلف تمام پر پڑھنے کی مشق کرائیں اور ان سے معلومات حاصل کرنا سکھائیں۔





حصہ غزل



فقیرانہ آئے صدا کر چلے



اس غزل کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- نظم/نثر کو فہم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالوں (براہ راست، بالواسطہ، کثیر البست) کے جوابات دے سکیں۔ مصنف شاعر کی تکنیک، مقصد اور اسلوب پر مبنی سوالات کے جوابات دے سکیں۔
- غزل کی شاعری میں مطلع اور مقطع کی شناخت کر سکیں اور ان کا فرق سمجھ سکیں۔
- عبارت کو درست تلفظ، لب و لہجہ، ہمز چڑھاؤ اور ضرورت کے مطابق ہاشر کے ساتھ پڑھ سکیں۔
- مختلف سامعین اور مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی بھی موضوع پر اشعار اور حوالوں کے ساتھ کم از کم ۲۵۰ الفاظ پر مبنی تقریر لکھ سکیں۔
- اصنافِ نظم کے محاسن (علم بدیع: تلمیح، صنعت نکرار، صنعت تشبہ)، (علم بیان: کنایہ، مجاز مرسل) کو شناخت کر سکیں۔
- مختلف تحریری سرگرمیوں میں الفاظ کے درست املا کا خیال رکھتے ہوئے تحریری کام پر نظر ثانی اور ادارت (پروف ریڈنگ) کر سکیں۔

پڑھیں



فقیرانہ آئے صدا کر چلے

میاں! خوش رہو ہم دعا کر چلے

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم

سو اس عہد کو اب وفا کر چلے

شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی

کہ مقدور تک تو دوا کر چلے

جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی

حق بندگی ہم ادا کر چلے

نہ دیکھا غم دوستانِ شکر ہے

ہمیں داغ اپنا دکھا کر چلے

کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر
جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے

(کلیات میر تقی میر)

میر تقی میر (۱۸۱۰ء-۱۸۷۳ء)

میر تقی میر کا اصل نام ”محمد تقی“ اور ”میر“ تخلص تھا۔ آپ کے والد کا نام محمد علی تقی ہے جو اپنے نام کی طرح اپنے عہد کے صاحبِ کرامت بزرگ مانے جاتے تھے۔ آپ کے اجداد مجاز مقدس سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے، حیدر آباد، احمد آباد اور پھر آگرہ میں قیام کیا۔ میر کی پیدائش آگرہ ہی میں ہوئی۔ بچپن میں ہی آپ والد کے سائے سے محروم ہو گئے۔ چچا نے آپ کی پرورش کا ذمہ لیا مگر جلد ہی ان کا انتقال بھی ہو گیا۔ سوتیلے بھائیوں کی بے مروتی اور بد سلوکی، فکر معاش اور حالات کی ابتری نے آپ کو بے حد متاثر کیا۔ آخر کار آپ نے دلی میں خراب حالات کے پیش نظر لکھنؤ کا رخ کیا اور اپنی وفات ۱۸۱۰ء تک لکھنؤ میں مقیم رہے۔ میر نے ایک بھر پور اور پنگامہ خیز زندگی بسر کی۔ حادثاتِ زمانہ نے آپ کو حساس مزاج بنا دیا۔ میر نے اردو کے چھ دیوان مرتب کیے جن میں غزلوں کے علاوہ قصائد، رباعیات، مثنویاں اور واسوخت نمایاں ہیں۔ نثر میں ”نکات الشعرا“ ذکرِ میر اور فیض میر، قابل ذکر تخلیقات ہیں۔ ایک دیوان فارسی کا بھی یادگار چھوڑا ہے۔ میر نے تقریباً عام استنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے تاہم آپ کی وجہ شہرت غزل ہے۔ آپ کو ”خدائے سخن“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کی شاعری لفظ و معنی کی ایسی جادوگری ہے جس نے قاری کو اپنے سحر میں گرفتار کیا۔ زمانے کے مزاج کی تبدیلی کے باوجود آپ کی شاعرانہ عظمت میں فرق نہ آیا۔ ہر دور میں آپ کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف ناصر ہم عصر شعر الہک متاخرین نے بھی کیا ہے۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق نے آپ کو ”سرتاجِ شعرائے اردو“ قرار دیا ہے۔ اسلوب بیان میں سادگی، سلاست، بے تکلفی، ترنم اور سہل ممتنع ہے۔ درود غم کا بھی ترجمانی آپ کے کلام کی انفرادی خصوصیت ہے۔ دنیا کے بے ثباتی، درویشی، قناعت اور دیگر صوفیانہ موضوعات کو میر نے خوب صورتی سے شاعری کا حصہ بنایا ہے۔

مشق



۱۔ درج ذیل اشعار کو فہم کے ساتھ پڑھ کر دیے گئے سوالات کے جواب لکھیں۔

فقیرانہ آئے صدا کر چلے

میاں! خوش رہو ہم دعا کر چلے

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم

سو اس عہد کو اب وفا کر چلے

- الف۔ شاعر نے ”فقیرانہ آئے“ سے کیا مراد لیا ہے؟
 ب۔ میر نے کس عہد کو وفا کرنے کا ذکر کیا ہے؟
 ۲۔ اپنے درجے کے مطابق موزوں الفاظ و تراکیب کا استعمال کرتے ہوئے ”میر تقی میر کے عہد کے معاشی اور معاشرتی حالات“ پر گفتگو کریں۔
 ۳۔ مندرجہ ذیل عبارت کو درست تلفظ اور لب و لہجے سے پڑھیے۔

”میر صاحب کے اشعار میں جو نثریت، جوشیلا پن، سوز و گداز اور بات کرنے کا جو سلیقہ ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ میر کے بہتر نثر مشہور ہیں۔ فلسفے اور تصوف کا اثر ان کے یہاں کم کم ہے مگر عشق حقیقی و مجازی کے اثرات سے ان کا سارا کلام پُر ہے۔ ان کے کلام میں ایسا ترنم اور ایسی اثر آفرینی ہے جو بعض وقت طلسم اور سحر کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔ زبان شستہ و رفتہ، کلام صاف، مضمون دل پسند، طرز ادبے سادہ اور ہلکے ہلکے نثریوں سے بھرپور ہے یہ میر کے کلام کی خصوصیت ہے۔ ان کے کلام میں جو حزن و ملال اور ایک یاس انگیز کیفیت ہے اس پر اہل نظر سر دھنتے ہیں۔

(بہ حوالہ نقوش ادب، مدد لقا اعجاز)

- ۴۔ مندرجہ بالا جہاں اگر اف غور سے پڑھیے اور میر تقی میر کے کلام کی تکنیک، مقصد اور اسلوب پر مبنی سوالات کے جواب دیں۔

- ۱۔ میر کے کلام کی نمایاں خصوصیات کون سی ہیں؟ کوئی سی دو لکھیے۔
- ۲۔ میر کے کلام پر اہل نظر کے سر دھننے کی کیا وجہ ہے؟
- ۳۔ میر کے بہتر نثر مشہور ہیں؟ اس جملے کی وضاحت کریں۔
- ۵۔ میر کے مندرجہ ذیل شعر پر نظر ثانی کر و فریڈنگ کرتے ہوئے املا کی درستی کریں اور شعر دوبارہ لکھیے۔

کہا میں نے فنا ہے گل کا سہا
 قلی نے یہ سن کر تبسم کیا

۶۔ اصنافِ نظم کے محاسن کی شناخت

ذ۔ (غزل، مطلع، مقطع، قافیہ، ردیف)

غزل عربی زبان کا لفظ ہے غزل کے معنی ہیں عشق و محبت کی باتیں کرنا یا عورتوں سے باتیں کرنا۔ شکاری کتوں کے خرغے میں اگر انتہائی بے بسی کی حالت میں ہرن کے منہ سے جو چیخ نکلتی ہے، اسے بھی غزل کہتے ہیں۔ شاعری کی اصطلاح میں غزل سے مراد شاعری کی وہ قسم ہے جس میں عشق و محبت، ہجر و وصال کا احوال اور محبوب کے حسن کی باتیں ہوں۔ غزل کے اشعار کی تعداد ہمیشہ طاق ہوتی ہے جس کی کم سے کم تعداد پانچ اور بعض ناقدین کے نزدیک زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

غزل کا ہر شعر ایک اکائی کی حیثیت رکھتا ہے جو معنی و مضمون کے لحاظ سے دوسرے شعر کا محتاج نہیں ہوتا۔ غزل کا پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے بشرطیکہ اس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوں۔ بصورت دیگر اسے غزل کا پہلا شعر تو کہا جائے گا، مگر مطلع نہیں کہلائے گا۔ غزل کے آخری شعر کو مقطع کہتے ہیں بشرطیکہ اس میں شاعر نے اپنا تخلص استعمال کیا ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ غزل کا آخری شعر تو کہا جائے گا مقطع نہیں۔ ہم آواز الفاظ کو قافیہ جب کہ قافیہ کے بعد دہرائے جانے والے الفاظ کو ردیف کہا جاتا ہے۔ ایسی غزل جس میں ردیف استعمال نہ ہو اسے غیر مردف غزل کہتے ہیں۔

❖ میر تقی میر کی غزل میں مطلع، مقطع کی نشان دہی کرتے ہوئے ان میں موجود قافیہ اور ردیف لکھیں۔

ii۔ علم بدیع (صنائع معنوی اور لفظی)

بدیع کے معنی ہیں انوکھا، نوا ایجاد شے، اور تنی ہوئی رسی۔ اصطلاح کے طور پر بدیع سے مراد وہ علم ہے جس سے کلام کو اور زیادہ اثر آفریں اور دلکش بنایا جاسکے۔ علم بدیع کو علم معنی بھی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح شاعری میں معنی آفرینی، لطافت اور تخلیقی رفعت پیدا کرنے کے لیے جو پیرایہ اظہار اختیار کیا جاتا ہے اسے صنعت کہتے ہیں۔ صنائع کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ صنائع معنوی اور صنائع لفظی۔ صنائع معنوی سے کلام میں معانی اور صنائع لفظی سے کلام کے لفظوں میں حسن و جمال پیدا ہوتا ہے۔

(الف) صنعت تلمیح

تلمیح ایک معنوی صنعت ہے جس میں کسی مشہور تہذیبی واقعے یا مسئلے کی طرف شعر میں تاثیر پیدا کرنے کے لئے مختصر الفاظ میں اشارہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً:

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی
کیا کیا خضر نے سکندر سے
اب کے رہنما کرے کوئی

(ب) صنعت تکرار:

کلام میں ایک لفظ یا الفاظ کو تکرار کے ساتھ یا بار بار استعمال کرنا۔ مثلاً:

روتے روتے کون سویا خاک پر
بنتے بنتے کس کا جھولا رہ گیا

آدمی آدمی سے ملتا ہے
دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

(ج) صنعت تضاد:

تضاد عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں ایک شے کا کسی دوسری شے کی ضد ہونا۔ علم بدیع کی اصطلاح میں جب شاعر اپنے کلام میں دو ایسے الفاظ لائے جو ایک دوسرے کی ضد ہوں تو اسے صنعت تضاد کہا جائے گا۔ نظم ”سنیما اور فلم“ میں صنعت تضاد کی کئی مثالیں موجود ہیں جیسے

محبت میں خیال خود کشی پیہم ضروری ہے
کہ مرنا سخت لازم اور جینا کم ضروری ہے

اس شعر میں ”مرنا“ اور ”جینا“ دو لفظ ایسے ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اس طرح اس شعر میں صنعت تضاد استعمال ہوئی ہے۔ آپ اس نظم کے چند اور اشعار میں ”صنعت تضاد“ کی نشاندہی کریں۔

❖ صنعتِ تلخیص، تکرار اور تضاد کی ایک ایک مثال دے کر وضاحت کریں۔

iii۔ کنایہ

کنایہ کے لغوی معنی چھپی ہوئی، پوشیدہ یا مبہم بات کے ہیں۔ جب کوئی لفظ حقیقی کی بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہو کہ اُس سے حقیقی معنی بھی مراد لیے جاسکیں۔ مثلاً: بال سفید ہو گئے مگر عادتیں نہ بدلیں۔ یہاں بال سفید ہونا سے مراد عمر کا زیادہ ہونا ہے۔
اُسے کالے نے کانٹا سے مراد سانپ نے کانٹا۔

iv۔ مجاز مرسل:

اگر کسی لفظ کو حقیقی کی بجائے مجازی (غیر حقیقی) معنوں میں استعمال کیا جائے اور دونوں میں تشبیہ کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو تو اسے مجاز مرسل کہتے ہیں۔
مجاز مرسل کے استعمال کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

- i. جزو کہہ کر کل مراد لینا۔ مثلاً: انسان کی زندگی چار دن کی ہے۔
 - ii. کل کہہ کر جزو مراد لینا۔ مثلاً: احمد لاہور میں رہتا ہے۔
 - iii. ظرف کہہ کر مظهر مراد لینا۔ مثلاً: اکرم نے بوتل پی۔
 - iv. مظهر کہہ کر ظرف مراد لینا۔ مثلاً: چائے چو لہے پر رکھی ہے۔
- ❖ ایک ایک مثال دے کر کنایہ اور مجاز مرسل کی وضاحت کریں۔

سرگرمی



۱۔ طلبہ کے چار گروپ بنائیں اور ”جمہوری رویے“ کے موضوع پر ۲۵۰ الفاظ پر مشتمل تقریر اشعار اور حوالوں کے ساتھ لکھیں اور باری باری دیگر طلبہ کے سامنے پیش کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- غزل خوانی سے قبل اردو غزل کے مفہوم اور روایت کی وضاحت کریں۔ میر تقی میر کے ادبی مقام کی وضاحت کرتے ہوئے یہ شعر سنائیں
رہکتے کے حسیں استاد نہیں ہو غالب۔
- کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر سبھی تھا
- میر کی غزل گوئی اور فنی محاسن کی بھی وضاحت کریں۔



سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا

۲



یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نظم / نثر کو فہم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالوں (براہ راست، پاداسطہ، کثیر الجہت) کے جوابات دے سکیں۔
- نظم / نثر کو پڑھ کر مصنفین / شعرا کے طرزِ تحریر کی شناخت کر سکیں۔
- پڑھے گئے متن کے کسی حصے کو دہراتے ہوئے حوالوں اور دلائل کے ساتھ اظہارِ رائے کر سکیں۔
- مختلف مصنفین / شعرا کے ادب پارے پڑھ کر اس زمانے کی تاریخ سے واقف ہوتے ہوئے عصری تناظر میں اس کی اہمیت پر رائے دے سکیں۔
- متن پڑھ کر خیالات، آراء اور رویوں کا آپس میں تعلق سمجھتے ہوئے رائے پیش کر سکیں۔
- مختلف سامعین اور مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی بھی موضوع پر اشعار اور حوالوں کے ساتھ کم از کم ۲۵۰ الفاظ پر مشتمل تقریر لکھ سکیں۔
- درست تلفظ کے فہم کے لیے الفاظ پر اعراب کا استعمال کر سکیں۔

پڑھیں



سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا
زیر زمیں سے آتا ہے جو گل سو زر بکف
قاروں نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا
چاروں طرف سے صورت جانناں ہو جلوہ گر
دل صاف ہو ترا تو ہے آئینہ خانہ کیا
آتی ہے کس طرح سے مری قبض روح کو
دیکھوں تو موت ڈھونڈ رہی ہے بہانہ کیا
طبل و علم ہی پاس ہے اپنے نہ ملک و مال
ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا

یوں مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے
آتش غزل یہ تو نے کبھی عاشقانہ کیا

(کلیات آتش)

خواجہ حیدر علی آتش (۱۷۶۳ء-۱۸۳۶ء)

اصل نام حیدر علی اور تخلص آتش تھا۔ آپ کے آباؤ اجداد کا تعلق دہلی ہی سے تھا۔ معاشی اور سیاسی حالات کے متدویش ہونے کے باعث انھوں نے دہلی سے فیض آباد کو سفر کیا اور اسی کو اپنا مسکن و ٹھکانہ بنایا جہاں شجاع الدولہ کی حکومت کا زمانہ تھا اور اسن و امان اور خوش حالی کا دور دورہ تھا۔ فوطر زمر صبح اور دبستان لکھنؤ کے نمائندہ شاعر حیدر علی آتش کی پیدائش یہیں فیض آباد میں ہوئی۔ اپنے تئیں عربی اور فارسی زبان میں مہارت حاصل کی۔ خدا واد شاعرانہ قابلیت کو بروئے کار لا کر سخن وری کی دنیا میں قدم رکھا اور وہ نام کمایا کہ ہمیشہ کے لیے امر ہو گئے۔

نواب مرزا محمد تقی خاں کے ہاں لکھنؤ میں ملازمت اختیار کی اور غلام محمد اپنی مصحفی سے شاعری میں اصلاح لینے لگے۔ اگرچہ حیدر علی آتش کی طبیعت میں شوریدہ سری کا عنصر شامل تھا لیکن فطر چور و بیش مفت اور قناعت پسند انسان تھے۔ عام بخش ناسخ سے معاصرانہ چشمک تھی۔

حیدر علی آتش کی شاعری کا کمال یہ ہے کہ اس میں دہلی اور لکھنؤ دونوں درستانوں کا رنگ جھلکتا ہے۔ لکھنؤ کے اغلاط پذیر معاشرے میں رہ کر بھی خود کو پوچھ گوئی اور علمائے پارس سے دور رکھا۔ آتش اول آخر اردو غزل کے شاعر ہیں۔ ان کی غزلیات میں تغزل کی خوبی نمایاں ہے۔ آتش بھی اپنے ہم عصر شاعروں کی مانند شاعری کو شاعرانہ معنای، مرصع کاری اور الفاظ کی گلیز کا نام دیتے تھے۔ آپ کے کام میں فقر و غنا، تصوف، دنیا کی بے ثباتی اور درویشانہ مضامین کی جھلک نمایاں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مسرت و شادمانی، رجائیت، ضرب الامثال اور محاورات کا برجستہ استعمال بھی آتش کی شاعری کو چار چاند لگانے کا باعث ہیں۔ ”کلیات آتش“ میں حیدر علی آتش کا تمام کام دست یاب ہے۔

مشق



۱۔ کثیر الانتخابی سوالات کے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

i۔ بدیع کے معانی کیا ہیں؟

الف۔ انوکھا ب۔ قدیم ج۔ جدید د۔ مردہ

ii۔ ابن مریم ہوا کرے کوئی، میرے دکھ کی دوا کرے کوئی۔ اس شعر میں کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے؟

الف۔ تضاد ب۔ تلمیح ج۔ تکرار د۔ تفسیر

iii۔ تضاد، کس زبان کا لفظ ہے۔

الف۔ ترکی ب۔ فرانسیسی ج۔ عربی د۔ فارسی

iv۔ کلام میں ایک لفظ یا الفاظ کو بار بار استعمال کرنا، کون سی صفت ہوتی ہے؟

الف۔ لف و نشر ب۔ ترصیع ج۔ تخیس د۔ تکرار

۷۔ درج ذیل میں سے کس صنف کا ہر شعر ایک اکائی کی حیثیت رکھتا ہے؟

الف۔ مرثیہ ب۔ قصیدہ ج۔ غزل د۔ شہر آشوب

۲۔ حیدر علی آتش کی یہ غزل پڑھنے کے بعد درج ذیل غزل کا مطالعہ کیجیے اور حیدر علی آتش کے طرزِ تحریر کی شناخت کرنے کی کوشش کریں۔

دہن پر ہیں اُن کے گماں کیسے کیسے

کلام آتے ہیں درمیاں کیسے کیسے

زمین چمن، مٹی کھلاتی ہے کیا کیا

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

نہ گوہر سکندر، نہ ہے قبرِ دارا

مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے

دل و دیدِ اہلِ عالم میں گھر ہے

تمھارے لیے ہیں مکاں کیسے کیسے

غم و غصہ و رنج و اندوہ و حرماں

ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

۳۔ پڑھی گئی غزل کے متن میں سے لیے گئے درج ذیل اشعار کو دہراتے ہوئے حوالوں اور دلائل کے ساتھ اظہارِ رائے کریں۔

چاروں طرف سے صورتِ جاناں ہو جلوہ گر

دل صاف ہو ترا تو ہے آئینہ خانہ کیا

آتی ہے کس طرح سے مری قبضِ روح کو

دیکھوں تو موت ڈھونڈ رہی ہے بہانہ کیا

۴۔ اٹھارہویں صدی کے نصف سے آگے ہندوستان کے معاشی، اقتصادی حالات زبوں حالی کا شکار ہونا شروع ہو گئے۔ حملہ آوروں نے مغلیہ سلطنت کے دار الحکومت دہلی کی اینٹ سے اینٹ بھا کر رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔ خواجہ حیدر علی آتش کی مانند بے شمار تخلیق کاروں نے گردشِ روزگار سے تنگ آ کر دہلی سے لکھنؤ ہجرت کی۔ اُس زمانے میں لکھنؤ مالی و اقتصادی آسودگی کی ایک تصویر تھا۔

❖ آپ نے حیدر علی آتش کی مندرجہ بالا دو غزلیات پڑھی ہیں۔ اپنے استاد محترم کی رہنمائی اس زمانے کی تاریخ سے واقف ہوتے ہوئے عصری تناظر میں حیدر علی آتش کی شاعری کی اہمیت پر اپنی رائے دیں۔

۵۔ حیدر علی آتش کی غزل اور تشریح آپ نے پڑھی۔ اُستاد محترم کی طرف سے کرائی گئی تشریح کے اہم نکات لکھنے کی کوشش کریں۔ اس میں موجود خیالات، آر اور رویوں کا آپس میں تعلق سمجھتے ہوئے باقی طلبہ کے سامنے اپنی رائے پیش کریں۔

۶۔ سکول میں یوم دفاع کے حوالے سے ایک تقریب کا انعقاد کیا گیا۔ آپ ”قانون کا احترام اور پابندی“ کے عنوان پر اس تقریب کے سامعین اور مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے اشعار اور حوالوں کے ساتھ کم از کم ۲۵۰ الفاظ پر مشتمل تقریر لکھیں۔
 صحیح درستی تلفظ کی فہم کے لیے درج ذیل الفاظ پر اعراب کا استعمال کریں۔

دہن زمین چمن گور سکندر ویدہ اہل عالم کل قدرت



سکول لائبریری سے ”دیوان آتش“ جاری کروائیں اور مطالعے کے بعد پانچ سے دس ایسے اشعار اپنی بیاض میں لکھیں جن میں تلمیحات استعمال کی گئی ہوں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

• اس غزل کے اشعار کی تشریح کراتے ہوئے اس کے اہم نکات، خیالات، آر اور رویوں کو خاص طور پر اپنا موضوع بنائیں۔



غم ہے یا خوشی ہے تو

۳



اس غزل کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- نظم / نثر کو غم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالوں (براہ راست، بالواسطہ، کثیرالجبہت) کے جوابات دے سکیں۔
- نظم / غزل کے اجزاء (مصرع، شعر، قافیہ، ردیف، مطلع) کی شناخت کر سکیں۔
- نظم / غزل کے اشعار کے حوالوں (شاعری کے پس منظر، انداز بیان، شعری محاسن کے استعمال کی وضاحت) کے ساتھ تشریح کر سکیں۔
- عبارت پڑھتے ہوئے علامات اور قاف کا لحاظ رکھ سکیں۔
- مختلف تھما پڑھ کر ان میں سے عالمی مسائل کی نشان دہی کرتے ہوئے ان کے حل کے لیے تجاویز پیش کر سکیں۔
- اصنافِ نظم کے محاسن کو شناخت کر سکیں۔

پڑھیں



غم ہے یا خوشی ہے تو
میری زندگی ہے تو
آفتوں کے دور میں
چین کی گھڑی ہے تو
میری رات کا چراغ
میری نیند بھی ہے تو
میں خزاں کی شام ہوں
رت بہار کی ہے تو
دوستوں کے درمیاں
وجہ دوستی ہے تو

میری ساری عمر میں

ایک ہی کمی ہے تو

میں تو وہ نہیں رہا

ہاں مگر وہی ہے تو

ناصرؔ اس دیار میں

کتنا اجنبی ہے تو

(دیوان)

ناصر کاظمی

8 دسمبر، 1925ء کو اقبال شہر میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد محمد سلطان کاظمی راکل انڈین آرمی میں صوبیدار میجر کے عہدے پر فائز تھے۔

ناصر کے والد محمد سلطان کاظمی سرکاری ملازم تھے۔ والد کے پیشہ ورانہ تبادلوں کی وجہ سے ان کا بچپن کئی شہروں میں گزرا تھا۔ انہوں نے میٹرک مسلم ہائی اسکول اقبال سے کیا۔ آگے کی تعلیم کے لیے اسلامیہ کالج لاہور آگئے تھے۔ ناصر کاظمی وہاں کے ایک ہوٹل میں رہتے تھے۔ ان کے استاد خاص رفیق خاور ان سے ملنے کے لیے اقبال ہاسٹل میں جاتے اور ان کے کمرے میں شعر و شاعری پر بات کرتے تھے۔ انہوں نے بی اے کی تعلیم کے لیے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا مگر ناسازگار حالات کی وجہ سے ناصر نے بی اے پورا کیے تعلیم ترک کر دی۔

ناصر کاظمی آزادی کے ساتھ ہی پاکستان آگئے اور لاہور شہر کو اپنا مسکن بنایا۔ جلد ہی انھیں کے بعد دیگرے والدین کے چل بسنے کا غم بھی جھیلنا پڑا۔ ناصر نے پہلے اپنی رسالہ ”اوراقِ نو“ کی ادارت کے فرائض انجام دیے۔ 1952ء میں رسالہ ”ہمایون“ کی ادارت سے وابستہ ہوئے۔ ”برگِ نئے“ ”دیوان“ اور ”پہلی بارش“ ناصر کاظمی کی غزلوں کے مجموعے اور ”نظائِرِ خواب“ نظموں کا مجموعہ ہے۔ سُری چھایا ان کا منظوم ڈراما ہے۔ برگِ نئے ان کا پہلا مجموعہ کلام تھا جو 1952ء میں شائع ہوا۔ 2 مارچ، 1972ء کو ناصر کاظمی کا انتقال ہو گیا تھا۔

مشق



۱۔ درست جواب کے گرد دائرہ لگائیں۔

i۔ غزل کے پہلے شعر کو کیا کہتے ہیں:

الف۔ مقطع ب۔ مطلع ج۔ مطلعِ ثانی د۔ حسنِ مطلع

ii۔ ناصر کاظمی کی شاعری میں گہرا شعور پایا جاتا ہے:

الف۔ لسانی ب۔ سماجی ج۔ سیاسی د۔ تاریخی

iii۔ ناصر کاظمی کے زمانے میں کس تحریک کا عروج تھا؟

الف۔ علی گڑھ تحریک ب۔ رومانوی تحریک ج۔ ترقی پسند تحریک د۔ انجمن پنجاب کی تحریک

iv۔ ہم آواز الفاظ کو کیا کہیں گے؟

الف۔ قافیہ ب۔ ردیف ج۔ محاورہ د۔ روزمرہ

v۔ ناصر کاظمی کی غزلوں میں اداسی اور تنہائی کے عنصر کی وجہ ہے؟

الف۔ ہجرت ب۔ فطرت ج۔ غربت د۔ شکست

vi۔ استعارہ کے ارکان کتنے ہوتے ہیں؟

الف۔ ایک ب۔ دو ج۔ تین د۔ چار

۲۔ درج ذیل اشعار کو فہم کے ساتھ پڑھ کر دیے گئے سوالات کے جواب دیں۔

میں	خزاں	کی	شام	ہوں
رُت	بہار	کی	ہے	تُو
میں	تو	وہ	نہیں	رہا
ہاں	مگر	وہی	ہے	تُو
ناصر	اس	دید		میں
کتنا	اجنبی	ہے		تُو

سوالات:

الف۔ پہلے شعر میں کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے؟ نشان دہی کریں۔

ب۔ دوسرے شعر میں شاعر کی اپنے بارے میں کیا رائے ہے؟

ج۔ تیسرے شعر میں شاعر کو کس بات کا دکھ ہے؟

۳۔ درج ذیل اشعار کے حوالوں (شاعری کے پس منظر، اندازِ بیاں شعری محاسن کے استعمال کی وضاحت) کے ساتھ تشریح کریں۔

آفتوں کے دور میں
چین کی گھڑی ہے تُو
میں تو وہ نہیں رہا
ہاں مگر وہی ہے تُو

۴۔ درجہ ذیل پیرا گراف کو پڑھ کر بتائیے کہ اس میں کس عالمی مسئلے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور آپ کے پاس اس کے حل کے لیے کیا تجاویز ہیں؟
انسانی زندگی میں سمندر کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ دنیا کا تقریباً ستر فی صد حصہ سمندر پر مشتمل ہے۔ سمندر، موسموں میں تبدیلی و تغیر کا باعث بنتے ہیں۔ انسانوں کو رزق فراہم کرتے ہیں۔ یہی سمندر، آج انسانی سرگرمیوں کے باعث آلودگی کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔ انسانوں کی زرعی اور صنعتی سرگرمیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مضر کیمیکل والے فاسد مادے، شہری فضلات، سمندروں سے تیل کی نکاسی اور ترسیل کے دوران رسنے والا تیل اور شہری فضلات، سمندری آلودگی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ سمندری پانی کو آلودہ کرنے کا مطلب آبی حیات کی ہلاکت ہے۔

۵۔ درج بالا عبارت کو علامات و قاف کا لحاظ رکھ کر پڑھیں۔

۶۔ درج ذیل اشعار غور سے پڑھیے اور کے فنی و فکری محاسن کا جائزہ لیتے ہوئے تبصرہ کیجیے، نیز مصرع، شعر، قافیہ، ردیف اور مطلع کی نشاندہی کیجیے۔

ساز ہستی کی صدا غور سے سُن
کیوں ہے یہ شور ہوا غور سے سُن
دن کے ہنگاموں کو بے کار نہ جان
شب کے پردوں میں ہے کیا غور سے سُن
پاس کی چھاؤں میں سونے والے
جاگ اور شور درا غور سے سُن

سرگرمی



طلبہ ناصر کاظمی کی گائی گئی مختلف غزلیں، انٹرنیٹ کی مدد سے سنیں۔ جیسے: ”دل دھڑکنے کا سبب یاد آیا“، ”نئے کپڑے بدل کر جاؤں کہاں“
وغیرہ تاکہ وہ حقیقی معنوں میں لے اور آہنگ کا لطف اٹھا سکیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

• طلبہ کو اردو شاعری میں ۱۹۳ء کی ہجر کے اثرات کے حوالے سے آگاہی دیں۔



کاش طوفاں میں سفینے کو اتارا ہوتا

۴



اس غزل کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- نظم تشریح کر متعلقہ سوالات (براہ راست، بالواسطہ، کثیرالجہت) کے جوابات دے سکیں۔
- کسی بھی نظم کو پڑھ کر حوالوں کے ساتھ اس کے اشعار کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی رائے دے سکیں۔
- نظم / مثنوی کو پڑھ کر قاری کے نقطہ نظر سے مرکزی خیال لکھ سکیں۔

پڑھیں



کاش طوفاں میں سفینے کو اتارا ہوتا
 ڈوب جاتا بھی تو موجوں نے ابھارا ہوتا
 ہم تو ساحل کا تصور بھی منا سکتے تھے
 لب ساحل سے جو ہلکا سا اشارا ہوتا
 تم ہی واقف نہ تھے آداب جفا سے ورنہ
 ہم نے ہر ظلم کو ہنس ہنس کے سہارا ہوتا
 غم تو خیر اپنا مقدر ہے سو اس کا کیا ذکر
 زہر بھی ہم کو بصد شوق گوارا ہوتا
 باغباں تیری عنایت کا بھرم کیوں کھلتا
 ایک بھی پھول جو گلشن میں ہمارا ہوتا
 تم پہ اسرارِ فنا ، رازِ بقا کھل جاتے
 تم نے ایک بار تو یزداں کو پکارا ہوتا

(حرفِ وفا)

پروین قاسم

شواتین شعراء میں منفرد شناخت رکھنے والی معروف شاعرہ پروین قاسم ۳ ستمبر ۱۹۳۶ء کو لاہور میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد سید ناصر حسین رضوی سپرنٹنڈنٹ جیل کے عہدے پر فائز تھے۔ قیام پاکستان کے وقت آپ بھارت کے شہر گرداسپور میں مقیم تھیں۔ جہاں کے ہندو مسلم فسادات نے آپ کے ذہن کو بہت متاثر کیا۔ انھوں نے ۱۹۵۱ء میں گجرات والہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ انھوں نے لاہور کالج برائے خواتین میں ایف ایس سی میں داخلہ لیا۔ وہ ڈاکٹر بننا چاہتی تھیں لیکن شدید حالات کے باعث وہ اپنے خواب کو شرمندہ تعبیر نہ کر سکیں۔ ڈاکٹروں نے انھیں دماغی کاموں سے دور رہنے کی ہدایت کی تھی۔

شادی کے بعد انھوں نے بی اے کیا۔ پروین سید نے پندرہ سال کی عمر سے شاعری کا آغاز کر دیا تھا۔ وہ داد جعفری اور فیض احمد فیض سے شاعری میں اصلاح لیتی تھیں۔ آپ نے طویل حالات کے بعد ۲۱ اکتوبر ۲۰۱۰ء کو کراچی میں وفات پائی۔ ”حرف و نفا“، ”تمنا کا دوسرا قدم“، ”مہو سرخ ہے“ اور ”یقین“ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

مشق



۱۔ خالی جگہ پر کر کے درج ذیل اشعار مکمل کریں۔

(i)

ہم تو ساحل کا تصور بھی مٹا سکتے تھے
----- سے جو ہلکا سا اشارہ ہوتا

(ii)

غم تو خیر اپنا مقدر ہے اس کا کیا ذکر
زہر بھی ہم کو ----- گوارا ہوتا

(iii)

تم پہ اسرار فنا ----- کھل جاتے
تم نے ایک بار تو یزداں کو پکارا ہوتا

۲۔ اشعار کو پڑھ کر دیے گئے سوالات کے جوابات دیں۔

کاش طوقاں میں سفینے کو اتارا ہوتا
ڈوب جاتا بھی تو موجوں سے ابھارا ہوتا

ہم تو ساحل کا تصور بھی مٹا سکتے تھے
لب ساحل سے جو ہلکا سا اشارہ ہوتا

تم ہی واقف نہ تھے آداب جفا سے ورنہ
ہم نے ہر ظلم کو ہنس ہنس کے سہارا ہوتا

سوالات:

- الف۔ پہلے شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیں۔
ب۔ پہلے شعر میں موجود قافیہ اور ردیف کی نشان دہی کریں۔
ج۔ شاعر کو ساحل سے اشارہ ملتا تو اس کا کیا نتیجہ ہوتا؟
د۔ تیسرے شعر میں شاعر کو محبوب سے کس بات کا شکوہ ہے؟
۳۔ مندرجہ ذیل شعر کی تشریح کریں۔

ہم تو ساحل کا تصور بھی مٹا سکتے تھے
لب ساحل سے جو ہلکا سا اشارہ ہوتا

۴۔ اس شعر کا مرکزی خیال لکھیں۔

باغبان تیری عنایت کا بھرم کیوں کھلتا
ایک بھی پھول جو گلشن میں ہمارا ہوتا

۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کا مفہوم لکھیں۔

سفینہ لب ساحل آداب جفا بصد شوق بھرم راز بقا

۶۔ درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات کے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

الف۔ درج ذیل میں سے کون سی ادبی اصطلاح علم بیان کے زمرے میں آتی ہے؟

الف۔ محاورہ ب۔ روزمرہ ج۔ صنعت تلمیح د۔ مجاز مرسل

ب۔ قواعد کی رو سے ”چمپی ہوئی بات یا پوشیدہ بات کرنا“ کو کیا کہیں گے؟

الف۔ کنایہ ب۔ مجاز مرسل ج۔ تشبیہ د۔ استعارہ

ج۔ درج ذیل میں سے کون سا لفظ اپنے مجازی معنوں میں استعمال ہوتا ہے؟

الف۔ استعارہ ب۔ ردیف ج۔ تشبیہ د۔ روزمرہ

د۔ ایسی نظم جس کے ہر بند میں چھ مصرعے ہوں، کیا کہلاتی ہے؟

الف۔ قطعہ بند ب۔ ثلاثی ج۔ مخمس د۔ مسدس

و۔ درج ذیل میں سے کون سے الفاظ مراد میں استعمال ہوتے ہیں؟

الف۔ تشبیہ ب۔ مجاز مرسل ج۔ کنایہ د۔ استعارہ

و۔ مشترک وصف کی بنیاد پر ایک شے کو دوسری شے جیسا کہنا قواعد کی رو سے کیا کہلاتا ہے؟

الف۔ استعارہ ب۔ محاورا ج۔ تشبیہ د۔ روزمرہ

ز۔ درج ذیل میں سے کون سا مصرع استعارہ کی مثال ہے؟

الف۔ یہ نمائش سراب کی سی ہے ب۔ دو گز زمیں نہ ملی کوئے ید میں ج۔ ابن مریم ہوا کرے کوئی د۔ شہر میں اک چرخ تھانہ

سرگرمیاں



۱۔ سکول میں غزلیہ شاعری پر مبنی ایک مقابلہ شعر خوانی منعقد کروائیں۔ جس میں فیض احمد فیض، احمد فراز اور امجد اسلام امجد جی ایک ایک غزل کا انتخاب کریں۔ طلبہ ان غزلیات کو تحت اللفظ اور ترجم سے ادا کریں تاکہ بعد میں ایک طالب علم ان غزلوں کے اشعار کو اپنی گفتگو میں جذبے اور تاثر کے حوالے سے شدت اور لہجے کے زیر و بم کا لحاظ رکھ کر ڈرامائی کیفیات ادا کر سکے۔

ہدایات برائے اساتذہ



۱۔ موبائل فون سے طلبہ کو مرزا غالب، علامہ اقبال یا ناصر کاظمی کی کوئی گائی گئی کوئی غزل سنائیں اور بتائیں کہ: غزل کا ہر شعر الگ موضوع پر ہوتا ہے۔

مشکل الفاظ اور معانی، ہم قافیہ الفاظ الفاظ کے درست تلفظ

فرہنگ

اخلاق حسنہ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اہل و عیال	بیوی بچے	بالا تر	اوپر، بلند
بعثت	پیغمبر بنا کر بھیجے جانے کا عمل	بہ حسن و خوبی	بہتر طریقے سے
بیانہ تحقیق	تحقیق کا معیار	جواں مردی	بہادری
چراغ زیر دامن	وہ چراغ جسے ہوا سے بچانے کے لیے دامن کی آڑ میں لیا جائے۔	خون ریزی	قتل و غارت
زیر دستوں	یعنی بے آسرا لوگ	سرچشمہ	چشمے کا سرا
ظعن کرنا	ظن یا ملازمت کرنا	عقیف	پار سا مرد، نیکو کار مرد
قیصر روم	روم کا بادشاہ	لوازم	ضروری چیزیں یا سامان
مردار	مردہ جانور لاش	مقصود	جس کا ارادہ کیا گیا ہو، غرض مطلب
نسبت	تعلق، واسطہ		

کتبہ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
انٹرنس	میٹرک	اثاثہ	سرمایہ
آنکس	سستی، کالی	پر فضا	خوشگوار جگہ
پھولاریوں	پھولوں کی کیاری	بیوپار	کاروبار
ترمیم	درستی، اصلاح	توند	پینٹ
جلی حروف	بڑے حروف میں لکھی تحریر	چوڑی چکلی	بہت زیادہ چوڑی
جہاں دیدہ	جس نے دنیا دیکھ ہو	چھاتہ	چھتری
خس و خاشاک	سوکھی گھاس، تنکے	دھیرے دھیرے	آہستہ آہستہ
ڈسپینچر	دفتر کا فزات کو روانہ کرنا والا	رنگروٹ	نیا بھرتی ہونے والا سپاہی
سولہ بیٹ	دھوپ سے محفوظ رکھنے لیے سر پر رکھا جانے والا ایک خاص طرز کا ٹوپ	سعی لا حاصل	ناکام کوشش

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
غل غپاڑہ	شور شرابطہ	فارغ البالی	فرصت
قماش	انداز، طور	کاٹھ	لکڑی
کنڈہ کرانا	کھود کر نکھانا	کہنہ فروش	پرانی چیزیں بیچنے والا
کرہستی	گھر کے کام کاج	گہما گہمی	رونق
گدی	گردن کا پچھلا حصہ	گھاگ	تجربہ کار، بوڑھا
طمینیت	اطمینان، تسلی	ظروف	برطن
لطیفہ شبی	خدا کی مہربانی	محویت	گہری سوچ میں
مرمریں	شفاف اور نرم و نازک	مرہدہ	خوشخبری
مسخ ہونا	شکل کا بگڑ جانا	میں بھیگنا	آغاز ابتدا کا زمانہ
مصرف	استعمال	نقص	خرابی، کمی
بیجان	جوش، اُبال		

بھیڑیا

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
آگ گولہ ہونا	غصے ہونا	افیت	جسمانی تکلیف
باؤ لا پن	پاگل پن	بے سود	بے کار
پسینہ چھوٹ جانا	ڈر جانا	پیشتر	پہلے
جنون	جنون پاگل پن	کوسنا	بد عاوینا، برا بھلا کہنا
ماؤف ہونا	سوچنے سمجھنے کے قابل	مسکن	رہنے کی جگہ

آرام و سکون

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
بے ڈھنگا	برے رنگ ڈھنگ کا	تاکید کرنا	تصریح کرنا
تردد	پریشانی فکر	تقویت	طاقت
تھکان	تھکاوٹ	چڑھانا	غصہ ہونا

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
زنج ہونا	تنگ ہونا	سقا	پانی بھر کر لانے کا کام کرنے والا
طبیعت بحال ہونا	صحت مند ہونا	علیل	بیماری
کان پہ جوں نہیں رہتی	اثر نہ ہونا	کراہنا	درو سے آواز نکالنا
مضر	نقصان پہنچانے والا	مطلق ضرورت نہیں	بالکل ضرورت نہیں
نصیب دشمنان	ایسا دشمنوں کو نصیب ہو	نغمہ سرائی	گیت گانا

کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اپنے تئیں	اپنے آپ کو	احتمال	امکان
اختلاج قلب	دل کی غیر معمولی دھڑکن، گھبراہٹ	استقلال مزاج	مستقل مزاجی
اشتراک	اسی کیفیت میں زیادتی ہونا	اضطراب جاہلانہ	جھوٹ موٹ کی بے چینی
بے بہرہ	جابلے بے وقوف	بھاڑ	چولہا یا بنھی جس پر اناج کے
	دانے بھونے جاتے ہیں	بھلنا	گرم ہونا، تپنا
پاکیں باغ	وہ ہانیچہ جو مکان کے پچھلے حصے میں ہو	تسلیج بے ہنگام	شور
جاہ و حشمت	شان و شوکت	چار و ناچار	مجبوراً
چرب زبانی	بنا سنوار کر باتیں کرنا	حضور والا	جناب والا! یعنی بادشاہ سلامت
حمیت	غیرت، شرم	خاصا	بادشاہ سلامت کا خاص کھانا
خفقان کا عارضہ	ایک بیماری جس میں دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے	دیوان خانے	مہمان خانہ
دیوانہ شصا	بھوک کا جن	ڈیوڑھی	مکان کا وہ حصہ جو بیرونی دروازے سے جڑا ہو
رخنہ اندازیاں	رکاوٹیں	روگ	بیماری، دکھ
زیر کرنا	فلکست دینا	سخن سازی	باتیں بنانا
سراپیں	مسافر خانے	سڑی	پاگل، دیوانہ

معنی	الفاظ	معنی	الفاظ
سوندی سوندی	مزیدار، خوشبودار	شاق گزرنا	برالگنا
شدہ شدہ	ہوتے ہوتے	نہاد	لیپ
غایت درجہ	نہایت انتہائی، بہت زیادہ	غشی	بے ہوشی
کشیف	گندہ، غلیظ	کڑے	غارتیں
کرنجی	نبلی	کو تو ال	محافظ، پولیس آفیسر
کھرنبے کافرش	پتھر کا کھر در افرش	گاڑھی چھٹنا	آپ میں بہت زیادہ پیار ہونا
سجھو دم	صبح کا وقت	لوندیاں	نوکرانیاں
متل	سوچنا، غور کرنا، رکنا	متبہنی	لے پا لکھنا
محل سرا	بادشاہوں نوابوں کا مکان	مسجد ضرار	منافقین کی مسجد جسے نبی پاک نے کمرانے کا حکم دیا تھا
واویلا	رونہینا، چیخ و پکار	ہمرکاب	ساتھ
ہیئت کدائی	بری حالت		

نام دیومالی

معنی	الفاظ	معنی	الفاظ
انج	امنگ، جذبہ	استعداد	قابلیت، صلاحیت
اتیار	فرق	بشاشت	خوشی، تازگی
بلا تامل	بغیر سوچے سمجھے	بیر	دشمنی، نفرت
بیزی	دیسی سگریٹ	بیگار	بلا اجرت کام
تفویض ہونا	حوالے ہونا	تھانولا	پانی ڈالنے کے لیے درخت کے گرد جگہ
جلا پا	جلن، حسد	جھاڑنا بہارنا	صاف کرنا
داروغہ	افسر، نگران	درجہ کمال	عروج یا کمال کا مقام
جھلڑ	غول	ڈھیر	کم تر درجے کی ذات
روشنیں	راستے	سیندھی	دیسی شراب
سیوا کرنا	خدمت کرنا	کندن	خالص سونا

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
کھینچ تان کر کام لینا	زبردستی کام لینا	نگہداشت	دیکھ بھال کرنا
منکسر المزاج	جس کے مزاج میں انکسار ہو	یورش	حملہ

ابتدائی حساب

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
آزمودہ	پرکھا ہوا	تعزیرات پاکستان	پاکستان کی وہ کتاب جس میں جرائم کی تعریف اور ان کی سزائیں درج ہیں
تلقین	ہدایت، نصیحت	تفریق	علیحدگی، بڑے عدد میں سے چھوٹا عدد نکالنا
خفیف	ہلکا، معمولی	زبانی جمع خرچ	باتیں بنانا
قناعت	تھوڑی چیز پر راضی ہونا	کانوں کان خبر نہ ہونا	کسی کو پتہ نہ چلنا
منہا کرنا	تفریق کرنا		

لڑی میں پروئے ہوئے منظر

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اول الذکر	جس کا ذکر پہلے ہو	آخر الذکر	جس کا ذکر بعد میں ہو
باؤلی	سیڑھیوں والا کنواں	پایہ تخت	دارالحکومت
چڑاؤ	ٹھہرنا	تاحدنگاہ	جہاں تک نظر جائے
چلہ گاہ	حجرہ	خرد	بچہ کا عمر
دریا دریا چلنا	دریا کے ساتھ ساتھ سفر کرنا	شکاف	در زد و چیزوں کے درمیان فاصلہ
شعور	عقل، سمجھ، بوجھ	عالم شباب	جوانی کا زمانہ
عینی شاہد	جس نے خود دیکھا ہو	قد کی ڈلی	شکر کا ٹکڑا
لاٹ	شعلہ، اینٹوں کا اونچا ستون یا دگار		

اپنی مدد آپ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
بدیہی	یقینی	بیش بہا	قیمتی
تائب	توبہ کرنے والا	تمدنی	معاشرتی
پنسل	ہموار سطح	شمر وں	پھل، نتیجہ
حاشا و کلا	ہرگز نہیں	حظ	مست
قوی	طاقت ور	لا بدی	جس میں کوئی شک نہ ہو
چھپی	دولت	مانع	منع کرنے والا
معمل	عمل کرنے کی جگہ	مقولہ	کہی ہوئی بات
نہیت و نابود کرنا	تباہ کرنا	کوئی خطرے	کوئی راہ نمائے

حمد

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
بشر	انسان	جگہ گنا	چمکنا
رتوں	موسموں	سراہنا	تعریف کرنا
شعلہ جاں	زندگی	مہر قدرت	قدرت کی مہر
نظام ہستی	یہ دنیا کا نظام	نفس نفس	ہر شے

نعت

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
پر خطا	جس نے کوئی غلطی کی ہو	دست گیر	ہاتھ پکڑنے، مدد کرنے والا
رحمت دو جہاں	دونوں جہانوں کے لیے رحمت	شناسا	جس سے جان پہچان ہو
غایت اولیٰ	سب سے اہم وجہ	نظیر	مثال
نگ دو جہاں	دونوں جہانوں کا برا	نور اولیں	سب سے پہلا نور

جاوید کے نام

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
شمر	پھل، نتیجہ	جام	پیالہ
وید	شیر، آبادی	سفال	مٹی
سکوت	خاموشی	شاخ تاک	انگور کی شاخ یا تیل
شیشہ گران	شیشہ بنانے والے	طریق	طور طریقہ
فرنگ	انگریزوں کے رہنے کی جگہ	لالہ قام	لال رنگ کا یعنی خوبصورت

محنت کی برکات

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اجالا	روشنی	بے گار	بغیر اجرت کے کام
غافل	جسے اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ ہو	فراغت	فرصت

کرکٹ اور مشاعرہ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
انڈی	نا تجربہ کار	اہمال	جس کی تفصیل کی جا سکے
پھٹی	ناقص، گھٹیا، کمزور	ریاض مسلسل	مسلل محنت
عندلیب	بلبل	تشاعر	جو شاعر نہ ہو لیکن خود کو شاعر کہتا ہو
مقدور	قسمت		

غزل میر تقی میر

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
جہیں	ماتھا	شفا	علاج
فقیرانہ	فقیروں کی طرح	عہد	وعدہ، زمانہ
غم دوستاں	دوستوں کا غم	مقدور	طاقت / اختیار

حیدر علی آتش

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اندوہ	دکھ	چمن	باغ
حرماں	محرومی	خوش رو	خوب صورت
دھن	شوق	گل کھلانا	کوئی پسندیدہ یا ناپسندیدہ کام کرنا

ناصر کاظمی

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
آفتوں	مشکلوں، پریشانیوں	رت	موسم
ویار	شہر	اجنبی	جس سے جان پہچان نہ ہو

پروین فنا سید

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اسرار	راز	باغیاں	باغ کی رکھوالی، دیکھ بھال کرنے والا
بقا	باقی رہنا	جفا	بے وفائی
سفینے	کشتیاں	گلشن	باغ
موجوں	لہروں	یزداں	خدا

پروفیسر امجد اقبال

پروفیسر امجد اقبال عرصہ بیس سال سے اردو مضمون کی تدریس و تعلیم کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اردو اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے ایم فل اردو کی ڈگری حاصل کی۔ 2002ء میں بطور لیکچرار شعبہ اردو، اسلام آباد ماڈل کالج فار بوائز 10/4-G اسلام آباد سے ملازمت کا آغاز کیا اور اس وقت بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر کے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ وفاقی تعلیمی بورڈ، اسلام آباد جیسے پروفیشنل ادارے میں متعدد ہارکمیٹی آف کورسز کے رکن کی حیثیت سے بھی سیکنڈری اور ہائر سیکنڈری سطح پر اپنی خدمات پیش کر چکے ہیں۔ سیکنڈری اور ہائر سیکنڈری کلاسز کے اردو لازمی کے ماڈل پرچوں کی تیاری میں ٹیم کا حصہ رہے ہیں۔ حال ہی میں فیڈرل بورڈ کے حاصلات تعلیم کی بنیاد پر بننے والے نئے پرچوں کی تیاری میں بھی کلیدی کردار ادا کیا۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن کی درسی کتاب (اردو لازمی) برائے جماعت دوم، پنجم، ہشتم، دہم، گیارہویں اور بارہویں میں بطور شریک مصنف کام کیا۔

ڈاکٹر شفقت علی جنجوعہ

ڈاکٹر شفقت علی جنجوعہ کو ہر سطح پر درس و تدریس کا وسیع تجربہ ہے۔ انھوں نے وزارت تعلیم کے شعبہ نصاب سازی میں کم و بیش دس سال تک خدمات سرانجام دی ہیں۔ اس دوران انھوں نے تمام پاکستانی ٹیکسٹ بک بورڈز بشمول آزاد جموں و کشمیر کی سینکڑوں درسی کتابوں کا پر نظر ثانی کی۔ اس کے علاوہ قومی نظام برائے جائزہ تعلیم کے زیر اہتمام ہونے والی ہر تحقیق میں بطور جائزہ کار شریک رہے ہیں۔ حکومت پاکستان اور آزاد جموں و کشمیر کی حکومت ان کی تخلیقی و تصنیفی صلاحیتوں کا اعتراف کر چکی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے کئی مضامین قومی و بین الاقوامی تعلیمی رسالوں میں چھپ چکے ہیں۔ ڈاکٹر شفقت علی جنجوعہ تعلیمی انتظام و انصرام کا بھی وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ وہ وفاقی نظامت تعلیمات کے زیر اہتمام سیکٹر سہالہ اور ابن ٹو کے ای ری ایجوکیشن آفیسر کے فرائض بھی انجام دے چکے ہیں۔ نیشنل کمیشن برائے انسانی ترقی میں بطور ڈائریکٹر ایجوکیشن خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن کی درسی کتاب (اردو لازمی) برائے جماعت ششم، ہفتم اور ہشتم میں بطور شریک مصنف کام کیا۔

پروفیسر گل ناز

پروفیسر گل ناز گزشتہ بائیس سال سے وفاقی دارالحکومت کے اسلام آباد ماڈل کالجوں میں اردو مضمون کی تدریس و تعلیم میں مصروف عمل ہیں۔ جامعہ کراچی سے نمایاں پوزیشن کے ساتھ بی۔ اے آنرز اور ایم اے اردو کی ڈگریاں حاصل کیں۔ آپ یکساں قومی نصاب (اردو) کی نصاب سازی اور وزارت وفاقی تعلیم کی تشکیل کردہ قومی جائزہ کمیٹی کی رکن رہی۔ جماعت اول تا ہشتم اردو نصاب کی تیاری میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ قومی نصاب کے سلسلے میں لکھی جانے والی پاکستان کی مختلف ٹیکسٹ بک بورڈ کی تیار کردہ پیشتر کتب پر نظر ثانی کی۔ آپ آج کل اسلام آباد ماڈل کالج فار گرلز، جی ٹی ٹی میں بطور صدر شعبہ اردو اپنے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔

ڈاکٹر فردوس کوثر

ڈاکٹر فردوس کوثر دو دہائیوں سے اردو زبان و ادب کی تدریس اور ترویج و اشاعت سے وابستہ ہیں۔ آپ نے اردو زبان و ادب میں ایم۔ اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگری نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد سے حاصل کی۔ آپ بزم فکر اقبال اسلام آباد شاخ کی سرگرم رکن ہیں۔ آپ قومی نصاب کو نسل کی فوجی اور قومی اردو جائزہ کمیٹی (اول تا ہر سوں جماعت) کا حصہ ہیں اور قومی نصاب ۲۰۲۲-۲۳ کے مطابق بے شمار درسی کتب پر نظر ثانی کے فرائض انجام دے چکی ہیں۔ وفاقی تعلیمی بورڈ اسلام آباد میں بھی آپ نے ثانوی اور اعلیٰ ثانوی سطح پر اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ آج کل آپ نیول ایجوکیشن اسلام آباد کے زیر اہتمام تعلیمی ادارے بحریہ کالج اسلام آباد میں بہ طور اسٹنٹ پروفیسر فرائض منصبی انجام دے رہی ہیں۔

پروفیسر سلمیٰ اعوان

پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اردو کی ڈگری حاصل کی۔ گذشتہ 16 سال سے فضائیہ انٹر کالج اسلام آباد میں درس و تدریس سے وابستہ ہیں۔ فیڈرل بورڈ میں ایس ایس سی اور ایچ ایس ایس سی لیول میں سب ایگزامینرز اور ہیڈ ایگزامینرز اور حاصلاتِ تعلیم کی بنیاد پر بنائے جانے والے ماڈل پرچوں کی تیاری کے سلسلے میں ممبر کمیٹی آف کورسز کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔

جاوید اقبال راجا

نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد اور آزاد جموں و کشمیر ٹیچرز فاؤنڈیشن مظفر آباد کے زیر اہتمام شائع شدہ کئی نصابی کتب کے مصنف، ماسٹر ٹریٹر، ایڈیٹر اور خطاط جاوید اقبال راجا وفاقی مدارس سے بحیثیت پرنسپل ریٹائر ہوئے۔ آپ کی درج ذیل مشہور تصنیفات ہیں:

- 1--- قافلے دل کے چلے 2--- برف پگھلنا ضروری ہے۔ 3--- میں یہاں ہوں 4--- مرد درویش
- ریٹائرمنٹ کے بعد آپ متعدد تعلیمی اداروں بشمول کامنٹس یونیورسٹی، دارالرقم سکولز، قرطبہ سکولز میں بطور ریسورس پرسن اور پرنسپل خدمات انجام دیتے رہے۔ انھوں نے یو ایم ٹی لاہور سے ایجوکیشنل لیڈرشپ اینڈ مینیجمنٹ اور پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایجوکیشن میں ماسٹر ڈگری حاصل کی۔